

باچا خان

فارغ بخاری

ذخیره کتب:- محمد احمد ترازوی

۳۴۵
۱۰۰
۱۰۰
۱۰۰

ذخیره کتب :- محمد احمد ترازوی

باجا خان

(نشان عبدالغفار خان کے سوانح حیات)

فارغ بخاری

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترازوی

○ نیا مکتبہ پشاور

○ گوشہ ادب - لاہور



پاکستان
حق مصنف

بہارت
حق مودار موہن سنگھ
مالک آزاد بکدھر
ہال بازار - امرتسر

جملہ

حقوق

محفوظ

ناشران : نیا مکتبہ - ہشاور

گوشہ ادب - لاہور

طابع : نقوش پریس - لاہور

یار اول دو ہزار

قیمت سات روپے

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی





ذخیره کتب:- محمد احمد ترازوی

خدائی خدمتگار تحریک
کے نام
جو پہلے بھی مغضوب تھی
اور
اب بھی مغضوب ہے



عوام کا محبوب رہنا
اور

جنگ آزادی کا ہیرو
خان عبدالغفار خان

جسے

ملک کے طول و عرض میں

محبت اور احترام سے سب

باپا خان

کہہ کر پکارتے ہیں



میری دوستی غم و آلام سے بڑھے
میں جبرِ راستیے کا مسافر ہوں
وہ کنٹوں سے اٹا پڑا ہے
(باچا خان)





خدائی خدمتگار تحریک

پہلا دور

۱۰۸	۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء
۱۲۰	کنڑ والی فوج
۱۲۴	قصہ خوانی قانٹونگ کے اسباب
۱۲۶	۱۹۳۰ء میں پشاور سنٹرل جیل کی حالت
۱۳۰	پشاور ہر آئندہوں کا حملہ
۱۳۳	۳۱ مئی ۱۹۳۰ء کا حادثہ
۱۳۵	نگر قانٹونگ
۱۳۶	چار سیمز قانٹونگ
۱۳۷	ہری پور جیل "میں" سیاسی قیدیوں سے بد سلوکی
۱۳۸	ہاجا خان کجرات جیل میں
۱۳۹	ہاجا خان کی رہائی اور کانگریس میں شمولیت
۱۴۰	ہاجا خان کا تاریخی جلوس
۱۴۱	ہاجا خان اور سی کانگریس کے رہنماؤں میں اختلاف
۱۴۲	تیسری بار گرفتاری
۱۴۳	ہاجا خان کی رہائی، نظر بندی اور گرفتاری
۱۴۴	ہاجا خان کا دوسرا تاریخی جلوس
۱۴۵	صوبہ سرحد میں کانگریس کی پہلی وزارت
۱۴۶	ہاجا خان کی کانگریس سے علیحدگی
۱۴۷	ہاجا خان اور قبائل

حصہ اول

۳۵	ابتدائی حالات
۳۶	جدوجہد کا آغاز — تحریک
۳۷	رواٹ ہل
۵۳	تحریک ہجرت
۵۷	تحریک خلافت
۵۹	پہلا آزاد قومی مدرسہ
۶۰	کانگریس کمیٹی کی تشکیل
۶۵	ہرلس آف ویلز کی آمد
۶۹	انگریزی تعلیم کی مخالفت
۷۱	انجمن اصلاح الافاضلہ
۷۲	ہاجا خان کی کانگریس کے کلکتہ اجلاس میں شمولیت
۷۳	ڈاکٹر خان صاحب مودان سیاست میں
۷۶	مولانا محمد علی جوہر کی پشاور میں آمد
۷۹	انقلاب افغانستان
۸۴	سائمن کمیشن کی آمد
۸۷	نوجوان بھارت کا قیام
۹۰	ہاجا خان کی کانگریس کے لاہور اجلاس میں شمولیت
۹۱	افغان ہوتہ لیگ

خدائی خدمتگار تحریک

دوسرا دور

۲۵۵ غرضی حکومت

سرحد میں کانگریس وزارت

۲۵۶ سے مسلم لیگ کی نگر

۲۶۱ مسلم لیگیوں کی خود غرضی

تقسیم ملک اور فرقہ وارانہ

۲۶۳ فسادات

۲۶۵ عبدالقیوم خان اور مسلم لیگ

۲۶۸ عبدالقیوم خان اور عوامی لیگ

عبد القیوم خان اور خدائی

۲۷۰ خدمت گار

۲۷۳ کشمیر کا قضیہ

۲۷۵ عبد القیوم خان کی آمریت

۲۷۷ عبد القیوم خان کا زوال

۲۸۰ باچا خان سے قومی حکومت

۲۸۲ کا سلوک

۲۸۵ باچا خان کا تیسرا تاریخی جلوس

۲۹۱ اپنی ہونٹ ٹرامٹ کا قیام

۲۹۳ باچا خان کا عدالت عالیہ میں

۲۹۵ تحریکی بیان

۳۰۲ آخری بار گرفتاری اور رہائی

خدائی خدمتگار تحریک

تیسرا دور

۳۰۹ باچا خان کی رہائی اور پاکستان

۳۰۲ نیشنل ہارٹی میں شمولیت

۱۹۲ باچا خان کی کانگریس میں

۱۹۴ دوبارہ شمولیت

۱۹۵ سرحد ریاب میں قومی سرگز کا

۲۰۳ افتتاح

۲۱۱ بہت المال کا قیام

۲۱۲ سول ناقر مالی کا فیصلہ

۲۱۸ باچا خان کی ایک تاریخی تقریر

۲۲۰ بہر کا دورہ

۲۲۲ مسلم لیگ کا آغاز—لیگ

۲۲۶ وزارت کا قیام اور شکست

۲۲۹ دوسری سیاسی جماعتیں

۲۳۰ پشاور پولیٹیکل کانفرنس

۲۳۲ صوبہ سرحد میں کانگریس کے

۲۳۶ زوال کے اسباب

۲۳۸ باچا خان کو ہتھیاروں میں داخل

۲۴۲ ہونے کی شہادت

۲۴۵ کشمیر نیشنل کانگریس

۲۴۷ پاکستان کے متعلق باچا خان

۲۴۷ اور انکی ہارٹی کا آخری فیصلہ

قیام پاکستان

کانگریس اور مسلم لیگ میں

۲۴۹ سمجھوتے کی کوشش

۲۵۳ شملہ کانفرنس

حصہ دوم

۳۷۷	باچا خان بحیثیت صحافی اور ادیب	۳۲۹	باچا خان بحیثیت سیاست دان
۳۸۲	باچا خان کے مختلف نام		باچا خان کی نظر میں خدائی خدمتگار کا تصور
۳۸۵	باچا خان کے لطیفے	۳۳۴	باچا خان اور عدم تشدد
	باچا خان پر اعتراضات اور ان کا جواب	۳۴۴	باچا خان اور امن
۳۸۷	باچا خان اور ڈاکٹر خان صاحب	۳۵۱	باچا خان جیل میں
۳۹۴	باچا خان شاعیر کی نظر میں	۳۵۴	باچا خان بحیثیت مسلمان
۴۰۳	باچا خان کے ساتھی	۳۵۷	باچا خان کی رواداری
۴۰۶	اختتامیہ	۳۷۳	



باچا خان

اس عظیم رہنما کی کہانی جسکے لئے ہاتھان دیدہ و دل فرش راہ
کرتے ہیں لیکن "الک" کے اس ہار" اسکی ذات مختلف افسانوں کے
گود و غبار میں دینی گئی ہے جو آزادی کے حصول پر سب سے
زیادہ دید و بند کا مستحق سمجھا گیا ۔

یہ کتاب خان عبدالغفار خان کی "آپ بیتی" ہے جسے سرحد
کے لوجوان ادیب نارغ بخاری نے "جنگ بیتی" کے انداز میں
لکھا ہے اس کا مطالعہ آپ کے ذہن کو شکایت سے حکایت کی
طرف موڑ دیتا ہے ۔

آپ کے شک اپنی رائے پر قائم رہنے لیکن اس کتاب کا مطالعہ
آپ کو ان چٹالوں کی آواز سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے جن کی
سنگینی کو عبدالغفار خان نے اپنے عمر، ہائے رستاخیز سے الگ کرانی
لینے پر مجبور کیا اور جو پاکستان کے دل کی دھڑکن کے ساتھ
دھڑکنے میں ۔

ابتدائیہ

اٹھارویں صدی، عیسوی کے آغاز میں صوبہ سرحد میں انگریزوں کے تسلط میں آچکا تھا۔
 بہاولستان بھر پر قبضہ جانے میں دو دشموں، بلوچوں اور انگریزوں کے سامنا انہیں اس سرزمین پر
 فٹا پڑا اور قبضہ کرنے کے بعد بھی یہ عالم تھا کہ اپنے ڈیڑھ سو راہبہ حکومت میں کہیں ایک
 دن کے لیے بھی انگریزوں کو یہاں جگہ کا سانس لینا نصیب نہ ہوا اور سرحد کے قبائلی علاقے
 کو زیر نگین ہانسنے کا خواب تو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ آذا، قبائل ہمیشہ ان کے پیچھے ہونے
 پہنچتے رہے اور ان کی دیکھا ہی قوت کا غالب ہونے ان کی شورش زدگی کرنے پر مدد ہوتا رہا
 پشتونوں کی شجاعت، مردانگی اور جذبہ حبیت کو انگریز حکمرانوں کی کوئی قیمت مل بھی نہ
 جیت سکی تو انہیں یہ سہاکی اور غرور ثابت کرنے کے لیے انہوں نے اپنی ساری قوت صرف
 لڑوی چنانچہ سرحد میں اپنی عمر کا بیشتر حصہ گزرنے والے انگریزوں نے یہاں کے متعلق جو کچھ
 لکھا اس کی ہر سطر ان کے ذہنی تعصب اور بغض کی آئینہ دار بنے اور باہمی انکساری میں ایسا مسلح

ہوتا ہے کہ ان تہذیب کے پتوں نے ہم - دشمنوں - میں زندگی گزار کر ہم پر بے پناہ احسان کیا
 حالانکہ مغربی سامراج نے جہاں بھی قدم رکھا اپنے مفاد کے حصول کے لیے اس بہت کم قیمت سے زمین
 کے چھپے چھپے پریم، رنگ، زمین، خام مچا پائے اور اس دہم میں استبداد کے دلفن پھینک کر وہاں
 کے سادہ لوح انسانوں کو اسیر کرتے رہے۔

سابق صدر سرحد انہیں برصغیر خطوں میں سے ہے جہاں انگریزوں نے اپنی ظالمانہ
 آمریت کو محکمہ ملی کے پردے میں ساہا سال تک مسلط رکھا اور محض ان کے ثروت پرستی کے
 جذبے کو پکڑنے کے لیے انہیں دشمنی اور اہتد قرار دے کر ہندوستان کے دوسرے حصوں کی
 نسبت یہاں کے لوگوں سے امتیازی سلوک روا رکھا۔ اس خطے کو سرزمین بے آئین کا نام دے
 کر یہاں کے لیے خاص ظالمانہ قوانین اور ریگولیشن ڈھائے جن کی مدد سے جس شخص کی نقل و حرکت
 پر بھی دہشت گردانہ سازش گزرتا اسے بلا کسی ثبوت اور دلیل دوپہل کے غیر محدود عرصہ کے لیے
 جیلوں میں محبوس دیا جاتا۔ قتل کے مقدمات جن کے مستحق کوئی ثبوت نہ مل سکتا لیکن مزہین
 کو سزائیں دینا ضروری سمجھ جاتا انہیں جیل پر دھک دیا جاتا اور جیل کے ان پڑے اور غیر قانونی
 اراکین مزہین کو چودہ برس تک قید و خانگی کی سزا سن کر رکھتے، غازی ایکٹ کے تحت بنیر کی
 سماعت کے کسی کو تفرقہ دار پر ٹکا دینا، محرموں کو جلاوا اور غلطوں کو تباہ کرنا معمول بات تھی
 سابق شمال مغربی صوبہ سرحد نے سن ۱۹۳۰ء میں جنم لیا اس سے قبل یہ صوبہ پنجاب کا ایک حصہ تھا
 اس وقت یہ صوبہ ایک چھین کشیز کے ماتحت تھا یہ انتظام سن ۱۹۴۷ء تک رہا۔ مانیکو ہسپتال
 اطلاعات ۱۹۴۷ء میں ملک کے دوسرے صوبوں کو دی گئیں بدقسمتی سے اس صوبہ میں ناقص
 ذہنیات کیونکہ اسے پس ماندہ رکھنے میں انگریز حکمرانوں کی بعض مسخوں کو دخل تھا۔

جب یہاں کے سیاسی رہنماؤں کی مسلسل کوششوں سے یہاں کے لوگوں میں کافی بیداری

پیدا ہوئی اور وہ حکومت کے ہی تو ہیں آئین و رویہ کو بڑی طرفت محسوس کرتے ہوئے اصلاحات
 طلب کر لے کے یہی میدان میں اتر آئے اور اپنے مسلسل امتحان سے انہوں نے حکام کا ناک
 میں دم کر دیا تو حکومت کے دیار پر تین سرکردہ مسلمان رہنماؤں ہزاری نس آقا خان قائد اعظم
 محمد علی جناح اور مسابزادہ عبد القیوم خان کو اس غرض سے یہی نعت بلایا گیا جہاں راز ڈھیل
 لافنس میں مذکورہ صدر مفادات کی پوزور سفارش پر مشتمل اس صوبہ سرحد کو یہ اصلاحات
 دے دی گئیں جن کے فیصلے اس صوبہ نے نئی زندگی میں قدم رکھا حکومت پاکستان نے اس صوبہ
 کو اب پھر ہزاری پاکستان کی صورت میں دھم کر دیا ہے (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) پشتون قوم ہندوستان
 کے گزروں کے لیے ہمیشہ یک مستقل درو سر بنی رہی اس کا اندازہ تاریخ کے مختلف ادوار میں وقتاً
 فوقتاً اس کی سرکشی اور بنادت سے بخوبی کیا جاسکتا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ
 غیر مل اتوار انہیں کبھی ایک دن کے لیے بھی گمراہ نہ ہوا اور نہ ہی انہوں نے اسے بے رضامنت
 قبول کیا۔

پشتون فطرتاً کریمت پسند تھے غلامانہ زندگی سے انہیں نفرت تھی اپنے محل وقوع آج ہوا
 اور صدیوں کی تاریخی روایات نے ان کے دل و دماغ میں آزادی کی ایسی شمع روشن کر رکھی تھی
 جو انقلاب سے انہیں میسر ہو سکتی تھی مگر انہوں نے تشدد کی سڑک سے بھی نہ بچ سکے۔
 صوبہ سرحد کے شمالی مغربی طرف آباد قبائلی علاقہ پھیلا ہوا ہے جہاں ساڑھے سال سے
 کبھی ایک دن کے لیے بھی کسی ٹپری سے بڑی طاقت کے اقتدار کا سایہ تک نہیں پڑا وہاں کوئی
 بادشاہ نہیں، کوئی حاکم نہیں، وہ لوگ آسمان کی بسیا فضاؤں میں اڑنے والے پرندوں کی طرح
 بالکل آزاد اور خود مختار ہیں وہاں زمانہ قبل تاریخ کا آزاد قانون آج تک رائج ہے۔
 اس آزاد علاقے کے باشندوں کا حکومتی علاقے کے لوگوں سے

محکم و راہ اور یک جہتی ہے۔ لیکن دین ہے اس کی زبان ایک سادہ و سادہ قومیت ایک اور
 احوال کی مناسبت سے مزید بھی ایک ہی جیسے ہیں آزاد علاقے کی ہسٹری کے باعث آزادی
 کی نکلنے کی چنگاری ہیں ان کے دل میں کبھی بجھنے نہیں پائی اس لیے اس نکلنے کو کچھ ایسی خصوصیات
 حاصل تھیں کہ ہمیشہ ہمیں سے آزادی کی نئی نئی تحریکیں اٹھتی رہیں۔

پیر و نشان نے اپنی جدوجہد کے لیے اسی علاقے کو منتخب کیا جو شمال غاں ملک نے
 اپنی جنگ آزادی کا مرکز ہی بنے کو بابا شاہ اسماعیل شہید نے ہندوستان کے دور دورہ علاقے
 سے آکر اسی سرزمین میں جہاد کا آغاز کیا اور اگر یہ اس کے بعد میں بھی کانگریس بھارت بھارت
 شری پرش اور اسلام ایک دوسرے بھارتوں کو اپنی سیاسی سرگرمیوں کے لیے یہی مینڈی مناسب
 معلوم ہوا یہ راز غیر ملکی حکمرانوں پر بھی چھپی ہوئی طرح واضح ہو چکا تھا۔ چنانچہ انگریزوں یا منسلک
 کے اپنی زیادہ تر جدوجہد اسی علاقے پر مرکوز رکھی اور ان کی فوجی طاقت اور مالی قوت کا زیادہ تر محاذ
 اسی سرحد پر استعمال ہوتا رہا اس نکلنے میں سب سے بڑی سہولت یہ تھی کہ اس کے ساتھ طاقت
 نہایت وسیع رقبہ تھیں آزاد پہاڑی علاقہ عا جہاں بوقت نہ دلت جنگ آزادی کے رقبہ پناہ سے
 کہ اپنی جدوجہد جاری رکھ سکتے تھے۔

یہی برعکس آجنگ آزادی کے اس محاذ نے صرف یہ نہیں بلکہ ہندوستان کی تمام ایسی
 تحریکیں کو کافی مدد دینی کیونکہ یہاں ہندو قوم پر خیرگیوں کے استبداد نے شدت اختیار
 کی تھی اور قبائلی مجاہدین نے شریش برپا کر کے حکومت کو اس حد تک مجبور کر دیا کہ اسے اپنا
 طرز عمل بدناظر اور اپنی استبداد پالیسی میں لچک پیدا کرنے لگی۔

خود شہید کے بعد اگر یہ ساری نے ہندوستانیوں کو اس سختی اور بے دردی سے دیا
 کہ چودہ نصف صدی تک کسی کو آزاد بننے کے یا سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ بیسویں صدی

کے اوائل میں ہندوؤں نے انگریزوں سے چھوٹا ہو کر اپنی قوم کو اشاروں کھانچوں اور سرگوشیوں میں بیدار کرنے کی سعی کی جس کا اور کچھ ناکام ہوا ہو یا نہ لیکن آنا ضرور ہوا کہ ایک حرم کا مجدد ٹھکانا نظر آیا۔ اور بنگلہ طرابلس وغیرہ میں انگریزوں کے ہاں محض ترکوں کی قبائلی و برادری سے ہندوستانی مسلمانوں کو ٹھکانا اور سرحدی سوراخوں اور قبائلی جاجوں کو خصوصاً بری طرح غمخیز کیا اور ان سے دل میں مغربی شیریں سے غلات شدید نفرت اور انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

مکملہ میں پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو برطانیہ نے عرب ممالک کے ساتھ تمام مخالفتی عناصر کو باہر کے علاقوں کو لے کر آئے پر فوج کشی شروع کر دی اور مسلمانوں کے مقدس مقامات فلسطین عراق لبنان اور سعودی عرب کو کمانت و تالان کرنے لگا اور فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کر کے مشرق وسطیٰ کے سینے میں دنا سو پیدا کر دیا جس سے عرب ممالک کے آرام و سکون کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہت کر دیا۔

برطانیہ کے اس مسلم دشمنی نے ہندوستان کے طول و عرض میں اپنے دانت کو ڈالیں مسلمانوں کے دلوں کو خیم و فتنہ سے بھر دیا، برطانت ایک عام بے چینی پھیل گئی اور سرحدی مجاہدین کے دل اپنے بھائیوں کے ڈکھ اور دے توڑنے لگے۔ حکومت برطانیہ کی اس جاہلانہ اور تفلانہ حکمت میں کے ذریعہ ہندوستان میں تحریک خلافت کو جنم دیا جو انگریزوں کو دور حکومت میں اس پر غصیم کی سب سے بڑی تحریک بن گئی۔

لیکن سرحد سے حالات ملک کے دوسرے حصوں سے مختلف تھے۔ کشمیر میں صدر سرحد و پنجاب کے علیحدہ کرنے سے بد حکومت انگریزی نے یہاں بے پناہ فوجیں ڈال کر طرزی راج کی سی کیفیت پیدا کر دی برطانت کو بد قسم کا دور دورہ ہوا۔ ہندوستان کے دوسرے

داد سلاخانان تخیل سے سو تھرا

ادس درابٹ پہ تخیل زخموں سے تھرا

داد سلاخان کی عین و میل لڑکیاں برہنہ سرخیل رابٹ کے سامنے لے جاتی باہر ہیں،
اسی طرح ایک پشتوں مافک جس نے ایک انگریز افسر سٹریچی کس کو قتل کیا تھا اسے ہاتھ
پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا گیا تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور بدیہیں اسے چونے میں ملایا گیا
ایسے امتیازی دود میں اٹھائے گئے اٹلی کے جان جو کموں کا کام تھا لیکن سرحد کی تیاری
اس دود میں بھی اور اس سے پہلے بھی بالکل گونجی نہیں رہی بلکہ اس عجیب فطرت میں بھی
اس سرزمین نے روشنی کے ایسے وسیع ستوں پیدا کئے جن کی سحر آفریں نیا نے نہ صرف
مستقبل کے زندگی بخش نقوش کو ابھارا بلکہ آٹھ اہل نروں کی رہنمائی بھی کی۔

باپا خان کے حالات بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان چند
اولوالہزم شخصیتوں کی زندگی کی ایک جھلک پیش کر دی جائے جنہیں باپا خان کے
پیش روؤں کی حیثیت حاصل ہے۔ اور جنہوں نے یہاں باپا خان سے پہلے نہ صرف یہ
کہ جدوجہد کے تسلسل کو قائم رکھا بلکہ اپنی پیشیں بہا قرانیوں اور مجاہدانہ کارناموں سے
ان مقدس روایات کو جنم دیا جن کی وجہ سے آٹھ پل کر باپا خان جیہ جوان بہت رہنا
پیدا ہوا۔

مالم بے بدل تھے انگریز دشمن گٹھی میں پڑی تھی
انگریزوں کے خلاف متحد جنگیں لڑیں آپ افغان
ہڈے ملا صاحب

میں جلال آباد سے تین ہزار ہزار گاون میں پیدا ہوئے، آپ کا نام نجم الدین خوری
زاوہ تھا۔ آپ نے امیر عبدالرحمان داس کے کابل کے عہد میں ہندو سرگرمیوں کے پروے

میں انگریزوں کی مخالفت جو بدھ مت کے مخالف تھے انگریزوں نے آپ کو گرفتار کر لیا اور آپ کو پھانسی دے دی۔
 اسے شکر بیکر شہید پرستوں میں سے تھا کہ یہاں تک کہ اسے پھانسی دے دی گئی تو اسے ہرگز نہیں
 ہڈی ہلا کے تمام جاتی قبائلوں کے گائے بھائیوں نے اسے شکر بیکر شہید کا معاصرہ کیا تو چند مردوں نے
 آپ سے کہا کہ انگریز آپ کو چاہتے ہیں۔ آپ نے کہا بے فکر رہو اور ہاتھ اٹھا کر دھا کرنے کے
 بعد یہ مردوں کو حکم دیا کہ جا کر جنگ کریں۔ جسے میں اس وقت میں ایسی شدید شہداء باری ہوئی
 کہ انگریزوں کی فوج ہر شکل میں ہار کر رہ گئی اور تمام گروہ بادیوں اور گھوڑوں سے وغیرہ وہیں چھوڑ
 گئی۔ شہید میں آپ مراغان کی حمایت میں انگریزوں سے لڑے۔

ہڈی ہلا کے تمام قبائل اور تمام پشاور و افغانستان میں بہت اثر تھا اور شہید
 فریدی تھے۔ حاجی صاحب ترکزی میں آپ ہی کے مرید تھے۔ اور حاجی صاحب اپنے پیر کی
 تعلیم و تربیت کے باعث ہی انگریز دشمنی پر مائل ہوئے۔

موجودہ پیر صاحب، مکی شریف کے دادا اور ان کے پیر سوات، ہڈی ہلا کے
 معاصرین و قاتل کے باعث ان کے یہ ہمیشہ سدا رہے رہے۔

مراغان سالہ دہائی قبیلے میں سست خیل خاندان سے تھا

عمران خان بند نول

دہ ۱۳۰۰ء میں مقام بند نول پیدا ہوا شہید میں اپنی
 ریاست کو انتظام نبھالا اور اسے سوات ویر اور پترال تک وسیع کر لیا۔ وہ ایک انگریز
 دشمن شخص تھا اس کی جنگ طاقت خاصا تھی صرف پانچ ہزار مسلح سوار اس کے پاس موجود
 تھے اس سے علاوہ ہزاروں قبائلی فوج اس کے ساتھ تھے وہ خود نہایت بہادر و دلیر و العزم
 انسان تھا، انگریز اس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے الجھنے لگے اور اسے قابو میں لانے کی تدبیریں
 سوچنے لگے۔

سب سے پہلے انگریزوں نے مراخان کے چھوٹے بھائی کس کی مخالفت پر اُبھارا
مراخان نے اس پر حملہ کر دیا، نواب دیر نے انگریزوں کے اشارے پر اس کے بھائی کی مدد
کی اور مراخان کو نہایت دشمنی ہوئی اور برس بعد مراخان نے لشکر جمع کر کے پھر نواب دیر
پر حملہ کیا۔ اس دفعہ نواب نے شکست کھائی اور مراخان کا علاقہ ہندول سے دیا سے پنج کوڑا
تک وسیع ہو گیا اس کے بعد مراخان کی انگریزوں سے متعدد بدبھڑکیاں ہوئیں۔ لیکن ہمیشہ
فتح یاب ہوا۔ ان دنوں پہلے پہلے کامیابیوں نے اس کے واسطے بلند کردیئے اور وہ تمام شدت
پر قبضہ جانے کے خواب دیکھنے لگا۔

۱۸۱۳ء میں مراخان نے آگے بڑھ کر چترال پر حملہ کر دیا اب انگریزوں کے لیے صورت
حائل ناقابل برداشت ہو گئی انہوں نے پوری قومی طاقت سے چترال کو گلہ دی لیکن مراخان
کی طاقت بھی کم نہ تھی سخت مقابلہ ہوا۔ قریب تھا کہ انگریز شکست کھا جائے لیکن عین وقت
پر انہیں نے مراخان کے شہر سپہ سالار سے کوہ ایک نہایت اہم مورچہ پر ڈراما چاہنے
لگے۔ لایا جس سے لڑائی کا پانسہ ہی ٹپٹ گیا۔ اور مراخان کو شکست کھا کر بھاگنا پڑا اور
اس نے افغانستان میں امیر عبدالرحمن سے پناہ لی اور وہیں وفات پائی۔

موروی صاحب اقبال طر پر انگریز دشمن انسان تھے۔ یہی

موروی عبدالعزیز

تنگنہ پر اپنے اُستاد چڑھے تو صاحب کا بھی کافی اثر تھا لیکن درحقیقت موروی عبدالعزیز
صاحب جن کا حامی صاحب بہت عزت و احترام کرتے تھے انہوں نے ہی حامی صاحب
کو مشہد دیا کہ وہ پیری ترمیزی چھوڑ کر یہ راستہ اختیار کریں، لہذا ملکہ خان صاحب نے
افغانوں کی اصلاحات پر آمادہ کرنے اور انہیں بدعشق خیالی جانے میں بھی موروی صاحب

کا ہاتھ تھا ان میں آپ سوات جا کر کام کرتے رہے اور وہیں انگریزوں کی سازش سے
شہید ہوئے۔

عاجی صاحب ترگزی | عاجی صاحب ترگزی اپنا علاقہ کے پیش رو تھے وہ سب
سے پہلے پشتون قائد ہیں انہوں نے پشتون قوم کی اس

مرد کی روٹھن کو حسن کہتے ہوئے سنا: میں ضلع پشاور میں اس وقت مردان بھی
شمال تھا میں اپنے ٹیلی اور صلاحی شن کا آغاز کیا اور اس میں کھڑا تن وہی اور سرگرمی
سے بہار اپنے گے کہ تھوڑے عرصہ ہی میں ضلع جو کہ لوگوں کے تمام نکال چکے تھے نہایت
دوسرے اور قتل قاتل کے قدمات ملک عدالتوں کے جات آپ کے تانہ اور علوی
جو لوگوں میں فیصل ہونے لگے اور پھر پھر اجڑی اور دیرین نظر آئے تھے کیونکہ کسی کو ہٹا
جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ آپ نے فصول اور بری عوامت بند کرانے میں نمایاں کامیابی
حاصل کی اور شاہی مرگ پر تمام فائز ہوئے۔ اس وقت ایک قوم بند کر دیں اس کے علاوہ آپ نے
اسلام و تبلیغ کے لیے سب سے پہلے سے علوی عرض میں سلاطین و سرکار کے جس میں
بھاری تعداد میں لوگ تسلیم حاصل کرنے لگے اس کے گویا پشتون قوم میں ایک نئی زندگی پیدا
ہو گئی یہ پہلا موقع تھا کہ ایک ضلع ختم قوم کی مسلمان بیڑا اٹھایا اور اسے اسلامی
اور قوی کرنے کی سہ دوشان کرنے کی کوشش کی اس نے سب سے پہلے کے عوام میں عاجی
صاحب نے ایسی ہر دھڑلی حاصل کر لی جس کی مثال اس سربے کی کاریج میں نہیں ملتی
عاجی صاحب اپنے شن میں اس قدر کامیاب ہوئے کہ جہاں بھی جاتے ہزاروں
کی تعداد میں عقیدت مندان کے گرد جمع ہو جاتے اور ہر طرح سے ان کی مدد کرتے۔ آپ
کی تقریباً تین سال کی مسلسل جدوجہد اور بے غیر کامیابی نے پٹنی کی حکومت کو بدحواس کر دیا

اور وہ ہلکا کر پشتہ زن کی اس سیاسی اور سماجی بیداری کو ایک بہت بڑے خسارے کا پیش خیر
 سمجھنے لگی کیونکہ اس میں بہت حد تک حکومت سے بائیکاٹ انگریزوں سے نفرت اور آزادی کی
 گون کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ کو محدود گیر وفاق کے گرفتار کر دیا گیا لیکن رشتہ داری کے بعد جب
 حکومت کو بھی صاحب کے عقیدت مندوں کے جوش و خروش اور جذبہ و پختہ اور صوبہ میں عام بیداری سے
 کا اندازہ نظر آیا تو اس نے حاجی صاحب کو ضمانت پر رہا کر دیا اور آپ کے بعض تلفات کو تین تین
 سال قید و سزا سے دی لیکن جب اس کے بعد بھی آپ کی رہائی میں کوئی ذوق نہ آیا تو حکومت
 آپ کو بار کے سخت پیشانی ہوئی اور آپ کو دوبارہ گرفتار کرنے کی تیاریاں سوچنے لگی۔

یہ سلسلہ کارنامہ تقریباً چالیس سال تک عظیم کا آغاز دہائی نہیں ہوا تھا۔ انہی دنوں صاحب نے اور
 جہتیں مروجہ سلاطین کا لالچ پشاور کی بنیاد کی حاجی صاحب کی قبولیت کے پیش نظر
 ان کی انگریز دشمنی کے وجود اس حد تک نگاہ نہ کیا کہ یہ انہیں دعوت دہائی کی اس
 وقت کو صاحب کی گرفتاری کے احکامات جاری ہو چکے تھے میں چوکی آپ نے اس قریب
 میں شمولیت کا وعدہ کر دیا تھا اس لیے میں یہ توقع پر آپ پر وہاں اپنے اس وقت
 آپ سے پہلے سے اپنا مزید حجاب جاتا تھا آپ نے نہایت دماغی طور پر وہ امور کا سنگ
 بنیاد رکھا اور دوسرے ہی لمحے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے نکل گئے آپ اسی عالم میں اپنے
 کافر بیٹے اور وہاں سے اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ساتھ نہیں بروہی جیل گزر رہے تھے
 شامل تھے ہجرت کرنے بغیر چلے گئے وہاں سے جہندوں کے آواز دہاتے وضع دہائی میں
 باوجود استقلال سہولت اختیار کر لی حاجی صاحب کی یہ ہجرت قید و بند کے ڈر سے نہیں بلکہ ایک باغی
 پر وگزارہ تھی۔

حاجی صاحب کے حوالہ فیضی ہجرت کر جانے سے انگریزوں کے کھلی صفت مانتے تھے

لگی ایک آتے بٹے صاحب اثر مذہبی رہنما کا ان کے ہاتھ سے نکل کر دشمن کی حیثیت سے قبائلی علاقے میں جا پہنچا تھا۔ بڑی خطرناک بات تھی خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ان دنوں یوپی میں بڑی ہلچل مچی ہوئی تھی اور پہلی جنگ عظیم شروع ہونے کے آثار صاف نظر آ رہے تھے اس وقت ایک انگریز افسر نے کہا تھا۔

”خارجی صاحب ترجمانی کا بارے بات سے نکل جانا ہندوستان میں ہماری سب سے پہلی ناکامی ہے۔“

اور سچ بھی ہے..... وہ حقیقت خارجی صاحب کا آزاد قبائلی علاقے میں ہجرت کر جانا ہندو پاک کی آزادی کے لیے نیک نال ثابت ہوا اور سیاسی رہنما جو اس حقیقت سے باخبر ہیں بخوبی جانتے ہیں کہ اگر آزاد قبائل میں خارجی صاحب انگریزوں کے خلاف ایک مضبوط محاذ نہ بناتے تو بیجا جم آزادی کی منزل سے کوسوں دور ہوتے۔

میاں اس دور کے چند دوسرے نوجوان مجاہدوں کا ذکر بھی ہے مگر نہ ہر گز جنہیں انگریز دشمنی کے باعث اپنے وطن عزیز کو خیر بد کہنا پڑا اور جنہوں نے آزادی کی لگن اور اسلام کی محبت میں نہ صرف اپنا گھر چھوڑا بلکہ اپنی تمام زندگی بلا وطنی کے عالم میں گزاری اور جس کو تو مر کر بھی اپنے پیارے وطن کی خاک نصیب نہ ہو سکی۔

پشاور کے ایک مشہور سرگز خانہ دار کا یہ نرنگاں ملی گڑھ میں اپنی فاری کمرل عبدالرحمن | نسیم احمدی چورنگہ اور ممبر سٹائن میں ڈاکٹر ممتاز احمدی

کی قیامت میں ایک جی دھوکے بھرا ترک چنچا اور وہاں دو سال جنگ میں ایسی مجاہدانہ خدمات انجام دیں کہ حکومت عثمانیہ کے وہاں میں انہیں قہر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا جنگ کے اختتام پر وہاں ہونے والی کارروائی کا اظہار کیا اور آپ کو اطلاع دی لیکن آپ نے قوم آباد

قاضی عبدالولی خان

آپ پشاور کے قاضیوں کے قابل قضاہذاق سے تعلق رکھتے تھے
تیسرا اور چوتھا فیصلہ کر کے کیا گیا تھا جس میں حقہ لینے کے لیے آپ ان چند

نوجوانوں میں سے ہیں جنہوں نے یہاں سب سے پہلے عوام میں یاسی بیداری پیدا کرنے کی ہم
وہ آغا نے کی اور سب سے خبر اور وقار لوگوں کو مجبوراً جھجھکا دیا۔ آپ نے جس ترکوں پر برطانوی
عد کے خلاف اپنے ساتھی بیدار ہو کر ان کے ساتھ احتجاج میں حصہ لیا اگر نیکو کے نہوت
آتشیں قریب میں انگریزی مل کے بائیکاٹ پر لوگوں کو آمادہ کیا اور اس کے بدلے قید و نظر بندی
کی صورت دیتے تھے۔ آخر تک اگر اپنے وطن سے جوت نہ کہ اتفاقاً جوت میں چاہا لیکن
بدقسمتی سے تک رہنے کی بنا پر وہاں بھی تیل میں ڈال دیئے گئے۔ بعد میں نادی مان احمد خان
کو قاضی صاحب کی شخصیت کو علم ہوا تو انہیں نہ صرف دیا گیا بلکہ ان کے سر پر مہر و
مقرر کیا اور پانچ صاحب خاص بنایا آپ سارے عرصے میں برسرِ افغانستان میں مقیم رہے۔ پھر
وہاں سے جرمنی اور جرمنی سے ترکی جا پہنچے جہاں اپنے دوسرے جلاوطن بھائیوں کا ایک وفد
لے کر سوئٹزرلینڈ گئے۔ بعد ترکی کی حمایت میں ہندوستانیوں کی ترجمانی کرنے کے وہاں سے
جرمنی واپس آکر بمقام ڈاکٹر مینٹ۔ ہاؤس کی پھر دوسرا اخبار مسلم ٹینڈرڈ نکالا جو
بیکے بعد دیگرے بند کر دیتے تھے۔ جرمنی، فرانسیسی، ملحدہ آپ نے یورپ کے دوسرے
ممالک میں دورہ بھی کیا اور اتحادی ہند کے لیے تحریک جہاد بیدار کرتے رہے۔

۱۹۱۹ء تک سربراہ کی ماسکی باگ نذر آپ کے ہاتھوں میں رہی۔ بالخصوص انھیں

اور سب سے پاک انسان تھے یہاں کے اور عین رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

محمد سنجری محمد اسلم سنجری

محمد سنجری مرحوم بہ محمد اسلم سنجری پشاور کے بہت
پرانے ماسکی گاہک ہیں سلسلہ میں انڈین ٹریڈنگ کمپنی

صدی تک پھیل چکی ہوئی۔ یہی تاریخ آزادی کا ایک ناقابلِ نظر گوشِ باب ہے جو نہایت
 دردناک واقعات و حادثات سے معمور ہے جس میں ایک طرف بہادر پشتون محام کی پرواہ نہ
 جانتا دی ہے تو دوسری طرف انگریز سامراج کے جاہلانہ، تلخاوانہ اور وحشیانہ تشدد کے منظر
 مناظر ہیں جن سے چٹانیں دھلا کوئی رو میں بھی نہ آجائیں۔

اس تشدد و اندوہ دور میں جن اولیاءِ مسلم حضرات نے سر دھڑکی بڑی لگا کر قوم کی رہنمائی
 کا بیڑا اٹھایا انہیں وقت کا شہید و کتا ہی پس پشت ڈالنے کی کوشش نہیں کی کہ اسے لیکن
 مستقبل کا مورخ ان کے کسنہری کھانا کھن سرزد نشاندہ اقدامات اور بے پناہ قربانیوں کو
 کبھی نہیں بھول سکتا۔

بڑھیم ہندو پاک کی جنگ آزادی میں سرحدی مہنڈوں کا بڑا حقہ ہے۔ اس مردم خیز
 نعل نے گزشتہ نصف صدی میں کتنی ہی ایسی گراں ہا سیاسی شخصیتیں پیدا کیں جن کے
 مجاہدانہ کردار پر ہامی قوم اور ملک بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

خان عبدالغفار خان المعروف باپا خان سرحد کی انہی فیر تانی شخصیتوں میں سے ہیں
 آپ نہ صرف ملک کے اس پار بیٹھے والی نمیزین پشتون قوم کے مقبول اور محبوب رہنما ہیں
 بلکہ تہذیب و تمدن کے این چنہ ایک چوٹی کے سیاسی دھنڈوں میں سے ہیں جنہیں بین الاقوامی
 شہرت حاصل ہے۔ آپ اس، خدائی خدمت گار، تحریک کے بانی بانی ہیں جس نے
 قبیلوں، خیلوں اور زبوں میں جی ہوئی پشتون قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا آپ نے
 سرحدی دیہات کے طوفانی دور سے کر کے پشتونوں میں بیداری کی لہر دوڑادی۔ آپ کی
 آتشیں تقریریں نے سرحد کے گوشے گوشے میں بنیادت کے شعلے بھڑکا دیئے اور آزادی
 کے پروانوں کے دیوانہ مدد شمع حریت پہاڑی جانیں شاد کر دیں، جیل بھر دیئے، گولیوں

ایسا خاص نہایت جفا و اعلیٰ کردار کے ایک اہل اصول انسان میں انہوں نے پہنچا جس
سالہ ستیا سی زندگی میں کے تقریباً پچیس برس کا طویل عمر قید و بند اور نگرانی کی نقد کر دیا اور
کبھی ٹھہری کر بھی اس کی شکایت نہیں کی اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ جنہوں نے وطن
کی راہ میں قصویٰ بہت تکلیفیں بھی گزاریں ہیں لات دن نہ مرث اس کا اظہار کرتے نہیں
تھکتے بلکہ ان کا مصروف طلب کرنے سے بھی نہیں جوتے اور بعض تو اپنی قربانیوں کا بھاری
مصروف و مولیٰ کرنے کے بعد بھی مطمئن نہ نہیں آتے بلکہ کچھ نہ کچھ مزید حاصل کرنے کی فکر میں
رہتے ہیں۔

ایسا خاص ذاتی اور پراقتدار ہرست نہیں بلکہ ہمیشہ اس پیر کے خائف رہنے میں جس کا
ثبوت ان کے حالات زندگی سے فراہم ہو سکتا ہے وہ نام و نمود کی خواہش سے بھی کوسوں
اُپر ہیں چنانچہ غیر ضروری جگہوں اور تفریروں سے انہوں نے ہمیشہ اوقات و حساب
کرنے کی کوشش کی۔

ایسا خاص فطرتاً عزت پسند واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک بار ایک سامان آدمی میں
انہیں سیاحت میں جبراً لے کر لایا اور اس کے لیے ان کے عظیم شاعر و خوش حال غزل نگار
نور محمد چوڑا کو خود نجی لپٹوں پر بٹھایا اور ان پر ان کے لیے خاص ٹیبلٹ
گوشہ عیلت میں بیٹھنا نہ کہیں ہو گیا تھا وہ احساس تھے، غیور تھے، ان کی قوم ذات و بکبت
کے عیسائیوں میں زحمتی جا رہی تھی اسے بچی اور غلامانہ رہنمائی کی ضرورت تھی خود ان کی
ضرورت تھی اس لیے وہ انہیں نہ چڑا سکے اور سرکبوت ہو کر میدان میں کود پڑے۔ ... عہد
انگریزوں میں انہوں نے انگریزوں کے انتہائی تشدد اور دشمنی کے باوجود کبھی کوئی کمزوری نہیں
دکھائی۔

وہ اس جرنیلوں میں سے نہیں جو اپنی فوج کو آتش و خون کے سلسلے میں مجبور کر خود
ماتہ دیکھتے رہے۔ جوں جوں ہر آزمائش کے موقع پر سب سے پہلے انہوں نے اپنے آپ کو قربانی
کے لیے پیش کیا، ہر سخت اور مشکل لمحے میں وہ ہمیشہ سب سے آگے سینہ تانے ہوئے نظر آئے۔
ہندوستان کے درمیانہ حصوں کے لوگ نسبتاً ترقی یافتہ تھے تعلیم و تربیت اور سیاسی شعور
میں کافی آگے تھے پھر وہ ان کمپنی کی حکومت کے اقتدار کا بھی یہ مان نہیں تھا اس لیے وہ اس
سیاسی رہنماؤں کو کام کرنے سے بے زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔

یہ ان لوگوں کے عادات و اس سے بالکل مختلف تھے یہ خطہ شروع ہی سے نہایت پس ماند
واقع ہوا تھا محام میں تعلیم نہیں تھی سیاسی بیداری نہیں تھی نسبتاً غربت اور معاشی یہ حال
سنہوں کے طے ہزار دیئے تھے حکومت دروغ و زور کی بی تعلیمت نہ ہو کہ کو آتا دبا کا تھا اتنا
جڑا لکھا تاکہ وہ ہل نہیں سکتے تھے ہل نہیں سکتے تھے کچھ سوچ نہیں سکتے تھے اس کے علاوہ
حکومت کے خصوصی کلاماً تو انہیں نے انہیں ہر طرح کا مال تھا۔

یا چاہتا تھا کہ ایسے پس ماندہ امور کی یہ روح فضا اور مخلوق جیسے ہیں کام کرنا چاہتا تھا۔ انہوں
نے سب سے پہلے جاگیرداروں کو انہیں اور ہر ایسے اور اس کے خواتین اور خواتین کے بچے جیسے کہ
ان کی ملکیت اور ہر حال کا احساس دیا۔ انہیں بتایا کہ ان کے پاس کیا ہے اور ان کے پاس کیا ہے
پھر انہیں بتایا کہ اس کا زبردور ہے جو تمہاری محنت اور خون پیسے کی دھن پر پیش و پشت کرتا ہے
اور تمہیں ہاتھوں کی آگ میں جھنڈے کے لیے مجبور کرتا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو سکھایا کہ خدا کا علم
نہیں ہمارا دل ہے۔ وہ بے نقصان نہیں بلکہ بہت بڑا منصف ہے اس نے کسی کو بڑا چھوڑا
نہیں بنایا اس نے سب کو ایک جیسا پیدا کیا ان پر اپنی حسرتوں کی کیساں اور ان کی لیکن بس
انسان نے ان فستوں کو اپنے لیے مخصوص کر لیا اور دوسروں کو ان سے ہمیشہ کے لیے محروم

کر دیا انہوں نے حمام کر بایا کہ تمہاری بھوک تنگ اور آشتی مال کا ذرہ وار وہ انگریز ہے جو منہ پار سے آکر تمہیں ساہا مال سے ٹوٹ رہا ہے تمہارے ملک کی دولت پر ڈاکے ڈال رہا ہے۔

وہ غریب لوگوں کے غروں میں ہمارے حق کے ساتھ زمین پر بیٹھے ہیں کے دھندلے دھندلے میں شریک ہوئے اور ان کی بندوبست حاصل کرنے کے بہت نہیں کیا کہ غلامی تمہاری ہی طرح کوشش پوست کا انسان ہے اس لیے اس سے ڈرنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں اور اس کے برابر چلا اپنی پریشانی تمہارا حق ہے۔

انہوں نے احساس کرتے ہی کے شکاوتیں دیں کہ وہوں سے غلامی، پولیس اور حکومت ان کو نکال کر نہیں بلاویں اور وہوں کی اور جرات کا دس دیا۔ میں انگریزوں کو دیکھتے ہیں وہ اسلام کرتے تھے اس سے قدرت دہانی اور اس سے کریمتہ کے لوگوں کو تیار کیا۔

پھر ملک کی جگہ ان شروع ہوئی وہ آپ پر جسے پولیس میں ملک اس پر مل نوئی شہنشاہیت سے لڑتے رہے اس کی سلطنت میں کچھ سوچ غریب نہیں ہو تھا اس کے پاس بجادی ٹیکس برائے بازار ہم بند تھیں سفین اور کبھی ختم نہ ہونے والی فوج تھی اور دوسرے غیر مسلح بے دست پاؤں کے سپاہی — اور کھادیں تھیں اور اور گروہیں اور اور یوں تھیں اور اور سینے اور سر پانی کے پینے کے تھے دشت دور اندیش کے حکم سے تھے پہلی اور چھین تھیں اور اور وطن کے جانثار پر دہنے اور آتش فرود تھیں اور اور ایمان بھیجی اور غرض فرعون تھا اور اور سرسبز ہوئی اور بوجھ کا غضب تھا اور اور غلامان محمد کا عہد استقلال اور اور ملک غلام فرعون فرق نیس اور بوجھ قریب ہر کہہ اور انگریز سامراج کی سلطنت کا سوچ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غریب ہو گیا۔

آٹا پودا جب کہیں باک آتا ہی کا منہ دیکھنا نصیب ہے۔

یہ آٹا آٹا سو کام نہ تھا جن ٹٹوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ ان کے خالی خولی نمودن بیانون اور

تقریریں سے صرف چند دنوں میں آٹا دی لی گئی وہ دیکھ دو ہفتہ پہلے آپ کو دھوکا دے رہے

ہیں حقائق کو سمجھنا ہے ہیں ان کا یہ دھوکا

بہت بڑا ڈاڑ ہے۔

تاریخ کا سب سے بڑا جھوٹ ہے

۱۵

دیکھ دیوں کی انتہا ہے

اگر یہ آٹا کھڑا، آٹا ناوا، آٹا ڈرپک نہیں تھا کہ وہ شیعہ تباہیں قسم کے لوگوں کی گیند بھیکو

سے ڈر کر ہال بٹا، مٹ دیکھنے کے لئے ٹھک کو دیا، استبداد سکھ بوجے پھڑا سنے، سنے لئے حصول

آٹا دی کے لئے میاں

برسوں طوفانی بد و مہد کی گئی

سا ہا سال تک دلیرانہ جنگ لڑی گئی

دشمنوں کو خاک مٹا دئے گئے گئے

اس جنگ آٹا دی کی تاریخ ایک نونین داستان ہے جو سو سال دور دورہ ملک دانتا

سے اٹل پڑی ہے جس کا آغاز تو المیہ تھا ہی — لیکن انجام کو بھی خود دشمن اور بے مدد

لوگوں نے المیہ بنا کر پھیرا۔

اس جنگ کے دل دھننے دارے واقعات پر نظر کی جائے تو سنائے، دیکھئے، دیکھئے

جو جانتے ہیں۔ اس میں مجاہدین وطن کو

سکھاروں کی دھار پر رقص کرنا پڑا

آتش و خون کی لہروں سے کھینا پڑا

عجیب سپاہوں اور چٹانوں سے ٹکریا پڑی

اس میں کتنے ہی مافک، ہری کش، عجیب نور اور غازی جڈا رشید جانوں پر کھیل کر اپنی

جوانوں کو آزادی وطن پر بحیثیت پڑھائے، سینکڑوں ہزاروں نے اپنے متعین خون سے نئی آزادی

کو سینپا، اسکے پردہ پر چڑھایا اور اسے خزاں کے بے رحم ہاتھوں سے چاٹنے کے لیے اپنے قوی

دھن کی باتی لگا دی۔

اور جب آزادی ملی تو اس کا سہرا کس خوش نصیب نے سر نہکرایا یہ ایک الگ داستان سے

جس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔

بقول اچا خان جو ہونا تھا ہو گیا اس کا نہ کوئی ٹکڑا نہ شہریت۔۔۔ مقتدا آزادی

حاصل کرنا تھا سو پورا ہو گیا، یہ اعزاز جس کی قسمت میں لکھا تھا اسے مل گیا۔ ہادی جہ رشت

خدمت نئی کوئی لالچ نہ تھا کوئی فرض نہ تھا قیام نہ تھا ہم تامل میں نہ اس کے نہ ہٹنے کا غور

ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ باپا ملک کی تقسیم نہیں چاہتے تھے، ہندوؤں مسلمانوں کے اختلافات

کا کوئی ایسا خوشگوار حل چاہتے تھے جس میں کوئی بھی حصہ دار نہ رہے اور ملک کی وحدت

بھی قائم رہے لیکن ایسا کون سا بھی بارگاہ انتہائی دشمنوں کے دہس سکا اور آخر تک تقسیم ہو

گیا۔ جماعت اور پاکستان ہندوؤں اور مسلمانوں کی دو الگ الگ یا ستر بن گئیں ملک پار کا

غلط پاکستان کے حصے میں آیا۔

قیام پاکستان کے بعد باپا خان اور اس کی جماعت نے اسے پر خا در فیت قبول

کر یا اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ کہ وہ یہیں رہ گئے اگر وہ پاکستان کو تسلیم نہ کرتے تو
 نہایت آسانی سے جہات چلے جاتے جہاں ان کے لیے سب کچھ موجود تھا لیکن انہیں اپنا
 ملک عزیز تھا انہوں نے یہیں رہنا پسند کیا اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اسے ذہنی
 قبول کیے ہیں۔ یہ نہیں بکرا نہیں نے پارلیمنٹ میں علف و فامدی یا اور بار بار اعلان کیا کہ
 پاکستان بننے کے بعد اس سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں، اور یہاں دامن ہے اور اس کی کشت
 اور حفاظت کو ہم اپنا حق سمجھتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود بعض منفہ پرواز لوگوں نے ملک کے با اختیار لوگوں کے دل
 میں شکوک و شبہات کا ایسا زہر بکھیر دیا کہ باپا خاں کے مسلسل اطلاعات یقین دہانیوں
 اور پیلوں پر بھی ان کا قلعہ قویاں دور نہ ہو سکیں ان کے دل صاف نہ ہو سکے ان کی رائے
 نہ بدل سکی

میں کہ ہاں مست کہ اختلاف قانون قرار دے دیا گیا

نہیں گذر کر کے طویل مدت کے لیے جیل میں ڈال دیا گیا

ان کی مہارت اور مال منال ضبط کر دیا گیا

میں کے پریشانی پر شرمناک مظالم ادا کئے گئے

اور خود باپا خاں پر انوکھس ٹک اور بدل دکھائے دے الزامات لگائے گئے۔

ملک سے دفاعی کامیاب با اختیار لوگوں کو دفاعی قرار دیا گیا اور تمام غربت

پر خود دامن دشمن اور غریب کی عورتوں کے ایشیٹ ہونے کا سونا کا نام لگا کر بیرہنی دیا

کی نگر میں پاکستان کے قتلہ کہ اتہائی نقصان پہنچا دیا گیا کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا

تھا کہ یہاں چند ایک با اختیار لوگوں کے سوا اور کوئی بھی وطن دوست شخص موجود نہیں

ایچا خان کو اس بات کا انکس نہیں کہ —

ان کی توقعات کے خلاف ملک کی تقسیم کیوں مکمل میں آئی

انہیں اس بات کا مدد نہیں کہ —

حکومت کی بالی ڈور انہیں دیں نہ اس نے تین عقد تھے .

انہیں مدت اس بات کا دلچسپی نہ تھی

تو انہیں وہ لوگ دشمنی کا انہیں مدد دے رہے تھے جو خود کو اس کے دلوں دوست

نہیں سمجھتے اس کی بجائے قریبوں کا ملکہ انہیں یہ مل رہا ہے کہ —

ان کے لیے میں پرست شخص پر چھوڑ دے ہمارے لیے وہی ہے اس کے انکس

عزت اور آرامی کے لیے قریبوں کو یہ ملکہ دلوں کا ذلیل ان بہتان لگاتے

ہوئے وہ لوگ خود انہیں شرمندہ اس تھا اس کے انکس انہیں قریب

ذہن کے بلکہ ان کا پتا ورق نہ صحت میں کافی ہوگا .

ایچا خان کو اس بات سے بیدار نہ کیا ہے اس پر کیا ہے یہ باتیں کیجیے ایسی ہیں گائی ہو

کوئی دوسرا ہوگا . یہ ملکہ سے یا تو کسی کے قلب پر ہو جائے کہ ان کے قریبوں کو ملکہ لیکن ایسا

خان بڑے دل کے ہے انسان میں وہ اس ملکہ کے باوجود اس لوگ کی خواہش کا وہ بھی ملک

بڑا سمجھتا ہے وہ ملکہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اس میں اپنے قریبوں کے خیال میں نہیں کر سکتے

وہ اتنا نہیں سوچتے کہ میری دوستی سے انہیں فائدہ ہی نہ دے ہے نقصان کوئی نہیں میں تو خالی فائدہ

ہوں میں تو ان کی خدمت کو چاہتا ہوں ملک اس کے خدمت کو چاہتا ہوں میں اسے مدد سے نہیں ملتا

حکومت نہیں ملتا ایسے نہیں ملتا میں تو صرف خدمت کرنے کی اجازت ملتا ہوں ایسے کہ میری خدمت انہیں

چکی ہے میں اس سے نہیں ملتا میں تو صرف خدمت کو چاہتا ہوں میں اسے مدد سے نہیں ملتا

جہ وہ بھی نہیں ملتا اس سے

افول

.

.

باجا خان

ابتدائی حالات

پشاور سے ۲۳ میل اندر دیپالے سوات کے نزدیک ایک چھوٹا سا سرسبز شاداب
 قصبہ واقع ہے جس کا نام باجا خان زئی ہے۔ یہ قصبہ پر تعلیم نب و پاک کی تاریخ آزادی میں بڑی اہمیت
 کا حامل ہے۔ کیونکہ یہی وہ مقام ہے جسے نوابانہ خاندان عارفانِ عرب باجا خان کی خیم بھری
 ہونے کا فخر حاصل ہے۔

باجا خان ہمارے جنگ آزادی کا ہیرو ————— جو اپنی طویل قامت، خوبصورت انداز
 خال اور پُر جہل چہرے سے توہم یفانی معنوں کا شہکار محسوس ہوتا ہے۔
 جو آسائش کی بندی اور پیادوں کا درمیان سے اُٹھ کر بھی پورے استقلال سے اپنے تمام
 پر اعتماد، بنے جس کی ہستیاں حیات پورے پر تعلیم کی جنگ آزادی کی داستان ہے۔
 جس کی چالیس سالہ ریاستی جدوجہد کی دھج بھری کہانی متحدہ ہندوستان کے ترین
 فہم دور کی کہانی ہے جو سنگ نوح ماحول کا پروردہ ایسا فوادسی انسان ہے جسے انگریز سامراج

کے ظلم و استبداد کی بھی کبھی شے بھی نہ لکھ سکے جس کے جذبات کو انگریز کی جابر حکومت کی انتہائی قوت بھی نہ جھکا سکی جس کی تاریک گات ہمت نے مصائب کے پہاڑوں کو مسلا کر دیا جس کی قوت ایمانی نے باطن کی صفوں کو اٹھ دیا۔

باجا خان عبید و استقلال کا پکیڑ اٹار کا مجر کہ دار و عمل کا بے مثال نمونہ —
 جس کی جسے نظیر قربانیوں نے ملک و قوم کو غلامی کے جہنم سے نکال کر آزادی کی جنت سے روشناس
 کرایا جس کی مسلسل مجاہدہ مذہبوں کے انگریزوں کی شہنشاہیت کے مہیب بت کو چکنا چور کر
 دیا اور وہ اس سرزمین سے اپنی ملکیت کا تسلط اٹھا کر پر مجبور ہو گئے۔

باجا خان — جس کی سالہا سال کی بے قربانی نے ہماری آزادی کے ثبوت نے خواب کو
 شرمندہ تعمیر کیا جس کی ہر کی کارشوں نے ہمیں غلامی و کمزوری کے قعر مذلت سے نکالا جس کی قدرتی
 کی سنگ و درو سے پاکستان کی تخیلی ریاست عالم وجود میں آئی۔

باجا خان —

ملک کو نجات دہندہ ہے

قوم کا حقیقی محسن ہے

آزادی کا دیوتا ہے

پاکستان کا —

مستقبل کا ہے

ابراہیم کلہ ہے

جنرل ناصر ہے

باجا خان نے جوش و شہادت و قہر میں جنگ آزادی کا آغاز ہر چکا تھا اور ہندوستان میں

مختلف سیاسی تحریکیں شروع تھیں، متعدد جہتیں کام کر رہی تھیں۔ انگریز حکومت کا استعمال اور وطن پرستوں کا استقلال دونوں اپنے اوج کمال پر پہنچ چکے تھے برسوں کی خدائے زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان کو دیکھ کر ہونچے تھے، وہ ان سلاسل کو توڑنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگے تھے، ایسے جس اور بے جان لوگوں میں زندگی کا احساس پیدا ہو چلا تھا ملک میں ہر طرف انقلاب زندہ باد کے نعرے گونج رہے تھے۔

ملک کے دوسرے حصوں میں آزادی کی جواگ بڑاٹھ اٹھی تھی اس کی انہی صورتوں میں ایک نئی آہنی تھی اور یہاں بھی بغیر رعب سے نوجوان سردار کی بازی لگا کر میدان میں کود پڑے تھے، انگریزوں سے لڑنے کے لیے تھے، آزادی پر پروانہ دار اپنی جانیں نثار کر رہے تھے۔

لیکن اس وقت تک کوئی منظم کام نہیں شروع ہوا تھا۔۔۔۔۔

کیمٹی کی قیادت قائم کر دی گئی اور اسی مدت میں ہونے لگا لیکن میری یہ تنظیمیں محض پشاور نہ تھیں بلکہ ملک بھر میں، دوسرے حصوں اور خصوصاً دیہات کی طرف توجہ دینے کا کسی کو موقع نہ مل سکا۔

باجا خان نے اس کمیٹی کو برقی طریق محسوس کیا اور اس لیے شروع ہی سے انہوں نے دیہات کی طرف اپنی توجہ مبذول کی اور اپنی تنظیم کو سارے صوبے میں پورے نظم و نسق کے ساتھ چلایا، پھیلایا اور اسے ہمہ گیر بنایا۔

باجا خان کے والد بہرام خان قباچ زئی کے بہت بڑے خان اور زمیندار تھے۔ انگریز حکمرانوں سے ان کے تعلقات بڑے خوش گوار تھے، شہنشاہ کے فدا کو تا کا مہربانے میں انہوں نے انگریزوں کی بڑی مدد کی اور اس کے صلے میں سیکڑوں ایکڑ زمین جاگیر میں پائی

اپنے ملنے کے تمام انگریز خدشوں کی تقد کرتے تھے اور انہیں اقوام سے رچا کر رہتے تھے۔

یہ تنگ و تاریک اور گھٹا ہوا ماحول تھا جس میں سب سے پہلے، خدائی نہ مست ہمارے۔
 باپا خان نے ششما میں آنکھ کھولی وہ اپنے صحت مند والدین کا پانچواں بچہ تھا۔ ان کا خاندان
 پشتونوں کے مشہور قبیلے محمودی سے تعلق رکھتا ہے، آپ کی پیدائش کے وقت گھر میں اور درویش
 میں سے آپ کے ایک بڑے بھائی عبدالجبار خان عرف ڈاکٹر خان صاحب موجود تھے۔ جن کی
 تلمیذ پیدائش ششما میں ہے۔

ڈاکٹر خان صاحب نے مشن ہائی سکول پشاور سے میٹرک اور ایڈورڈز کالج سے ایف اے
 کیا ایک سال تک بی بی گرائٹ میڈیکل کالج میں رہے اور پھر انڈین میڈیکل کالج کے لیے انگلستان
 روانہ ہو گئے۔

خان عبدالغفار خان نے ابتدائی تعلیم گھر پر ماس کی پیر مشن ہائی سکول میں پڑھتے
 رہے میٹرک کے امتحان میں فیل ہونے کے سبب سکول چھوڑ کر علیگڑھ پئے گئے لیکن وہاں
 سے بھی تعلیم اور صحتی چھوڑ کر آنا پڑا۔

تعلیم چھوڑنے کے بعد والد نے فوجی خدمت کے لیے مجبور کیا لیکن ایک انگریز افسر
 کے ہاتھوں اپنے ایک دوست کی توہین ہوتی دیکھ کر آپ نے یہ روادہ بھی ترک کر دیا پھر باپ
 نے انجینیئری کی تعلیم کے لیے انگلستان بھیجا جہاں آپ کا بڑا بھائی ڈاکٹر خان صاحب پہلے
 ہی سے ڈاکٹری کی تحصیل کے سلسلہ میں تعلیم تھا لیکن آپ کی والدہ صاحبہ نہیں سب سے چھوٹا
 بچہ ہونے کے باعث آپ سے زیادہ محبت تھی آپ کی ملاقات گورنر کریمپن اس لیے
 آپ اپنے والد کی اس خواہش کو بھی پورا نہ کر سکے (افسوس کہ جس والدہ سے آپ کو اتنی محبت

مٹی مرتے وقت اس کا منہ بھی نہ دیکھ سکے : جنازے میں شامل ہو سکے کیونکہ اس وقت آپ
جیل میں تھے۔

اپنی ابتدائی زندگی کے متعلق باپا خان خود فرماتے ہیں۔

”ہندی طرت اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنا غلات شروع سمجھا جاتا تھا البتہ مسجدوں میں
کتب ہوتے تھے۔ جن میں مولوی قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے اور تھوڑی بہت مذہبی تعلیم دیتے
تھے۔ برطانوی دور کے شروع ہوتے ہی یہ کتب تو بند ہو گئے لیکن ابھی جگہ بہت قہورے سے
اسکول قائم ہوئے تو ان نئے سکولوں کے بہت غلات تھے لیکن میرے والد اتنے تنگ نظر
نہ تھے انہوں نے ہمیں مشن سکول میں داخل کرا دیا میرے بھائی نے پنجاب یونیورسٹی سے
میریڈکولیشن کا امتحان پاس کیا ایک سال عہدے گرانٹ ریڈیئل لالہ میں رہے اس کے بعد
ڈاکٹر کی کونسل کے لیے انگلستان روانہ ہو گئے۔ جب بھائی صاحب کو انگلستان بھیجنے کا مسئلہ
پیش آیا تو ہماری قوم میں بڑا دایلا بھاؤ لگا یہ اندیشہ ہی ہر کرتے تھے کہ کہیں وہ عیسائی نہ
ہو جائیں یا وہیں سکونت اختیار نہ کریں یا کسی انگریز لڑکی سے شادی نہ کریں، آخری بات
پر ہی بھی ہوتی لیکن میرے والد ان معاملات میں بڑے وسیع النظر تھے انہوں نے فرمایا کہ میں
اپنے بچوں کی تعلیم کے واسطے میں عامل ہونا نہیں چاہتا۔

برمنسٹم سے میں میریڈکولیشن کا امتحان پاس نہ کر سکا، میرے انگلستان بھیجنے کے معاملہ پر
بھی غور کیا گیا لیکن اتفاق سے خاندان میں دو تین موتیں واقع ہو گئیں اور یہ ایک بدشگون
سمجھی گئی اس ناگلی حادثات اور تباہی کی وجہ سے میرے دو قیمتی سال ضائع ہو گئے، بالآخر
بھائی صاحب کے ایک انگریز لڑکی سے شادی کرینے کی وجہ سے میرا انگلستان جانا ہمیشہ
کے لیے فٹنی ہو گیا اور میری تعلیم یہیں ختم ہو گئی۔

لیکن مشن اسکول کی تھوڑے عرصہ کی تعلیم سے بھی مجھے بہت کچھ فائدہ ہوا اسکول کے
پرنسپل ریورنڈ ڈاکٹر م کی ایک سیرت اور نفس کشی نے انہیں شاگردوں میں ہر روز عزیز بنا دیا
تھامیں نے اپنے پرنسپل کو دیکھ کر اس زمانہ میں یہ مہیا کیا کریں بھی اس طرح اپنی قوم کی خدمت
کروں گا۔ ابھی میرے انگلستان جانے کا سارا بالکل ختم نہ ہوا تھا اور میں نے سیاسی میدان
میں قدم نہ لگا تھا کہ مجھے فوجی میں داخل ہونے کا شوق پیدا ہوا مگر ایک سپاہی کی حیثیت
سے ام پیدا کر سکوں چنانچہ تربیت یافتہ سپاہی ہونا چاہئے۔ علاوہ انہیں میں ایک معزز خاندان
کا فرد تھا یہ چیز میرے لیے اور بھی خواہش تھی اور میری درخواست منظور ہو گئی۔ فوج
میں داخل ہونے کا مجھے بڑا اشتیاق تھا میری جان پہچان کے بہت سے لوگ اعلیٰ اعلیٰ
جہاز پر غارتھے میں دل ہی دل میں فخر کیا کرتا تھا کہ میں خاص طور سے اس کے لیے موزون
ہوں۔ لیکن اشد کچھ اور ہی متکثر تھا اتفاق سے میں اپنے ایک فوجی دوست سے ملنے گیا اور
وہاں میں نے اپنی آنکھوں سے یہ ذلت آمیز منظر دیکھا کہ ایک بچے کے درجہ کے انگریز نے
اپنی سنت قرین کی بر میں منہ دیں گے کہ فوج میں ہرگز داخل نہیں اس کے بعد
ایک سال تک ملی شمع میں رہا وہاں جاکر وہ بڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ مولانا ظفر علی خان
کے روزنامہ اخبار زندیدار اور مولانا ابوالکلام آزاد کے مشہور مجلہ روز اخبار اہللال کار جو
افسوس کہ جنگ کے زمانہ میں بند کر دیا گیا اس بڑے اخبار سے معاملہ کیا کہ تقاضا میرات
سے یہ تعلق یہیں سے شروع ہوتا ہے اور قومی تعلیم سے مجھے اس وقت دلچسپی ہوتی رہی کہ
سنت میں سور میں بہت سے قومی اسکول قائم کرنے میں میں نے خاص حصہ لیا تھا جنگ عظیم
کے بعد ہماری خدمات کے سلسلے میں۔ ورلڈ بل کا تحفہ ہمیں پیش کیا گیا اور ہاتھوں سے اس کے
مختلف کاروائی شروع کی تو میں جو کمال اس میں شریک ہو گیا دوسرے صوبوں کی طرف ہمارے

صوبہ میں جو ایسی شرافتیں جو تین دن کی اس سے قبل نیک نہیں تھیں اتنا نئی کے ہر پارلیمنٹ
 دسے جلسہ میں تقریباً ایک ایک آدمی شریک تھے صوبہ میں موجود تھے اس وقت سب کے گرد کا کوئی
 ذکر بھی نہ تھا لیکن اس جلسہ کا ہونا جو اس کے لیے بہت کافی تھا پانچ بجے گزرتا رہا گیا۔
 گزرتا رہا گیا۔ مگر قانون سے پہلے مجھ سے دریافت کیا گیا کہ یہ قانون کے بادشاہ ہونے میں
 نے جو بے بی میں نہیں جانتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ تو روزنامہ ہوں اور اس کے لیے قانون کو
 غلامی سے برواشت نہیں کر سکتا۔ میرے پاس ایک جگہ بھی کیا اس نے علم کی دھکیلیں
 دیں اور بہت سی سحر و ملیں پیش کیں میں ان میں سے ایک دلیل بیان کرنا چاہتا ہوں
 انہوں نے کہا کہ ہمارے صوبہ میں جو قانون اسد اور جرم ہر جہاں تھیں وہ اس وقت ایک سے
 کہیں بدتر تھے پر اگر چنانچہ کو اس قانون سے کوئی مخالفت نہیں تو وہ سبیل کی اجتماعی
 تفریک میں کیوں شریک ہوتے ہیں علو و اذی دوسرے صوبوں نے چھانوس کے ساتھ
 اچھے سے کام لیا کہ نہیں کیا پھر چٹان ان کا شک گزار لوگوں کے لیے خطرے میں ہوں نہیں
 لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں پیشہ خیال پر قائم رہا نتیجہ ہوا کہ بہت سے
 دروازے کے ساتھ بچے اٹھارے لگائے گئے۔ میں کوئی حویلی تبدیل نہ تھا نہیں بلکہ جو خطرناک ہوم
 تھا جھکڑیاں ڈال کر بچے میل میں سے گئے اور جب تک میں جیل میں ہا میرے پاؤں میں
 بیڑیاں پڑی ہیں اس زمانہ میں میرا جسم اب سے دو گنا تھا میرا وزن ۱۲۰ پونڈ تھا اس سے
 میرے پاؤں میں کوئی بیڑی ٹھیک نہ آتی تھی یہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے لیے کوئی خاص جوتی
 تیار کی گئی یا نہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ میرے لیے بیڑیاں تلاش کرنے میں نہیں سخت
 پریشانی اٹھانی پڑی اور باوجود جب انہوں نے ایک بڑی بچے پہنائی تو میرے منہ سے
 بہت سا خون بہہ نکلا لیکن میل کے انسروں کو بظاہر اس سے کوئی ترو دہنیں ہوا اور وہ کہنے

لگے کہ رفتہ رفتہ تم اس کے مادی ہو جائو گے۔ اسی پر انہوں نے میں نے زکی بکر محمد پر ایک سنت
الزام لگانے کی اپاک کوشش کی۔ میرے ٹائٹل کے ایک چٹان کو ٹیل ٹائٹل کے تار کاٹنے کے
جوڑ میں سزا ہوئی تھی اس سے دریافت کیا کہ تم عبد الغفار خان کو جانتے ہو اس نے اثبات
میں جواب دیا اور کہا انہیں کئی تحریک پر ہیں اس بعد بعد میں شریک بھاہوں ہیں پر اس
سے پوچھا گیا کہ کیا انہیں نے تم کو تار کاٹنے کی ترغیب دی تھی لیکن اس نے اس کی سخت
تذکرہ کی۔

میرے بڑے بھائی نے انگلستان جاکر لندن کے سینٹ تھامس ہسپتال سے ایم آر
ایس کا امتحان پاس کیا اس کے بعد نماز جنگ پر چھ گئے جنگ کے بعد وہ ابھی فرانس ہی
میں تھے کہ یہاں تحریک شروع ہو گئی۔ مذاہن میں ان کو ہندوستان کا ایک خط بھی نہیں ملتا تھا
انہوں نے واپس آنے کی کوشش کی لیکن چھ مہینے تک انہیں لندن میں انتظار کرنا پڑا
۱۹۳۱ء میں انہیں واپس کے حکام سے گویا جس وقت ان کے والد بھائی اور دوسرے
ہزار ہا میں تھے اس وقت فرانس میں وہ انگریزوں کی عازمت کو رہے تھے اور جان بڑھ
کہ انہیں ان واقعات سے مایگی میں رکھا جا رہا تھا جب وہ وطن واپس آئے تو انہیں بڑی
مشکل سے استعفیٰ دینے کی اجازت ملی۔

حذات سے متعلق ہونے کے بعد ڈاکٹر خاں صاحب کو بھی طرز پر مطلب کرنے لگے
الدمیرین کانگریس اور کانگریس کے مقاصد سے دلچسپی برابر بڑھتی گئی ایک موقع پر جہانگیر گاندھی
جی سے میں نے کہا تھا کہ صاحب کی درس گاہ میں انسان بہت کچھ سیکھ سکتا ہے میں سوچا
کہ تاہم کہ اگر میں کہیں مشین دانہ کی زندگی میں پڑ گیا ہوتا اور جیل کی سڑکوں سے لطف اندوز
ہونے اور اس سے نادم اٹھانے کا موقع نہ ملتا تو میری کیا کیفیت ہوتی میری چالی اور دوسری

میری ذاتی میرے لیے ایک امتحان تھی بعد کی سترائیں تو ان کے شباب میں کچھ بھی نہ تھیں
میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ابتدائی میں میری اتنی سنت تربیت کی ہے

مرحوم نقاد کے تعلق رعایت ہے کہ تعلیم چھڑانے کے بعد کسی اعلیٰ انٹر کی سفارش سے
ایک دور دورہ لگاؤں میں پڑھ کر گئے لیکن جب چامی لینے کے لیے بہرہ ور شول
اس لگاؤں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے اس آسامی پر کسی دوسرے
شخص کو مقرر کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت آپ نہایت دیو کس ہو کر اپنی قسمت کو
کو سکتے ہوئے وہاں سے لوٹ کر آئے ہوں گے۔ لیکن کے معلوم تو کہ یہ حالت ان
کے شانہ و شہرت کی ریشمیں میری ہوں۔

پانچاویں لکڑی میں نہ جانے انجینیئر کی تعلیم کے لیے انگلستان جانے سے محروم
ہوئے انہیں خود اس وقت اس کا افسوس ہوا نہ اپنے بچانے نہیں ضرور بد نصیب بنایا
کرتے ہوں گے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی سکورت تھی اس نے ان سے ایک ایسا ٹیلم کلام لیا تھا
جو فوجی کمیشن اور انجینیئر سے کہیں زیادہ اہم بننے اور ضروری تھا۔

وہ اپنے بھائی کی طرف ڈاکٹر بننے کے لیے قدرت منے انہیں پانی قوم کا میں بنایا
اور فوجی کمیشن حاصل کر کے بڑے افسر بنے لیکن خدا نے انہیں اپنا دم کا بٹہ تاج
بادشاہ بنا دیا۔

جیسا کہ پانچاویں نے نوا فرمایا ہے ان کے والد بڑے نیک اور فرائض دل انسان تھے
وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے نہیں جانتے تھے بلکہ ہمیشہ انہیں نہایت دراز انداز سے معاف
کر دیتے تھے۔ باپا تھان نے بہت سی اچھی باتیں اپنے والد سے دہشتے میں پائیں وہ
اپنے والد کی بہت تعریف کرتے ہیں۔

آپ کے والد نہایت بھاری زبان تھے۔ بچپن پر سب کرتے یا ان سے ان کی طبیعت کے خلاف کوئی کام کراتے کے تائی نہیں تھے چنانچہ انہوں نے باپا خان کو اپنے مال پر چھوڑ دیا اپنی کھیتی باڑی کا انتظام نہیں سونپ دیا اور ان کے حسب منشا شاد و گمادی۔

باپا خان نے بعد میں ایک دوسری شادی میں کی اور دوسری بیویوں سے ان کے اس یقین رکھنے میں بالکل غافل رہے۔ مہدی علی خان اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کی شادی ایک عیسائی صاحب زبیر علیہ صوبہ سرحد سے کر دی گئی۔

باپا خان اپنی بیویوں سے بہت محبت کرتے تھے اس کے باوجود ہر وقت ایک لہری میں متفرق نظر آتے بیوی نہیں اس بھونے بھونے انداز پر ٹوکتی اس کی کمر میں نہ آتا کہ دنیا عمر کی سائنس میسر ہونے پر بھی اس کا شوق ہمیشہ ٹکڑا کر رہتا ہے۔ باپا خان کی پہلی بیوی زبیرہ دوسری زبیرہ زبیرہ اور صاحب پورس کی عمر میں اپنے شوہر اور بچوں کو ملحقہ وفات دے کر حیات کو سدھا گئی۔

باپا خان کی بے چینی بڑھتی گئی یہاں تک کہ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر انہوں نے اپنے دوستوں واپس اپنے وطن کی طرف لوٹ کر آئے۔ ہر سنے اپنے تفکرات اور فہم کو قومی خدمت کی سہرہ وفیت میں ڈال دیا۔

اب انہیں کوئی فہم نہ رہی تھی۔ ان کی توجہ رہا تھا کہ انہوں نے کیا کام کرنا چاہیے۔ انہوں نے نئی ٹکن پائی، اپنی قوم اپنے مہم اپنے وطن اور اپنی آزادی کی و زوال لکھی۔

پشتونوں کو متحد آجیم یافتہ تنظیم ہونا چاہیے، انہیں مہذب اور آزاد ہونا چاہیے انہیں دوسرے لوگوں کے برابر ہونا چاہیے ان کی غارتگی آپس کی مسلسل دشمنیاں

کربانی اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔

انہوں نے بے عمل بے روح ڈھانچوں کے مقابلے ہو کر انہیں ملازم اقبال کے الفاظ میں سمجھایا کہ

بدریا فلفط و با محبتش در آدین

حیات جاوداں اندر سستیز است

باچا خان کے والد نے تقریباً پچانوے برس کی عمر میں ۱۹۲۴ء میں انتقال کیا۔
پچنے، ابد رحمہ کے علاوہ باچا خان حاجی صاحب ترنگزئی سے بہت زیادہ متاثر
ہوئے تعلیم پونہ کے بعد ۱۹۲۸ء میں ایک کارکن کی حیثیت سے آپ نے سب سے
پہلے حاجی صاحب کے ساتھ کام کرنا شروع کیا، ان کے ساتھ دورے کئے اور ان کا
ہاتھ بٹایا۔

حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم نے اپنی مسلسل جدوجہد سے سوبے کے مختلف
حصوں میں ۲۲ ریستے قائم کئے اور ہزاروں قبائلی اور فوجی اہل باب گروں نے ان
سے فائدہ اٹھایا۔ حاجی صاحب ترنگزئی کی ہجرت کر جانے کے بعد ان کے بھائی سردار
اکثر در سے بند ہو گئے، آپ کے بہادروں پر وہ یہاں موجود تھے لیکن ان میں سے صرف
باچا خان ہی ایک ایسا شخص نکلا جو ان کا سپاہی و شہادت ہوا اور جس نے اپنے آپ میں
ان سے نقش قدم پر چلنے کی پوری اہلیت اور صلاحیت پیدا کر کے دکھائی

جدوجہد کا آغاز تحریک ناک بل ۱۹۱۹ء

یوں تو باپا خان نے غلط ہی میں اپنی جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا لیکن اس وقت ایک مفکار کی حیثیت سے حاجی صاحب ترنگڑی کے ساتھ شریک ہوسکتے اور نمایاں طور پر سامنے نہیں آنے پاتے تھے۔

حاجی صاحب کے بھرت کر جانے کے بعد آپ ایک عرصہ تک خاموش رہے۔ آخر پورے غور و نامہ کے بعد باپا خان نے اپنے لیے نئے عمل ترتیب کیا اور اس کی رو سے مجاہد اعظم حاجی صاحب ترنگڑی کے اوجھ سے تبلیغی، اصلاحی اور تعلیمی پروگرام کو تکمیل تک پہنچانے اور اسے آگے بڑھانے کے لیے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا۔

اب باپا خان ایک دھماکے طور پر سامنے آئے، ایک باتامہ پروگرام سے کرکے اس نئے حقیقت میں زمانہ سے آپ کی جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے۔

اس وقت آپ صرت سوشل کام کرنا چاہتے تھے اور سیاسی میدان میں آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

یہ ۱۹۱۹ء کا زمانہ تھا پہلے جنگ عظیم کے خاتمہ پر، روٹ ایکٹ کے خلاف ہرگزینہ کے لئے سارے ملک کی اپنی لیٹ میں سے لیا۔ مورس سید کے طویل دماغ میں بھی یہ تحریک جنگ کی آگ کی لڑت پھیل گئی، اہل سرحد کے دوسرے سال کی بقی ہوئی آفادی کی چھائی شدہ سرگزین کر بھڑک اٹھی، برلٹ جیسے جیسے نے لوگوں کے دلوں میں وہ جوش بیدار پیدا کر دیا جسے دبا نا ممکن ہو گیا۔ انگریزی حکومت نے حالات کو بے قابو ہونا دیکھ کر ملک میں عام گرفتاریاں شروع کر دیں، ہندوستان کے تمام چوٹی کے لیڈروں کے ساتھ ساتھ سرحدی رہنماؤں کو بھی دیکھاروں میں جھبوس کر دیا گیا۔

مورس سرحد میں یہ سب سے پہلی آفادی کی تحریک تھی۔ ایک دن اپنا ملک صبح صبح پشاور

شہر میں یہ خبر پہنچ گئی کہ رشتہ ایکٹ پاس ہو گیا ہے۔ یہ دونوں ڈاکٹریں ی محووش پنجابی
کی دوکان اور قہر پشاور اسپتال سرگرمیوں کا مرکز بنی ہوئی تھی چنانچہ اسی جگہ
خدیجہ ذیل حضرات جمع ہوئے

قاضی عبداللہ

حکیم عبدالجلیل

پیر محمد انور

حکیم محمود بخاری

سرور ملاپ سنگھ

عمر بخش

ایاز احمد

ڈاکٹر محووش راور پند و سر سے ہندو فوجوں

انہوں نے ایک ٹینک کر کے فیصلہ کیا کہ شہر میں بڑا آلہ کرنا چاہئے چنانچہ سب
سے پہلے ڈاکٹر محووش نے اپنی دوکان بند کی اور اس نے بعد ازاں گاڑا سارے شہر میں بڑا آلہ
ہو گئی صوبہ سرحد میں یہ سب سے پہلی بڑا آلہ تھی۔ اس کا مقصد کے پیش نظر کرنا گئی۔
میدان فزیز خوشنما نے گاڑا قبضہ اٹھایا اور اس کا سب سے بل کے خلاف نوٹ لگا آ
ہو۔ عدلیہ کی صورت میں رمان ہوا جب پڑا نوٹ دوں سارے شہر کا پکڑ کاٹ کر یہ
جلاس واپس آ رہا تھا تو اس کے ساتھ تیس ہزار انسانوں کا مجمع تھا جو۔۔۔ روٹ بل ہائے
ہائے کے نوٹ لگا رہا تھا اس کے بعد ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں حکیم عبدالجلیل
اور حکیم محمد اسلم بخاری نے اپنی تقریروں میں روٹ بل کی تشریح کرتے ہوئے کوئی

کو خیر دہا کیا کہ مگر یہ بل ہم پر ٹھون گیا تربہ اصل پانچ ہو کر رہ جائیں گے اس لیے اسے کسی قیمت پر بھی میں قبول نہیں کرنا چاہیے ۔

اب یہ ہنگامہ ہر دوسرے دن برپا ہونے لگا یہ مگر بعد متلین سے بڑی خوفناک خبریں آ رہی تھیں۔ — وہی بسنی گو جو غولہ و ہرہ کو پچی بھگتہ احمد داس میں قوی کارکنوں پر تارنگ اور آفریزی لگا رہے تھے انہوں نے حکم دستم کی طاقتیں فیور پستوزوں کے بھڑکانے کو لیا کہ بھیں ۔ کہ پھانک امرتسر سے بھیا نولہ باغ کے غزینہ بادشاہ کی اطلاع نے بھتی پر تیل کا کام کیا وہاں ایک ہندو سے صنعت آفریزی فرمیں آفریزر بنزل اٹھانے کے حکم سے متکرم اور جیتے عوام پر نہایت دشمنانہ تاڑنگ کی گئی تھی جس میں سینکڑوں مجاہدین وطن کا سامنا تھا اس حادثہ سے سرحدی عوام کے دل غم و غصہ سے بھر گئے احمد برطوت ، اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی — پن تیر تھ پشاور کے ایک مسلمہ نشان اجتماع میں ایک نوجوان پشتون شاعر نے اپنی مدعا نشہ و نظم پڑھی جس کے ٹیپ کا شہر تھا

نشیاں باسہ مقام دنگ دے

یوں — دلاسا ہندوستان تگ دے

دل کے غیرت مند پشتون آفریزی کے یہ غیرت کا تقاضا ہے امید ہے کہ انہوں نے ہنگامہ

پشاور میں بدستور چلے گا دنگ دے ہو بہ تھے جن میں ہندو مسلم متحدہ طور پر جیتے یہ جیسے مسیحہ قاسم علی خان مسجد مہابت خان مسجد عیدگا ، پن تیر تھ ملک منڈی اور چک یادگار میں منعقد ہوتے جن میں مزیدوں لوگ شرکت کرتے ۔

اسی دوران میں ایک دھند پشاور شہر میں پورے کے سونے دیکھے گئے جی پامیر

امان اللہ خان مالی افغانستان کی ہر فنی و معنوی یہ تھا کہ وہ فقیر و غریب پشاور پہنچ رہے
ہیں اس پر شکر کے تیسرے دن افغانستان جنگ کا آغاز ہوا۔

اس پر مشر نے انگریز حکام کو بدعنوان کر دیا اور دوسرے ہی دن فوج کشی میں
داخل ہو گئی پھرین ٹھوسے، ساسے، ٹورکھا، راجپوت اور بھاسی قندار میں گورا فوج جسے
دوسرا بیس کاں بنو میں آگیا۔ جس پر جسے سے دن کے بارہ بجے تک یہ فوج
شہر سے گزرتی رہی۔ بارہ بجے شہر کے دروازے بند کر کے شہریوں کو محصور کر دیا گیا اور
ان ٹیڈروں کے کہو ایسا پر شکر کے ذریعے شہر کے گئے جو ان میں گزرتا رہا جو اپنے تھے مانتے
ہی چیت کشنہ۔ ہائی کیل ڈیٹا کشنہ کزل کین تھا اور ملٹی میٹر شٹ مڑا کا ست
جو بعد میں ریڈیٹ کزل آل انڈیا اور آل انڈیا ہجوم منسٹر میں ہوا کی طرف سے شہر میں
کو ایک نوٹس لگا کہ ان ٹیڈروں کو اگر حکومت کے سامنے نہ کیا گیا تو شہریوں پر اپنی بند کر
دیا جائے گا۔ ان ٹیڈروں کے نام یہ تھے۔

قاضی عبداللہ، حکیم عبداللہ، سردار ملاپ سنگھ، شہرام، کیا نام، مال نام، آؤ
ان شاد، محمد عاشق، ذات مرچٹ، حکیم، سردار خوری، عمر بخش، سید عبداللہ شاد،

سب سے پہلے افغانستان کے وکیل، تبار کو گزرتا رہا اور چند مشہور افغان کاجروں کو زیر دست
کر دیا گیا ٹیڈروں کی گزرتی کے یہ یہ وہیں نے شہر کے مختلف حصوں میں شکر واپس
فلسفہ۔ اسی موقع پر حکیم غلام خوری، حکیم محمد خوری، قاضی عبداللہ عمر بخش اور کیا نام
وغیرہ زور ہو کر افغانستان پہلے گئے۔ باقی افراد کو گزرتا رہا کہ برا
بھی دیا گیا۔

اس کے بعد گزرتا رہا کا دوسرا شروع ہوا جس میں، محمد عبداللہ، قنداریاں، مل

میں آئیں ہر ماہ اور اتمان زنی کے سینکڑوں ہاکنوں کو تان پڑھیں۔ تو وہ دسے کہ جلیوں میں ڈال دیا گیا۔ اگر قرار شدہ ہفت روزوں اور کارکنوں کا مختلف سزاؤں کی ٹیبلٹیں ہیں چھ ماہ سے دو سال تک قید اور دو درجن بید زنی کی سزائیں بھی شامل تھیں۔

مرزا شاہ پچھلے والے آخر میں شاہ ویر کو قتل و قرار دے کر ہجرت میں بھی دیا گیا تھا۔ انہیں بید زنی کی شدید سزائیں دی گئیں اس روپ میں سب سے نو عمر لڑکا ہمایوں مسزین خوش باش تھا جسے فراڈیٹر کرانڈر کو لکھیں۔ نہ قیمت تین سالی عت کی نہ ہوتی۔

باچا خان سب سے پہلے اسی موقع پر نظر بام پر آئے وہ اب تک اپنے اسلامی ہم میں لگے تھے اور ابھی تک سیاسی غارتوں میں غرق نہ رہے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ سیاست دور رکھ کر قوم کی تئیں اور سماجی حالت کو سامنے لے کر بہتر بنانے کی کوشش کریں لیکن علی گڑھ سے پہلے یہ خطرات کوٹھڑیوں میں لے کر آپ سے دیا گیا۔ آپ نے اس نازک موقع پر محض قاضی بننا گوارا نہ کیا اور اللہ کا نام سے کراختاب کے اس آتشیں لہجے میں پھلانگ لگا دی۔

شہرہوں کے ہنگاموں کی غیر رفتہ رفتہ دیہات میں پہنچی۔ ہر جہیز گاؤں میں سب سے پہلا دیہاتی اجتماع ہوا اس کے بعد اسی ماہ اپریل کی دس تاریخ کو باچا خان نے اتمان زنی میں طلبہ لاء اس جلسے میں دور دراز مقامات سے لوگ جمع ہوئے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ کی جمعیت اس جلسے میں موجود تھی۔

باچا خان کا یہ سب سے پہلا جلسہ اور اتمان زنی کی تاریخ میں بھی یہ اولین سیاسی اجتماع تھا جس میں باچا خان نے اپنی سب سے بڑی تقریر کی۔

آپ نے اپنی اس دھماکے والی تقریر میں دولتِ بل کی شدید مذمت کی اور
ہندوستان کے مختلف شہروں میں انگریزوں کے تشدد اور ظلم و ستم کے خلاف پرنڈ
اجتاج کیا۔ آپ نے صوبہ سرحد کے خواتین کی انگریز پرستی، عوام کشی اور ملت زدوشی کے خلاف
بھی بہت کچھ کہا اور بتایا کہ جلدی غلامی اور بد حالی کے ذمہ دار یہ لوگ ہیں جو محض اپنے مفاد
اور خفہ کے لیے حکومت کے ہاتھ منہ پر رکھ رہے ہیں۔

آپ کی تقریر سے پشتون عوام بے حد متاثر ہوئے اور ہر لڑکے آپ کے چرچے ہونے
لگے۔ لیکن خواتین آپ کے سخت خلاف ہو گئے۔ آپ کے اپنے گاؤں میں آپ سے کہیں
نیادہ بڑے بڑے خان موجود تھے آپ چاہتے تو ان کی تعریف کر کے اس کی بھڑوسی اور
تعاون حاصل کر سکتے تھے مگر آپ کی یڈرشپ کے لیے مفید نہیں تھا لیکن آپ نے ٹھنڈے
خواتین کے بوائے اپنے ملک کے ہزاروں لاکھوں غریب عوام کا پیڑھ بننا پسند کیا۔ ان
کا اعتماد حاصل کیا اور بڑے لوگوں کی مامانگی کی کوئی پروا نہ کی۔

اس تقریر کے فوراً بعد ہی اتھان زئی میں گرفتاریاں شروع ہو گئیں فوج نے گاؤں
کا محاصرہ کر دیا اور ڈیرہ سو کے قریب سرکردہ کاکنوں کو گرفتار کر لیا جن میں آپ کے
والد ہیرام خان بھی شامل تھے۔

اب پرمیس کو آپ کی تلاش تھی لیکن آپ ساتوں رات اپنے دو ساتھیوں عباس خان
اور صاحب میاں کے ساتھ سرحد بھر کر کے ہندوستان کے علاقے میں مابی صاحب ترنگڑی کے
پاس جا پہنچے۔ آپ اُناد قبائلی ہیں وہ کہ انگریزوں کے خلاف کام کرنا چاہتے تھے۔

حکومت نے پہلے تو یہ سمجھا کہ آپ اپنے گاؤں میں ہی دوپوش ہیں اس لیے وہاں
مختلف لوگوں کے گروں پر چھاپے مارتی اور گائے دلوں کو ٹھک کبوتر بھی لیکن سب کچھ

آپ کے فیہ تریں جانے کی تصدیق ہوگئی تو وہ بہت کھرائی اور آپ کو ان شخص کے
 ذریعے جواب بھیجا کہ اگر تم واپس نہ آئے تو تمہارے والد کو پھانسی دے دی جائے گی اور
 تمام جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔ یہ خبر سن کر آپ بہت پریشان ہوئے اور فوراً یہاں
 آکر گرفتاری دے دی۔

اس کے چھ ماہ بعد یعنی ۱۹۱۱ء کے اوائل میں انڈیا ٹورنٹ اور حکومت انڈیا
 کے ساتھ معاہدے کے ساتھ ہی اس تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا گیا اور اپا خان
 بھی جیل سے باہر آ گئے۔

یہ جدوجہد سے بھرپور دور صوبہ سرحد میں سیاست کا اولین دور تھا۔

۱۹۱۱ء میں اپا خان رہا ہو کر آئے تو سرحد میں ہجرت کی تحریک
تحریک ہجرت شروع ہوگئی۔ سر قاضی محمد ایدری نے محمد سے فتویٰ جاری کیا کہ
 ہندوستان اور عرب ہے اس لیے مسلمانوں کو یہاں سے ہجرت کر کے کسی اسلامی ملک میں
 چل جانا چاہیے اس فتوے پر سب سے پہلے پنجاب اور سرحد نے لبیک کہی سرحدی
 رہنماؤں نے مہاجر ہجرت پر انگلیاں در نوک دینا تمام ٹکٹوں دینے پر سچ کر بال ہیں
 محبت مہاجرین کے قافلوں میں شامل ہونے لگے علامہ کے کام اور رہنمایان نظام نے
 قرآن اور حدیث کے حوالے سے دے کر لوگوں کو ترک وطن پر اکاد کیا سب سے
 ایک سرت سے دوسرے سرتے تک گویا ایک قیامت صغریٰ پانچھی صدیوں کے
 آباد خراجڑ ہے تھے، مال و متاع کوڑیوں کے حوالے نیلام ہو رہے تھے جائیدادیں بیچی
 جارہی تھیں غریبی نصیب بلال کی جارہی تھیں۔ باب بیٹوں سے اور بیٹے ماؤں سے جدا ہو
 رہے تھے جو ان بیٹوں کی شادیوں میں والدین اتنی محبت برت رہے تھے کہ بغیر جانے

بوجے، دیکھے، بھالے جو نوجوان سامنے آتا کلچر پڑھا کر اس کے پنے بازو دیتے، ہر بوجے
 والدین سوز کے قابل نہ تھے وہ اپنے بچوں کو آنسوؤں بھری آنکھوں اور لرزستے ہاتھوں
 سے رخصت کر رہے تھے ہر طرف عزت کی آواز دینا اور بچوں کی گریہ و زاری سے ایک
 کھراں مچا تھا۔ جد ہر دیکھو لوگ جانے کی تیاریوں میں نہک نظر آتے اور ہر طرف سے
 یہ صدائیں آتیں

برباد ہوں پروا نہیں

مٹا دوں پروا نہیں

لے دوستو جو کچھ بھی ہو کہ بل چلو کابل چلو

سب سے پہلا جتھا مولانا عبدالعزیز، رقتی، ملود، عزیز ہندی لے کر یہاں
 پہنچے جو ان کے عزیزوں اور دوستوں پر مشتمل تھا اس موقع پر پشاور کے لوگوں نے ایک
 ہجرت کمیٹی بنائی جس میں حاجی جان محمد، علی گل خان اور باقی تمام مسلم اور غیر مسلم قومی کارکن
 بھی شامل تھے۔ یہ کمیٹی مہاجرین کی امداد اور ان کے استقبال کے لیے بنائی گئی جس
 کا دفتر بہوڑی ٹیٹ کے باہر قائم کیا گیا اس میں بے شمار وغیرہ شامل ہوئے پشاور
 کے لوگوں نے بے شمار قربانی دی اور مالی امداد کی چنانچہ کمیٹی کے دفتر سے پانچ آدمیوں
 سے لے کر پانچ ہزار آدمیوں تک کے تھے۔ روزے کئے گئے اور ان کے کھانے پینے کا
 انتظام کیا گیا۔ پشاور سے لے کر افغان سرحد تک خوراک اور پانی کا جگہ جگہ قبائل نے
 انتظام کیا۔ یوں تو پنجاب اور سندھ سے بھی قافلے آ رہے تھے لیکن اہل سندھ
 تو گویا سب کے سب گھربا بھوڑ کر چل پڑے۔ ایک جتھا جان محمد جانی سندھ سے لے
 کر آیا جس میں بہادر اڈمی تھے یہ جتھا دو دن پشاور میں قیام کرنے کے بعد غنائی

سوانہ ہو گیا اور شاہد اور صوبہ سہمد کے دوسرے حصوں سے پہلے دہلیہ قافلوں کا
 ساتھ بند ہو گیا۔ بہار آتا کہ سامان سے کربا پیادہ اور جانوروں پر افغانستان میں داخل ہوئے
 کہ افغانستان کی زمین ان پر تنگ ہو گئی والی افغانستان نے بہاروں کے اس سیلاب
 کو تو ان کے سے انکار کر دیا، بہار پرین کا بے پناہ جو کم ٹڈی دلی کی طرح نکلتی اور
 میدانوں میں ٹھکے آسمان کی نیچے پہلے پرے بھوک اور پیاس سے دم توڑنے لگا،
 عورتیں بچے اور فوجوں ایک ٹکس پانی اور ایک ڈرا دل کے لیے اپنی عزت ناموں
 اور منہ تھک بیچنے پر مجبور ہو گئے، اب نہ تو وہ آگے بڑھنے کے قابل تھے نہ پیچھے
 مرنے کی کھت تھی۔

یہ اذکار خبریں جب یہاں پہنچی تو بہار کھٹی کو مجبوراً فیصلہ کرنا پڑا کہ بہاروں
 نہ دینا تھے جیسے بند نہ رہتے باغی تھیں یہاں یہاں ماحول پیدا ہو چکا تھا کہ لوگ
 ان کے اس فیصلے کو تنگ و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے اور ان پر غلام اور ملت فریبش
 کو ان کو لگے کہ انہیں بنام و رسوا کرنے لگے۔

بنامہ پشاور کی بہار کھٹی نے جب اپنی اس فیصلے کی اطلاع دے رکھا کہ ان کے
 ذریعہ مدد خیر کی بہار کھٹی کو بھیجی تو انہوں نے ان دھنا کاروں کو تحریروں کا غبار اور
 ایجنٹ جان کر گرفتار کر لیا اور کوئی سے ان کو دینے کو فیصلہ کیا پھر جرنل میٹا اور آفر جب
 پشاور سے تصدیق کرانی گئی تو ان ضابطوں کو رہا کیا گیا۔

اس طرح ہجرت کی تحریک کا یہ میدان نہ تھا اور انہوں نے خاناں انسان اپنے
 گھروں کو واپس آئے لیکن ایک انہوں کے اتار یہ ہوئی کہ واپس آئے کے بعد یہاں
 بھی انہیں ان کے اپنی نگہوں سے نہ دیکھا اور انہیں حق میں طعنہ دیتے رہے کہ جہاد

کے لیے جا کر وہاں سے جہاں آئے ہو ۔

یہ ایک نہایت غلط اور جذباتی سا اقدام تھا جس کی وجہ سے یہ جلدی عوام کو بے پناہ مالی و جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ سلف یہ کہ اس وقت کے تمام بڑے بڑے تجزیہ کار جہانگیر و رہنما بھی اسی جذبات کی مد میں جھٹکے جنہوں نے لوگوں کو اس غلط اقدام سے روکنے کے بجائے اکسایا اور آواز سونپا کہ آخر اتنی معنوی و افتادگان جیسی مختصر مزیں میں کیونکر رہ سکتے گی ۔

ہجرت کی اس تحریک میں باپا خان نے بھی نہ صرف عقد یا بکر اپنے عزیزوں ، رشتہ داروں اور دوستوں کی ایک بھاری جمعیت کے ساتھ ، نہ شب قدر کے راستے گزلی گئے ، اور پھر واپس آتے ہوئے راستے میں ماہی صاحب ترنگزئی سے بھی ملاقات کی ۔ ہجرت کے متعلق باپا خان فرماتے ہیں ۔

”میرے ضعیف و ناتوان ہجرت کرنے پر سخت معذرت خواہ تھا مگر اس وقت دس برس کے قریب تھی میں نے نہیں دودکا اور انتہائی کم اپنی ضعیف و ناتوانی نہ سہی کہ از گم اپنی آبائی جائداد ہی کی خاطر اس ارادے کو متدی کر دیں ان کے قریبی ہم و ملکا بھائیوں سے زیادہ مضبوط تھے اور ان عمر میں بھی وہ دودور رنگ پھیل چل سکتے تھے غرض ٹری مشگل سے انہیں میں اس ارادہ سے باز رکھ سکا ۔“

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کا جذبہ اس تمام اور بڑے گیر تھا کہ فوجی تو فوجی ہی چند سال بڑھے بھی اس تحریک میں حصہ لینے کو سادہ داریں سمجھتے تھے ۔ دوسرا یہ کہ باپا خان کے والد پر اور خان کی ابتدائی زندگی غراؤ کی ہی کیوں نہ تھی پولیس آفیس میں وہ ویسے نہیں رہ سکتے تھے ان پر انگریزوں کی خود غرضیوں اور استبداد کی

پائیں گا۔ انہیں کیا درد نہ مرثیٰ سے نفرت کرنے کے بعد اپنی سابقہ انگریز فوج زندگی
کی آغوش کرنے کا بھی نہیں شدید احساس تھا۔

تحریک خلافت ۱۹۲۰ء

۱۹۱۸ء کے اواخر میں بریت کی تحریک کی بنیاد ۱۹۱۸ء نے
عربوں کو دل شکستہ کر دیا۔ نئے پٹے و نئے داپس آئے تو انہیں
نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کرنا پڑا۔ گھریلو کاموں پر شہرہ جی زندگی سب کو تباہ و برباد ہو
چکا تھا اور اسے دوبارہ برسرِ کار بنانا مشکل کام تھا۔ بہت سے انہیں اپنے غم میں کچھ ان کی زندگی گزرتا
تھا کہ دو سبب معاملات کی طرف توجہ دینا محال تھا۔ ان حالات میں عربوں سے سیاست میں دلچسپی
لینے کی توقع وہی نہیں ملتی جو وہ پہلے سے نوٹ لگانی و نکلن ہو چکے تھے اس لیے انہیں
بھی جو مسکے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی وہ تمام باتوں سے نفی کر لیں۔ انہیں فضا پیدا کرنے
کہ ایک بارہا شک کسی یا یہ تحریک کے پیشے سے امکانات نہ نہ آتے تھے۔

لیکن یہ یامی جو نہ آیا وہ عربوں کا وہ نہ رہ سکا۔ انہیں وہیں ترکی کی مخالفت عثمانیہ کی برابری
سے متاثر ہو کر سید الاحزاب مولانا محمد علی جوہر نے بھائی مولانا شمس الدین علی خان کی تحریک
میں اپنی اپنی جگہ پر دیکھتے ہی دیکھتے جہ مذہب قبول ہو گئے۔ وہ سارے ملک میں اس کی نشانیں
کا جہاں پہلی گئی۔

انگریز تحریک سرحد میں ان پہنچی مرکز خلافت کمیٹی نے پشتاد سے کارکنوں کو یہاں
پر کمیٹی کی شاخ قائم کرنے کی دعوت دی اور اس سلسلہ کا پہلا نتیجہ یہ تھا کہ وہیں میں منعقد کیا
گیا جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ اس بعد میں مولانا عبد الغفور صاحب نے اپنی تقریر
میں خلافت کمیٹی کی غرض و غایت اور اس کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد سرحد خلافت
کمیٹی کا مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا۔

آزید مقبول شاہ صاحب صدر ۹۰۵۵

بابر ذکریا خان نائب صدر
سرمسار گنجش سنگھ جنرل سیکٹری
چاچا جہاںگیر جانت سیکٹری

خلافت کیٹی نے محل میں آتے ہی پہلے سے زور شور سے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں ہجرت
کیٹی اگرچہ کام جو پختی تھی لیکن پشاور کے مشہور قدیم رہنما عابدی جان محمد مرحوم کی قیادت
میں ابھی اس کا وجود باقی تھا خلافت کیٹی کے وجود میں آنے پر آپس کی وفاق مقرر ہو گیا۔ ہجرت
میں نے نئی تنظیم سے تعاون کرنا منظور کر دیا لیکن ان کی جداگانہ حیثیتیں اپنی اپنی جگہ اسی
مراجہ قائم تھیں۔

دو دن تک ایک تھے۔ رفت کار جو ابدا تھے چنانچہ زیادہ عرصہ تک ان کا
اشتراک قائم رہا۔ آخر ایک دوسرے نے خلافت دونوں جانتیں پوری طرح صحت آرا
ہو گئیں ان جانتوں کی آپس کی مخالفت نے نہایت ناخوشگوار صورت اختیار کر لی
اور محرم میں ان کا وقار گرنے لگا۔

عابدی جان محمد صاحب جو محرم میں اپنی بے پناہ بازی والی قربانیوں کی وجہ سے ہائی
پرو عزیز تھے ان دنوں سے ان باجمعی جگہوں سے سخت دل برداشتہ ہو گئے دوسرے
رہنما بھی اس خلفشار اور اشتباہ کو بڑی جان محسوس کرنے لگے۔

اسی دوران میں وچینگو میں ایک سیم کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں پشاور کے
تمام قابل ذکر رہنماؤں نے شرکت کی وہاں سرمد سے خلافت کیٹی اور ہجرت کیٹی نے
تجارت کے علاوہ باچا خان بھی موجود تھے اس موقع پر بیرونی رہنماؤں کی طرف سے سرمد

ان دنوں ہاتھوں میں سمجھوتہ کرانے کی ششیں جوئے لگیں اور بالاخر دونوں جماعتوں کو توڑ کر
 بحیثیت خلافت کے نام سے ایک نئی جماعت وجود میں آئی مگر جس کی صدارت کے
 فرائض باپا خان کو سونپ دیئے گئے اور اسی طرح پشاور کے کارکنوں کے اختلافات ہمیشہ
 کے لیے ختم ہو گئے۔

نئی تشکیل شدہ جماعت میں نئی شرح چھوٹک دی اور تمام کارکن متحد ہو کر پوری قوت سے
 کام کرنے لگے۔ باپا خان کی صدارت کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ جماعت کی سرگرمیاں پشاور شہر
 کی حدود چار دیواری سے باہر کرنا صوبے میں پھیل گئیں خصوصاً دیہات میں اس کے
 خوب پریچے ہوئے گئے اور سیاسی کارکنوں کو دیہات میں پہلی دفعہ کام کرنے کا موقع ملا۔

۱۹۲۱ء میں باپا خان نے اپنے گاؤں اتان زئی میں پہلا
 آزاد قومی مدرسہ

پلاسنے لگے۔ یہ عوامی مدرسہ ترکمانی کے ۱۹۲۱ء میں شروع شدہ جسے پردیوار کی ایک
 کڑی محنت سے آپ نے صوبے صوبے میں دور سے کر کے اس کی شاخیں قائم کرنے کی کوشش
 کی۔ ان زمانوں میں حکومت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی لیکن چہرہ جی حکومت کو ان کی یہ
 محنتیں نہ تھیں۔ ان کے خلاف کئی سازشیں ہو رہی تھیں۔ یہ سازشیں بالکل ناکام ہو گئیں۔
 جس سے ان کے دل میں ہرگز شک نہ رہا۔ اس وقت وہ اپنے تمام وقتوں کو اپنے
 شاخوں میں صرف کر رہے تھے۔

اس میں بھی ایک چیز یہ تھی کہ اس امر کی توفیق دی کہ وہ اپنے شاخوں
 پر کاربند رہنے پر آمادہ کریں۔ انہوں نے میرے والد صاحب کو اس طرح سمجھایا کہ میرے والد
 صاحبوں نے خلافت پر توجہ نہ دی بلکہ اس میں جتنی نہیں کیا تو آپ نے تمام

ہوئے اس کا ذرہ ملا آخر شمع میں جالم کیا گیا۔ کانگریس کی متوازی حکومت کا جو قاضی
یہ احمد نے دلو کو بتایا جو ان کے خاکی جگر میں کے فیصلے کرتا تاکہ حکومت کے پاس مقدمہ
باندی میں لوگ وقت اور پیسے ضائع نہ کریں۔ اس وقت کانگریس کا تباہی کام تھا اور باقی
تمام وہ مہم خلافت لیٹی کے نبھا رہا تھا۔

من دونوں جماعتوں کی تنظیمیں ایک ایک جیسے لیکن آپس میں مکمل اتحاد و تعاون تھا
اور ان میں کوئی نہ اختلاف نہیں پیدا ہوا تھا۔

انہی دنوں اپنا ملک خلافت لیٹی نے چکا۔ انہیوں کا بازو بند کرانے کی جہم
شروع کی اس مسئلہ میں دواؤں جلوس نکلتے جن میں ہندی "پشتو نظمیں پڑھی جاتیں۔۔۔
حد راحہ جیکے نا خدا دے دپارہ دے ڈمانو فرقتہ دے مردانہ
دیو خلقت اکبر اولیٰ دے تبارہ حد جماعت نہ مور کنگنا
تامنہ سیر شمی مولارہنا

انہی کے لیے جیکے نہ جواؤں نہیں کہ لی فو مردارہ بنے۔ انہوں نے ان دونوں کو تباہی
بنے مسجد میں باکر نماز پڑھ کر فراتو متہ ماضی ہو۔

جے ناندی گھر سب سہی آسہ بنانہ کونجی جی نہ پاسی
پیا جیہی گشت مردار جی سبیت نہ گزارد

اس تحریک کی بنیاد اس لیے دلی گز کہ ان دونوں بہ دستاں میں پرنس آف دین
کی آمد آتی تھی اور اس کے دور سے من پشاور آئے تھے یہ وہ زمانہ بھی تھا اس لیے یہاں سکے

سیاسی حلقے شہزادہ کے استقبالیہ کرتا کام پناہ دے اور اس کے حالات نظام سے نمٹنے کے لیے
 حرم کو ایک لپیٹ فارم پر لے آئے اور ان میں بدایہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

تخریک کے شریک ہوتے ہی حاجی جان محمد زماں حکیم عبد الجلیل ندوی پشت
 دیر چنڈیوال، پٹنہ اور دوسرے تمام بڑے بڑے رہنماؤں کو دھندلایا اور سرحدی کے تحت
 زنگار کر کے ان کے نیاسپہن کی ضمانت مانگی تھی اور ضمانت دینے سے انکار کرنے پر نہیں
 تین تین سال کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔

خلافت کمیٹی کا دفتر قلعہ خانی بانہ میں تھا اور دست محمد خان اسپہ کی قیادت میں لکھنؤ
 نے بچاؤ مارکر کچھ کا قذات اپنے قبضے میں کر لیے اور چند نوجوان کارکنوں عبد الجلیل و دیگر
 کو گرفتار کر لیا جنہیں بدین رہا کر دیا گیا شہر میں جبر جبر منع قرار دے دینے لگے اور
 ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ کام جاری رکھنے کی گنجائش نہ رہی۔

اس صورت حال پر فوراً کرنے کے لیے ضمانت کمیٹی نے کارکنوں کا ایک نمبر اجلاس
 محمد خان نسواری کے مکان پر منعقد ہوا جس میں نہایت سوچ بچار کے بعد تمام اختیارات
 قائد بخش پر منتقلی صاحب کو دینے لگے۔

یوسفی صاحب نے فیصلہ لیا کہ ایک مسجد تعمیر ہو جائے اور خزانہ پشاور میں
 ایک جبر کیا جائے چنانچہ دوسرے ہی دن سات کی ہمدانی میں مسجد بنائی گئی جس میں
 بوجہ سے نہایت اعلیٰ درجہ کی تعمیر ہوئی اور قریبی ضمانت قرار دی گئی
 یہ دیکھ کر رضا نے غلط فہمی کی بنا پر حکیم عبد الجلیل ندوی کے چودے بھائی عبد الحمید کو گرفتار
 کر لیا۔

دوسرے دن شام کو پھر جبر کیا گیا اور محمد خان نے تعمیر کی اور اگلے روز

حکیم جیل کا دوسرا جہان جلائیڈ گرفتار کر لیا گیا۔ تیسرے دن پھر جیل میں تقریر ہوئی اور
حکیم جیل سے چھٹا اور جہان پکڑے گئے۔

چوتھے دن کراس ویٹ ڈپٹی کسٹرن نے حکیم عبد الباقی صاحب کے والد حکیم عبد اللہ کو بلایا
کر کہا کہ اپنے بچوں کو بھراؤ دینے میں انہیں سراندار چھوڑنا گا۔ انہوں نے کہا میں سے بچوں
نے یہ تقریریں نہیں کیں چنانچہ جب اسے پرمایقین دلایا گیا تو ایک ہفتہ بعد ان لوگوں کو چھوڑ
دیا گیا۔

ان ہنگاموں کے درمیان یہاں لاہور آئے لعل بادشاہ نجاشی نے پہلی دفعہ
ایک رضا کار کے طور پر غوث کیم کی کیفیت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ یہ رضا کار
بین آخر کا ذکر ہے آئندہ میں بادشاہ کے سامنے آنے سے غوث کیم کی دوبارہ جان بچ
گئی انہوں نے آتے ہی باغی کی بنیاد کی مدد کے لیے ملحق شہر ممبئی جلائیڈ پکڑنے
و منتخب کیا، نائب صدر سٹیٹ عمر بخش اور جنرل سکریٹری نے غوث کو رضی مقرر ہونے
آئندہ میں بادشاہ صاحب کو باغی کے رہبر کے طور پر متعارف کرایا۔

غوث کیم کا دفتر سٹیٹ عمر بخش کی جائیداد میں مقام چوک منڈی پیری پشاور قاضی
جس نے ملاوہ سٹیٹ صاحب نے خوب دل کھول کر باغی کی مادی مدد میں کی۔ رضا کار
کی نہایت مدد و دیاں بنائی گئیں جو اعلیٰ قاضی نے ان سے کوٹ پیون منڈی منڈی قاضی کا
پکڑنے پر شتمل تھیں

انہی ایام میں برطانیہ کے یہ سرگرمی و حق وٹ میں جیوی کے ہندوستان کا دورہ
کرتے ہوئے پشاور ملاوہ ہونے کی آمد پر تمام شہر منڈی باندھنے کی طرح ہمایا
کیا وہ جمعیہ آئندہ بھنگری گیسٹ میں داخل ہوتے ہیوں تھر سوڑ منڈی باندھنے کی شکل

سوار رضا کار آمد دوسرے ہزاروں لوگوں نے ان کا شہادہ استعمال کیا۔ جو کس جہاں تھا کہ دستے میں ٹی بسٹریٹ ٹریجیٹر نے ان کے بڑھ کر سوز بہان کے باعث میں ایک بندہ لٹا دیا جو انہوں نے اپنی جیب میں رکھ دیا۔ جو کس شہر میں داخل ہوا تو مختلف گروں سے اس کا غیر مقدم کیا گیا، غرض یہ تھے۔

گاندھی کی جے

انقلاب زندہ باد

ہوم رول سے کے رہیں گے

جس کا بی دروازہ تک پہنچ کر تھم کر دیا گیا کرنا تو سیٹھ غرض سے سکھانہ واقعہ کہ وہ پڑ میں ٹھہرا گیا وہاں کرنا تو صورت نے میں یہی ٹریٹ کا دیا ہوا تھا کہ کول کر پڑھا سلیم ہوا وہی کی تھہ پانچتہ ہو گیا نہ تھے سینے نیچے پر ہو گیا تھا۔

جب چار بجے وہ ڈاکٹر کی بیٹھک میں پہنچ کر ٹی سی سے ملنے گئے تو انہوں نے ان کی مخالفت کی تھی کہ سرگرم کارکن جیو تہ غرض میں نے اپنے زبان میں بہانہ پائی ہے کہ انہیں یہاں سے لے جانا چاہیے پائی ہے ڈسٹنر انہیں سینے کے نیچے آئے کرنا نہ ہو وہیں وہ کنی ہو کر ان کو وہاں سے سیدھا بلے گا وہیں پہنچا دیا گیا علیہ شاہی باغ میں تھا جہاں ساما شہر انڈیا تھا اس جیسے کی سداست آغا لعل بادشاہ سادہ منب نے ان کی نے تقریر شروع کی جس کا ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ کیا گیا اس نے پشتور کے لوگوں کی ہاں نوازی کی بہت تعریف کی اور ان کی بددیہہ آزادی کو تسلیم کیا اور سرے دن وہاں غیر دیکھنے کے بعد یہاں واپس چلے گئے۔

۱۹۲۲ء میں خلافت عیسائی کے فیصلے کے مطابق

مرہٹا مغل علی خان قاکڑ کچھ اور غازی مبارک خان لدھیانوی کو پہلے پہلی پشاور بلایا گیا اس موقع پر ملک اول خان مشہور قومی کارکن ہیں جو جہان د سے پشاور آئے۔ ان لوگوں کو خلافت کی پیشگی کے دفتر میں ٹھہرایا گیا اور نہایت پرہیزگار طور پر جسے گارڈ میں پہنچایا گیا جہاں ایک عظیم نشان جلسے میں انہوں نے نہایت جوشیل اور باغیانہ تقریریں کیں نتیجہ کے طور پر اسی مدت انہیں جیل کٹھن کے حکم سے پوریس کی حراست میں ڈھک کے اس پار پہنچا دیا گیا اور سرحد میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا

اس وقت خلافت کیٹی کے تمام بڑے بڑے مشہور مسعودی ہٹاؤنی ملاخوں میں بند تھے اور جماعتی نظام کو عام نہ جانے ان کا دکن نہایت خشن خوبی سے چلا رہے تھے۔

پریس آف ولز کی آمد
سیاسی حلقوں میں پھر گرما گرم پیدا کر دی اس وقت تمام قابل ذکر سرحدی رہنما جیلوں میں تھے پھر دونوں بد پوریس نے پھر خلافت کیٹی کے دفتر پر بھاڑ مار کر ہیبت سے مزید کارکنوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ پریس کے بعد بچے کچے رضا کاروں نے ایک خفیہ اہل اس میں انڈیشن پر مبنی صاحب کو صدر، تاج محمد شاد کو سر مگر اور محمد عثمان کو کیپٹن منتخب کیا اور سب نے تحریک خلافت سے دھارن کا طعنہ کھایا۔

حکومت نے اپنی تشدد کا کام انہوں سے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ رضا کاروں کے لیے کام کرنا مشکل ہو گیا لیکن سختی میں رستہ ہوتے ٹڈتے جتنے کہ رضا کار بھی کام کرنے سے گھبراتے کیونکہ ہر ایک باتنا تھا کہ اس جماعت سے تعلق رکھنا قید و بند کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس وقت کیٹی کے نین کاروں کا تعداد ۲۵ سے زیادہ نہ تھی لیکن وہ سب زوجہ ان سرخبر سے تشدد اور بندہ حوصلے۔

سرکاری محکمات میں پرنس آف ویز کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور غلامانہ کیسٹ
نے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا اور قومی کارکن اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے جدوجہد
کرنے لگے حکومت سرحد چوٹی کے رہنماؤں کی گرفتاروں کے بعد ملتان میں حکومت قابو سے
باہر نہیں جس کے انگریز پرست سرانین نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر حکومت کو یقین دلایا
کہ ان کے ہوسنے کوئی غمگیناؤں واقعہ نہیں ہو سکتا۔

”سری طرف رضا کار اپنی طاقت جمع کر رہے تھے اور پوری ریلوے سے اپنے کام
میں لگے تھے حکومت ملات سے بے غیرت تھی حکومت نے اسے نوکروں میں جبر کیا
انہوں نے رضا کاروں کو بھجایا کہ شہر میں آکر پرنس آف ویز کے استقبال میں لگیں انہیں ناکام
وٹا تھا۔“

حکومت نے جب کوئی اور چارہ نہ دیکھا تو جمعیت غلامانہ کے رضا کاروں کی
تنظیم ہی کو غلامانہ قانون قرار دے دیا حکومت کا یہ سہاڑا سننے سے رضا کاروں نے انکار کر
دیا اور اس کی افکار ڈپٹی کمشنر کو دے دی اس کے بعد تمام رضا کار اس انتظار میں تھے
کہ کھڑی ساخت میں ریل گرفتاری عمل میں آجائے گی لیکن غلامانہ تو حکومت نے اس
ہوکے کو ہی پرکھ لیا تھا اس سبب نہ بھجا۔

جماعت پر سے زور شور سے سرگرم عمل ملی لیٹن رضا کاروں کی مختصر سی جمعیت
کے پیشانی غلامانہ کارکنوں کے چہرے یقین نہیں تھا تاہم سرحد کا انہوں نے ہمت نہ
خاری۔

اس دوران میں حکومت نے یہ تجویز بھی سوچی کہ شہزادہ کی پٹاری میں آگ سے ایک
جگہ شہر میں فوج داخل کر دی جائے اور وہ دکانداروں کو جبراً لائیں ملنے رکھنے پر

مجبور کیا جائے تاکہ ۱۰ اسی سالہ کوٹنڈاؤہ کی آدھے دوڑ شہر میں ہڑتال نہ ہونے پائے
 جماعت کے اراکین کو حکومت کے بلوں اور سیکسوں کی پل کی خبریں اپنے ہمدرد اہل کاروں
 کے ذریعہ پہنچ رہی تھیں۔ حکومت کی اس اسکیم سے کارکنوں کو بڑی پریشانی ہوئی کیونکہ
 اگر اس پر عمل نہ آد کیا جاتا تو حکومت کی کامیابی یقینی تھی کارکنوں کا، اضطراب بڑھ گیا اور
 وہ حکومت کے اس سو کو توڑنے کی تدبیریں سوچنے لگے

کارکنوں کو ایسے نڈر مشعلات میں اپنی کامیابی کا بہت کم یقین تھا لیکن وہ ایک
 حکومت سے ایسا ہی شدید غلطی ہوئی جس نے باعث توجہ نہ تھی کی کامیابی کے خود بخود
 اسباب پیدا کر دیئے۔

درمانی کی بھی چند مٹا کار و فزست بار نکلتے ہی تھے کہ ایک انگریز افسر سے ٹی کی
 فزیشن نے ایک پاپس کیا جو اس نے ایک دستے سے ساتھ سامنے سے آ رہا تھا یہ انگریز افسر
 رضا کاروں کو دیکھنے ہی متعل ہو گیا اور جس نے کی کھنی شروع کر دی مٹا کاروں نے بھی
 تکی برتو کی جواب دیا اس پر اس نے آگ بگڑا ہو کر اس تمام رضا کاروں کو گرفتار کر لیا حکومت
 کا یہ اقدام اس سے ہی میں نہایت منفرد ثابت ہوا۔ کارکنوں کو یہ باب سنا سے چاہتے تھے یہی
 یقین تھا کہ ان کی کامیابی کی صورت میں ایک خاص صورت ہونے کو اس موقع پر وہ کسی کیسی
 طرح گرفتار جائیں وہ اس کے لیے تدبیریں سوچ رہے تھے کہ حکومت کے اس
 ماقبت نا اندیش افسر نے ایک غلط کام اٹھا کر اپنی ناؤ خود اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

رضا کاروں کی گرفتاری کی خبر میٹروپولیٹن پولیس کے سارے شہر میں پھیل گئی
 نئی ہائیڈرٹا کار و فزیشن تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں میں لے کر ان کے ہاتھوں میں لے کر ان کے
 ان کامیابی کا پورا پورا خیال تھا کہ وہ ایک دوسرے کو مٹا کر ان کے ہاتھوں میں لے کر ان کے

اس کے مضمحل چہرے اس برقت بھی دوسے پگھلنے لگے۔ وہ فوراً دفتر سے نکلے اور شہر میں محوم کر ہسپتال کا اعلان کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں ایسی مکمل ہڑتال ہوئی جس کی نظیر نہیں ملتی تھی۔

حکومت کی اس اچانک حرکت نے حکومت کو کھانگی ٹسے پہنچا ملی کا احساس ہوا اور گرفتار شدہ مفکاروں کو فوراً رہا کر دیا لیکن جو ہونا تھا برچکا تھا اور اب یہ تکان جے ہو رہی تھی۔ مفکاروں کی رہائی سے کارکنوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں حکومت اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو جائے اور ہڑتال ٹوٹ نہ جائے اس لیے انہوں نے دفتر کی عیبت پر کمر سے ہو کر اعلان کرنا شروع کر دیا کہ آج اور کل شہر میں مکمل ہڑتال رہے گی اور کاروبار بالکل بند رہے گی اس کا خوشگوار اثر ہوا اور ایک دن کے بجائے چودہ دو دن شہر میں مکمل ہڑتال رہی۔

پرنس آف ویلز نے دستاویز میں یہاں جہاں پہنچے وہاں وہاں ہڑتال اس اندہ شدید نظر آ رہی تھی اب یہ مارچ کو انہوں نے پشاور آنا تھا حکومت اس کے لیے تمام شہر و سجاوہی تھی، خصوصاً چوک یادگار اور بڑی گٹری کو خوب زیبائیاں چوکی یادگار پر شاہی دربار کے انتہاء کا انتظام کیا گیا اور اس کے ڈھن کی فرخ آراستہ دیو پر کسٹہ یا کی شہر میں فروغ اور پرامن گشت کر رہی تھی حکومت نے دیہات سے دیہاتوں اور جاگیر داروں کے مزدورین کو مناد کر کے دھوکے میں دونوں طرف کھڑا کیا تھا، احتجاج کی صورت صومہ نہ ہو بلکہ استقبال کی شان ظاہر ہو۔

۶ مارچ کو تپوں کی سلامی کے بعد پرنس آف ویلز نہایت سادہ لباس میں "بیکہ من چوک یادگار میں پہنچا۔ فوجی بینڈ کے بارے میں پہلے اور مہر چند کھنہ نے ایڈریس پڑھا شروع کیا ہی تھا کہ اس کا کچھ نہ ہوا۔ اس نے جھوم میں کھڑے کرف ایک ملک نکلے

غزوہ بنگالہ

مہاتما گاندھی کی جے

ہیں پھر کیا تھا اس آواز کے ساتھ ہی گویا درد و دیو نے گاندھی کی جے کے غریبوں کی صدا آنے لگی اب ہر طرف سے اس درد شروع سے غریبے جذب ہوئے گزیریں و آسمان کو بچنے لگے مجرم نے جے کا جو ہو کر تو ڈیڑھ چوڑ شروع کر دی اور ان کی آن میں تمام آتش تباہ و برباد کر ڈالی پرنس آف ویلز کو بمشکل تمام بچا کر دہر سے گورنمنٹ ہاؤس پہنچایا گیا۔ پولیس نے عداوت پر قابو پانے کی بہت کوشش کی مگر وہ اس کے اس بھروسے ہوئے سیلاب کو روکنا اس کے یہ ممکن نہ تھا پرنس کے جانے کے بعد "راستہ کو تمام میاں جی" میں خلافت قانون قرار دے حکومت نے عام گرفتاریاں شروع کر دیں تمام رضا کاروں کو پھانسی دینے کی سرکاری دی گئیں جن میں مفتی شبیر علی قاسمی، قاسم حسین، غلام محمد، آف بزرگ شاہ، عبدالعزیز، خوش بخش، فضل رحیم وغیرہ شامل تھے۔

لش غرض یوسفی مدد آف لیل بادشاہ سرپرست سیٹھ عمر بخش اور محمد عثمان سرحد کو دو دو سال بعد وکیم کو ڈیڑھ سال اور مقدمہ رانی سیٹھی اور مانی کریم اور سرحد کو ایک ایک سال قید محنت کی سزا کا حکم سنایا گیا

انگریزی تعلیم کی مخالفت
یہ ہنگامہ میں سرحد پر تھا کہ ہندوستان سے انگریزی تعلیم کی مخالفت کا طوفان اٹھ اڑا۔ مسلمانوں میں یہ تحریک بہت پرانی تھی انگریزوں نے اس ملک کا اقتدار سنبھالا تو اپنی زبان کو رواج دینے اور اپنے مذہب کی تسمیح کو رواج کی کوشش شروع کر دی یہ چیز بہت حد تک غلامی کی زنجیروں کو مستحضر بنانے کی غرض سے ہر وہی تھی تاہم مسلمان مظلوم نے انگریزی تعلیم کی کبھی

محافظت کر کے قوم کو نقصان کے سوا کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ ہمسایہ قوم نتیجے کے طور پر ہم
کے قلعہ میدان میں بیٹھا گئے نکل گئی اور اس کی دوسرے حکم قوم کو کوئی کمی کے ہر شعبہ میں
پسے مانگ کا کام نہ ہوا۔

سریدروم نے سب سے پہلے مسلمانوں کی اس غلطی کو بری طرح محسوس کیا اور نہ
مریت انہیں قیدم کی طرف راغب کرتے کہ یہ عمر محمد جد کی بکسہ داستان میں
علی گڑھ کالج کی بنیاد ڈال رہے تھے پھر پانچواں غم کیا سریدروم نے اسے اور جب مقیم مروج
انگل ریڈروم نے بھیچ چکے تھے انہوں نے سٹیشن میں املا بہ کالج پٹنہ کی داغ
یل بک کر مذہب کی چال ترو اور پسند اور کوثر و قتل کی دشمنی سے دشمنی۔

اپنے اپنے وقتوں میں طاقت مانڈیش لاکوں نے اس وقت کی شدید مخالفت کی لیکن
اپنی تمام انگیزہ دوستی سے باوجود ان کے دل میں اپنی قوم کا درد موجود تھا اور ان کی طبیعت
نہ انہیں شہ پر اساس تھا اور یہ حقیقت ہے کہ ان حضرات نے جو اپنے حلقوں
میں قلعہ اور سے قائم کرنے کا طریقہ کار انجام دیا۔ اسے کسی اسامی نے جوتش نہیں ہی جانتا
ہجرت کی تحریک کی طرح اب انگریزوں کی تعلیم کی مخالفت کی ایک ہی اسامی کے نام سے کیا
کی کمزور اور غلط قوت فیصلہ کا نتیجہ تھی جس نے قوم کے نوجوانوں کو بے پناہ نقصان پہنچایا
یہ بتایا جاتا ہے کہ ان دنوں ملک کے تمام سربراہان اور لیڈر اور فیصلہ دہندگان جیوں
کی انہی سلاخوں کے حیرت سے زندگی گزار رہے تھے اور باہر کوئی بھی ایسا شخص موجود نہ تھا
جو لوگوں کی بھی راہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو نتیجہ یہ ہوا کہ میں فرسہ کی پھیل گئی
اور جس کا جی پاد لوگوں کو لڑا کرنے کے لیے نت نئے راگ دینے لگا۔
سند میں یہ فائدہ لہذا ہوا تو تمام نوجوانوں کو سرگاہ ہوا اور پھر ان کے پاس آ گئے۔

عبد القیوم خان بیرسر عطا شدہ خان، ملک امیر عالم، اور دیگر عید و بادشاہ، فاضل قی شید
 اور دوسرے سینکڑوں بیداری نوجوان کا بڑوں اور سکونوں کو نیر باد کہہ کر کل سیاست میں
 حقہ بننے کے لئے میدان میں کود پڑے۔

اس وقت تک امیر بادشاہ افغان کو گرفتار کرنے حکومت نے قیمن حال کے لیے
 جیل بھجوا دیا، ملک کے دوسرے حصوں میں بھی سرکردہ طلباء کو کڑی نگرانیوں دی گئیں جو
 بے شمار طلباء تعلیم چھوڑ چکے تھے یہ طوفان آئندہ کے بعد ان میں سے بعض نے دوبارہ اپنی
 تعلیم مکمل کر لی لیکن اکثر ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے۔

بادشاہ عثمان شہید دوم کی اصلاح کا یہ سہ کراٹے
 تھے دو سیاست میں آنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے
 بلکہ اس میدان سے الگ قتلگ رو کر محض سرشل
 خدمات کے تھے تھے عادت نے انہیں سیاست میں

انجمن اصلاح الافغانہ
 یا چاخانی کی رہائی

انجمن افغانیہ یہ ایک وقتی اور تنظیمی عارضہ تھا۔ ملک میں میل سے رہائی کے بعد وہ پھر
 اپنے اندر پروردگار پر عمل پیرا رہنے کے اگرچہ نیت کیتی تھے۔ انکار و اہل اندر تھا میں
 انہوں نے میان میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ چھوڑ دیا اور ۱۹۱۹ء میں افغان نئی
 میں جو آزادہ مدد سے قائم کیا تھا اور جس میں اس کے کامیاب کام کا آغاز یا تھا آج کے برعکس
 اور پیسہ لائے گئے۔ انجمن افغانیہ کی بنیاد رکھی میان احمد شاہ بیرسر
 اور پشتو کے مشہور آتش فشاں محمد اکبر خان غلام رحیم آپ کے دست راست
 تھے جن کی ہمت میں آپ نے اس بے جگری سے کام لیا جس کی مثال نہیں ملے۔ شب
 کے بعد دور دور تقریروں اور تھک محنت سے آپ بہت مدت تک پشتون قوم کی مدد

قیع رسوم کو مٹانے، ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور ان کے دلوں میں حصول علم کی جوت جگانے میں کامیاب ہو گئے۔ آفاق نئی کے مدار بہت سے دوسرے دیہات میں بھی قومی مدرسے قائم کئے گئے جنہیں ہندوؤں نے بچے تعلیم پا کر نکلے اور اگلے چل کر قومی کاروں میں انہوں نے نام پیدا کیا چنانچہ بابا خان کا ہر نہار ڈکے غنی خان اور شہور قومی کار کی اسٹرکچر حکیم نے اسی آزاد قومی مدرسے میں تعلیم پائی۔

ان مدرسوں میں نہایت دود و ساز سے بچے تعلیم حاصل کرنے آتے اور کچھ اس انداز سے ان کی تعلیم و تربیت کی جاتی جس سے ان کے دل میں آزادی کی ٹلن اور دلن کی محبت اور قومی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہی علم کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی تربیت کا بھی خاص خیال رکھا جاتا اور انہیں عمل زندگی کے لیے تیار کرنے کی کوشش کی جاتی ان مدرسوں کا انتظام و انصرام نہایت عمدہ تھا اور یہ اپنی گزراؤں خصوصیات کے باعث مثال حثیت رکھتے تھے۔ اب تک ہندو مسلم یک جان و دو قالب ہو کر ملک کی جنگ آزادی میں حصہ لے رہے تھے انگریز کی حکومت میں رچوٹ ڈالو اور حکومت کو رو۔ بالکل ناکام نظر آ رہی تھی یہاں تک کہ سرحد جیسے خاص مسلم صوبے میں بھی ہندو مسلم اتحاد کی اس سے بڑی مثال لیا ہو سکتی ہے کہ یہاں مخالفت کمیٹی کے سب سے پہلے جنرل میکڈونلڈ سرورڈر گورنمنٹ سگو تھے یہاں کانگریس کمیٹی کی تشکیل ہو جانے پر بھی گورنمنٹ مخالفت اور کانگریس دو ٹوٹ گیا تنہا نہیں تھیں لیکن دونوں جماعتیں یوں مل جل کر کام کر رہی تھیں جیسے وہ ایک ہی تصویر کے دو ٹکڑے ہوں دونوں کا مقصد ایک۔ پر دگر نام ایک اور لائحہ عمل ایک تھا اور اس لیے دونوں میں بہ مثل اشتراک تھا۔

لیکن آخر انگریز اپنی رچوٹ ڈالو کی پالیسی میں کامیاب ہو کر ہندوستان میں

مسلمی شروعات نے شدہی کی تو ایک شروع کر دی جو اس دیوار کی پہلی اینٹ تھی جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان گھڑی کی گئی اور توحید و قومیت کا جذبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہن پر گیا شدہی کی قریب تعصب کی بنیادوں پر رکھی تھی جس نے دونوں فرقوں کے دل نزوت کے زہر سے بھر دیئے مسلمانوں نے اس کے جواب میں تبلیغ کی تو ایک شروع کی نتیجہ کے طور پر جا بجا ہندوؤں فرقوں میں تصادم ہونے لگا۔ دہلیک دہلیک دہلیک دہلیک سے دور ہوتے گئے۔

ابن تحریکوں سے سرحد کے حوام کا متاثر ہونا بھی لازمی تھا اب ایسے حالات پیدا ہو چکے تھے کہ مسلمان بحیثیت مسلمان اور ہندو بحیثیت ہندو دوسرے پہ پہنچ رہے تھے۔ اس میں کچھ اونچا اچھلنے لگا ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھنا ہونے لگا۔

یہ فرقہ وارانہ تعصب کا سیلاب کچھ اس زور سے آیا کہ حوام کے علاوہ بڑے بڑے سنیو، یوگ، رکنے دسے سیاسی رہنما بھی اس سے نہ بچ سکے اور اسی رد میں جتنے گئے لیکن اس نے باوجود ابھی اس سیلاب سے رہا نہ کاغذ پوری طرح متاثر نہ ہونے پایا تھا خصوصاً سیاسی حلقے تو اس پر آگے تھے ابھی تک غفلت تھی اور وہ سب معمولی زندگی میں لپک کر کام کر رہے تھے بلکہ انہوں نے ملکی فضا سے اس زہر پرور اثر کرنے اور غلام کے فہم پر مانتہ کرنے کے لیے انتھک کام کیا اور حتیٰ الامکان لوگوں کو اس سکوم و دھماکا سے بچانے کی کوششیں کرتے رہے۔

۱۹۲۵ء میں مہاراجہ کے

بابا خان کی کانگریس کے کلکتہ اجلاس میں شمولیت

۱۹۲۵-۲۶

تمام سیاسی رہنما اور رہنما کا

دہلی ہر کہلیوں سے باہر آنے تو سب نے متفقہ طور پر مل کر پراڈیشنل کانگریس کمیٹی کو مضبوط کرنے کی ٹھانی اس کا دفتر قلعہ خوانی بازار پٹنہ میں مسجد قاسم علی خان کے متصل

میں ہونا کر لیا۔ اس لیے کہ اس وقت لاگرس کیٹی اور خلافت کیٹی کا پرانہ من کا ساتھ تھا، چنانچہ سرحد میں دونوں جماعتوں نے ان جلسوں میں شرکت کی تیاریاں پہلے سے خود خود سے شروع کر دیں۔

خلافت کیٹی کے مندوب ذیل آئندہ سے چنے گئے۔

حاجی عبداللہ علیہ السلام پیر محمد کریم آفندہ سید علی بادشاہ آفندہ پیر بادشاہ

میں سے ہزار تیس رضا کاروں کا ایک مجلس بھی منعقد ہوا جس کے انچارج حاجی محمد الہی مرحوم تھے اس مجلس میں پہلوان محمود، پہلوی فقیر محمد، محمد شفیع عرف الیوم، پہلوان پیر بخش احمد بہت سے دوسرے رضا کار شامل تھے۔

لاگرس کے منتخب ڈپٹی گیٹ مندوب ذیل تھے

علی گل خان سید قاسم جان خان میر گل خان عزیز بخش باش

چنانچہ خلافت اور لاگرس کے دونوں سرداروں پر مشتمل تھے ایک ہی ٹرین میں ایک ساتھ گلتر روانہ ہوئے اور وہاں اپنے ہم وطن پشاورویں نے ان کی سیرانی کے فرائض انجام دیئے۔

اس اجلاس میں شمولیت کے لیے دوسرے دو باپا خان بھی جا پہنچے۔ اس وقت تک وہ لاگرس جماعت سے وابستہ نہیں تھے اور نہ ہی وہ اس اجلاس میں دھوکے کئے گئے تھے بلکہ محض ایک آفاقی شائی کی حیثیت سے اس اجلاس کی دعوت دیکھنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ چنانچہ پشاور سے وہیں کے ہمراہ ان مجلس میں باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔

اس موقع پر پٹنہ، موٹی ٹاٹا، نہر، نیر، بھیت، سندھ لاگرس کے اپنی مشن رپورٹ

نہر رپورٹ کے نامہ پیش کی جو پٹنہ میں غامد ہنگامہ سر ہوا اور مسافر کے ساتھ

نے آنا ملل کھینچا کہ آخر کانگریس کو مجبور ہو کر اس رپورٹ کو واپس لینا پڑا۔

انفانتان کے حالات انگریزوں کی دیشہ دلائی
ڈاکٹر خان صاحب میدان مستیامیں

کے باعث دھندہ روز اتر جوتے جارہے

تھے وہاں سے بڑی تشویش ہاک خبریں آ رہی تھیں جن سے اہل سرحد میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی
اس موقع پر سرحد خلافت کمیٹی نے انفانتان میں ایک بیرونہ ہلال اکر کے نام سے میٹنگ کا فیصلہ
کیا اس کے لیے وسیع پیمانے پر پندرہ جمع کیا گیا اور ڈاکٹر خان صاحب دوجون دنوں بعد خان
پشاور میں کانگریس کی دوکان کرستے تھے، اسے درخواست کی گئی کہ وہ اس دنہ کی قیادت
قبل کریں جسے کانگریس صاحب نے منظور کیا اس طرح ڈاکٹر خان صاحب سب سے پہلی
دفعہ مہم کے سامنے آئے۔

اس تحریک میں! پانچ خان نے بھی شہادت کی اور دوسرے لاکھوں کے ساتھ مل کر
دوڑ دھوپ میں تھکے لیتے رہے حاجی جان محمد جوم سنہ ہلال اکر کردہ ویریاں پیش کیں
اور عام لوگوں نے بھی نمیب جی کھیل کر الیلا ویسی اس وقت لوگوں میں قربانی کا ایسا
بذیر تھا کہ ایک دوسرے پر سلقت سے جانے لے کر شہر کرتے۔ اس کی مثال اس دنہ تعہ
سے ملتی ہے کہ اس موقع پر میاں جعفر شاہ درواں کے بھائی قادیق شاہیں میاں پر
تلازمہ ہو گیا کہ انہیں سے ہر ایک یہ پاتا تھا کہ وہ دشمن کے ساتھ جائے اور دوسرا بھائی
گھر پر رہے۔ چنانچہ میاں جعفر شاہ نے دیکھا تو کمیٹی نے یہودی کہ میاں جعفر شاہ وہد کے ہمراہ
جائیں اور جعفر شاہ بھائی میاں قادیق شاہ چار ہزار روپے پندرہ بیس پشاور کے مسٹر گروں
نوجوانوں کی مدد فرمائیں! یہی تھیں خصوصاً طلباء تو ٹوٹے پڑتے تھے۔ ڈاکٹر خان صاحب
کو وہد کے ہائیکس کے انتخاب کا اختیار حاصل تھا وہ صرف ان لوگوں کو انتخاب کرتے جو

اُن کے لیے مفید ثابت ہو سکیں آخر زندگی و ملائی کے تمام انتظامات مکمل ہو گئے لیکن ملائی سے چند دن پہلے جتنی سے افغانستان کو ایک نئے انقلاب سے دوچار ہونا پڑا اس انقلاب میں انگریزوں کا ہاتھ تھا امان اللہ خان نال افغانستان کی آواز دہی اور آواز خیالی کون اپنے لیے خطرے کی گھنٹی بج رہے تھے اس لیے اُسے اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے اس کے خلاف کابل میں بغاوت کرادی۔ یہاں تک کہ اسے بھاگ کر قندھار میں پناہ لینا پڑی۔

ان حالات میں ہلالِ عمر کے ملو رفد کو حکومت نے پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا اور حکام اس شرط پر رضامند ہوئے کہ اگر امان اللہ خان خود نماشتر ظاہر کریں تو دشمن کو جاننے کی اجازت دے دی جائے گی اس مقصد کے لیے باچا خان اور میساں جعفر شاہ نے اپنی خدمات پیش کیں تاکہ قندھار جا کر امان اللہ خان سے اجازت حاصل کریں اپنا اور کے لوگوں کے زبانی نہایت شاندار طریقے سے رخصت کیا اور انہیں یوسفی صاحب مرحوم افغانستان ملک نہیں اوداع کرنے سے جب بہ حضرات و برہمپستان (سبھی سٹیشن پر پہنچے تو انہیں پولیس نے گلائی۔ نئے اتار کر دوسری گاڑی کے ذریعے دنگل بنامیب آباد پہنچا دیا۔ انہوں نے دوبارہ برہمپستان میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن پھر اس کو روک دیا اور عدالت میں پر تار دیا گیا کہ اس کو دھتکتے سے جانے کی اجازت حکومت نہیں دے سکتی۔

ابنِ ہلالِ عمر میں باچا خان نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا انہوں نے دودھ کے تقریریں کیں چند سے جمع کئے اور جب وہ یہاں جعفر شاہ کی میت میں برہمپستان کے رشتے امان اللہ خان سے ملے تو ان کی اجازت حاصل کرنے کے لیے افغانستان جانے لگے

نے خود اس کے کئی ایڈیشن چھاپ کر مختلف ذرائع سے تقسیم کئے اور مسلمانوں کے ذہنوں میں تہ
سموہ کر دیئے کہ وہ کاٹگری مسلمانوں کو بھی ہندو کہہ کر پکارنے لگے ۔

اس وقت لاہور میں راجپال قتل ہو چکا تھا اور ہندوستان میں ہندو مسلم اختلافات کی
بنیاد چکی تھی لیکن جی تک سرحد کا خط اس شر سے محفوظ تھا اگرچہ گرفتار شدہ کے پیر اور بعض
غیر ہم عناصر اختلاف پیدا کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے اور مثبت کام کرنے والوں
پر نکتہ چینی کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود اس وقت تک یہاں کا تضاد فرقہ وارانہ ہم
سے پاک رہا اور نہ شکار قتل کیونکہ لوگوں میں تعلیم بہت کم تھی اور پیشہ وارانہ اس کے
مضافات کے لوگ یا کسی قوم سے یکسر مادی تھے اور تمام کہستانی وادیوں کی آبادی
دنیا کے لوگوں سے بالکل بے تعلق تھی

انہی دنوں یہاں ایک پشتون رہنما سامنے آیا جو "فرقوم میاں" کے نام سے مشہور
تھا وہ کانپل میاں تھا اور وہ صاحب کے کانوں پر ہندو کا ایک ذہین و فطین شخص تھا
وہ فریقہ پر رگومیش کے تحت کی زندگی گزار رہا تھا اور قید و بند کی سزیاں بھی لیں

یہی وہ شخص تھا جس نے کانگریس قریب کو سب سے پہلے سرحد و دیہات میں شکار
کرنے کی کوشش کی۔ میں صاحب نہایت اوجھل و بے خبر تھا اور اسے
مہرہ سرحد کی یہ تاریخ کبھی روبرو نہیں کر سکتی اس کا دوسرا ساتھی تحصیل مردان موضع
قرور دیا یادگار بنے والا تھا بڑا زمیندار تھا اور بارتھرا بہت شخص تھا۔ ضلع مردان کے
دیہات میں کانگریس قریب چھلانے کا فرائضے حاصل تھا۔

تیسرا فرحان منور میاں ہندو ات لگے دس لے تھا جس نے دیہاتوں میں میاں شہر
پیدا کرنے میں بڑا حصہ لیا اور سارا سال تک بھٹک کام کیا ۔

غیر کے دل کچھ سیاسی سوچ بوجھ رکھتے تھے یہ علاقہ روہاڑگی اور لڈھی علاقہ مہیلا
 ہوا۔ انہوں نے سسٹن کی جیت تحریک میں بڑے چرمہ کر حصہ لیا اور خان آف پرا اور
 دوسرے با اثر لوگوں اور تیرا کے افریدیوں کے ساتھ پشاور کے لوگوں کا ساتھ دیا۔ پھر سسٹن انہیں
 جلیا نوالہ باغ کے حادثے کے بہ پشاور میں جو تحریک شروع ہوئی اس میں ان لوگوں نے کافی
 دلچسپی لی اور سامنے آکر انگریزوں کا مقابلہ کیا

ہندو قبیلہ میں چونکہ حاجی صاحب تو رنگینی تو موجود تھے لہذا ان علاقے میں کچھ کچھ
 سیاسی بیان پایا جاتا تھا لیکن حاجی صاحب وقتاً فوقتاً انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہتے
 تھے۔ پھر کٹ میں جو مجاہدین تھے وہ بھی سیاسی تحریکوں سے بہت مددگار بنے تھے۔
 وزیرستان کے لوگوں میں بہت بعد میں اس وقت کسی قدر سیاسی شعور پیدا ہوا جب انگریزوں
 نے ان سے چھڑ چھڑا شروع کی اور مسلسل بیادوں سے ان کے علاقے کو کمانت و تاراج کیا
 تعلیم کی کمی نے انہیں ابوجو دیشتون قوم کی ذہنی عمر بہت تیز تھی۔ وہ بہت جلد مسائل کی تہ
 نوہن پہنچ جاتے اور اپنے رہنماؤں کے خیالات کو اختیار کر لیتے اور اس پر فوراً عمل کرنا شروع
 کر دیتے اور معمولی سی اطلاع پر بڑا ہل اور جیسے جلوس کے لیے فوراً تیار ہو جاتے۔
 مولانا محمد علی کی آمد کی خبریں انہیں پہنچی تو ان کے جلوس کے لیے پورے ذور شود سے تیار یا
 ہونے لگیں یہ جلوس صوبہ سرحد میں سب سے پہلے شمال جلوس سمجھا جاتا ہے جس میں بلاشبہ
 لاکھوں مسافروں نے شرکت کی بیان تاریخی اعتبار سے تین جلوس ایسے خیال کئے جاتے ہیں جن
 کا جواب نہیں ملتا۔

پہلا سسٹن میں مولانا محمد علی جوہر جوہر ۱۹۲۴ء جلوس

دوسرا سسٹن میں باچا خان کا جلوس

تیسرا لشکر اس میں قائد اعظم محمد علی جناح، بھروسہ، مسلم لیگ کا قزاقی کے موقع پر
مولانا محمد علی رحوم کے استقبال میں ہرگز نظر کے وقتوں نے نہایت جوش و خروش سے حصہ
لیا۔ یہ شہزادوں کی صورت و حسن سے بنائے گئے اور شہر کو دہن کی طرح آراستہ کیا گیا۔ یہ
ایک میل لمبا بلوس عماموں میں گھڑ سوار، اونٹ سوار، شاہیل سوار اور سیکنڈوں باور دہی،
دھماکاروں کے علاوہ ہندو سکھ مسلمان بچے بوڑھے مرد و زن شریک تھے اور آپ کو ایک
نظارے کے لیے قیام نظر آتے تھے راستے میں بجا جگہ شہرت کی سیلےں گئی تھیں۔ پھوپھوں
کی ہوش بہرہ بھی تھی جس کا ایک سرکاری دروازہ اور دوسرا کھنڈ کھر سے پاس تھا کئی لوگ
پاؤں کے نیچے آکر کچل گئے۔ غرض یہ کہ یہاں ہفتوں میں یہ عظیم الشان ہجوم سنا یہ کلب
بیشرون گلابی دروازے پہنچ کر ختم ہوا۔

جس کے بعد رات کو فلک منڈنی پشاور کے جوب میں ایک جیسہ جوائی میں مولانا محمد علی
نے تقریر کرتے ہوئے ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا اور کہا کہ سرحد سے یہ قبائلی علاقہ فیر مسلوں
کا اخراج کیا جائے کیونکہ ہندو ہمارے بھائی ہیں۔ ہر جگہ انگریزوں نے جو ایک طاقتور
دشمن بنے اور اپنے ملی بھائیوں سے مل کر ہر جگہ ڈنی بنے انہوں نے کہا جو لوگ ہندو
اور مسلمانوں میں ففاق پیدا کرتے ہیں وہ ملک قوم کے دشمن ہیں۔ انگریزوں کے رشتہ
ہیں اور وہ لوگ ہمیں اپنے ذاتی مفاد کے لیے غلامی کی زنجیروں کو مستحکم کر رہے ہیں۔

جس نہایت کامیاب رہا، فرقہ پرست عنصر کو اس وقت تو مخالفت کی ہر بات نہ ہوتی لیکن
بعد میں انہوں نے مولانا محمد علی کے خلاف ایک طوفان برپا کر دیا ان پر ہندوؤں کا اینٹ اور مسلم
دشمن نے از ذات لگائے گئے۔ ان کے درمیان واپس سے گئے لیکن جاتے وقت حکومت
کے فرقہ وارانہ پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگوں نے انہیں اس عیت سے رخصت نہ کیا

ان امرت ان کا استقبال کیا تھا۔

اسی کے دو ماہ بعد پشاور میں آئے محل بادشاہ صاحب کی کرشمہ شوں سے جمعیت علماء
ہند کا ایک ہنگامہ نیز اجلاس جو اس کی عداوت میں ہوا، سید سرور شاہ صاحب نے کی بولنے
وقت کے ایک ہیہ عالم تھے یہ جلسہ شاہی مکان خاندان بیڑن جوڑی کیٹ منقہ جو جملہ تین دن
ملک ہوتا ہوا اس جلسے میں مولانا محمد علی اوزار دماغز عیناں نے جو شرکت فرمائی۔

میں دنوں ملک میں سائنس کمیشن کی آمد کا غلغلہ تھا آل انڈیا کانگریس اس کمیشن کے بائیکاٹ
کا فیصلہ کر چکی تھی حکومت سرحد بیت علماء کی کانفرنس کے حق میں تھی غرض کہ سائنس اور علم کا
مرحوم نے پیٹ کشن پشاور اور کشور ہری کو یہ کانفرنس حکومت کے حق میں مفید رہے گی کیونکہ علماء کو اس
کانگریس سے اختلافات تھے۔

اس جلسہ میں باپانن نے شرکت نہیں کی البتہ ان کے دو کوں عبد الولی خان اور عبد العزیز خان
نے جلسہ میں اپنی پشتہ نکلیں پھر عیسٰی جلسہ کی آخری صحت مولانا محمد علی مرحوم کی آخری تقریر بھی
جانبی تھی کہ انہوں نے تقریر کے دوران میں سائنس کمیشن کے واقعات بیان کیے اور ان کے چار
اثر دیا۔ حکومت کے تمام منصوبوں پر پانی بھری دیا۔ انہوں نے آل انڈیا کانگریس کے بائیکاٹ
کے یہ فیصلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس سلسلے عالم کمیشن کے خلاف مزید کے کوں
کو بے پناہ غلامی کے لئے دنیا پر ثابت کر دینا چاہیے کہ وہ انگریز سامراج کو پسند نہیں کرتے
اور ان کی چالاکیوں اور دھوکے بازیوں سے بھری مانت ہیں اور ملک کی آزادی کے لئے یہ
تمام ہندوستان کے ساتھ ہیں۔

ان تمام علماء کو ام کوہ کے مشہور مقامات کی سرکاری گلی خصوصاً مولانا غفر علی خان کو
غیر کی میر کوئی گلی غیر سے واپس پرانی مسجد کے قریب روڈ پر چکر بولٹی اتنی دیر میں مولانا

نے ایک نظم کہی جس کا ایک شعر تھا

پاس خمیر بھی ہے اور اس میں غلی مسبد بھی

دور کیوں جانتے ہو مرصبا سے یہیں بات کرو

دو خمیر والوں کو جب مولانا نے لاپتہ چلا تو لوگ جیسے ہونے لگے کہ زمیندار آگیا ہے

کیونکہ زمیندار ان دنوں بہت قبول تھا اور اس اعتبار سے وہ مولانا کو بھی زمیندار کہنے لگے۔

اس وقت سرنگیلا، سولہ کارپروپکینڈا حکومت نے پرنسپل قوت سے سرحد میں شروع

کر دیا تھا کہ یہاں کانگرس کو خروج حاصل تھا اور حکومت فرقہ دارانہ کارپروپکینڈا کے ذریعے

کانگرس کا زور توڑنا چاہتی تھی۔

اسی موقع پر سرحد میں پہلی دفعہ جمعیت احمدیہ ہند کی شاخ قائم کی گئی جس نے ملکی

سیاسیات میں قابل قدر پارٹ ڈا کیا اور قومی جماعتوں سے ہمیشہ آزادی وطن کی تحریکوں

پر پورے تعاون کا ثبوت دیا۔

اس وقت پشاور میں مولانا بدایہ قیوم پورپٹنی اور مولانا امام شاہ جمعیت احمدیہ کے

مدرکرم کارکن ہیں جو بابا قید و بند کے مراحل سے بھی گزر چکے ہیں۔

مسئلہ اہل جنگ عظیم کے بعد ہندوستان میں تخریب آزادی شروع

ہوئی اور سیاسی بددینوں نے زور پکڑا تو افغانستان کے موسم

انقلاب افغانستان

میں اس سے متاثر ہوئے بنیریزہ دہلوی کے۔ لوگوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف

اتہائی نفرت پیدا ہو چکی تھی میر حبیب اللہ کی انگریز دوستی افغانستان کے باشندوں کو

ایک آنکھ نہ بھاتی تھی چنانچہ اس کے خلاف ملک میں بابا سائشیں ہونے لگیں اور آخر

میر حبیب اللہ خان دہلوی افغانستان کو بھلال آباد میں قتل کر دیا گیا۔

امیر حبیب اللہ کے قتل کے ساتھ ہی افغانستان میں انقلاب اٹھ گیا، اس وقت نادر خان
بہال آباد میں نائب سردار تھا، انہیں گرفتار کر کے کابل بھیج دیا گیا، یہ ایک عام خود پر خیال
کر رہا تھا کہ حبیب اللہ خان کا قتل نادر خان کے اہل بیت کے قتل میں آیا ہے اور افغانستان
کے تخت کے دو دعویدار تھے، ایک نصر اللہ خان جو امیر حبیب اللہ خان کا حقیقی بھائی تھا اور
دوسرا حبیب اللہ خان کا بیٹا، ان دونوں نے

نصر اللہ خان نے بہال آباد اور ان دونوں نے کابل میں اپنی اپنی بادشاہی کو
اعلان کر دیا، ملک کا فوجیوں طبقہ ان دونوں کے ساتھ تھا کیونکہ وہ ایک روشن و مانع
دلن پرست اور انگریز دشمن فوجی تھے۔ ان دونوں نے اپنے معلم تیس اور مشہور سپاہی
عمود ظریع کی حمایت بھی حاصل کی، اس لیے وہ کامیاب ہو گیا اور نصر اللہ خان کو گرفتار
کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔

امان اللہ خان نے تخت پر بیٹھتے ہی نادر خان کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ حکومت
کا فرائض سنبھالے گا۔ نادر خان جو اپنے عہد سے بہال آباد گیا اور اپنے بھائی اشرف خان کو
ملک کا امین بنا دیا گیا۔

چونکہ ان دونوں ایک روشن خیال حکمران تھا اس لیے وہ قبائل کو منظم کرنے
انگریزوں کی ریشہ دوانیوں سے نجات پانے اور ملک میں جمہوری حکومت قائم کرنے
کے حق میں تھا، اس لیے اس نے تخت و ستم سنبھالتے ہی انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان
کر دیا اور اس طرح ملک میں خوب ہر و عمری ہو حاصل کرنی، نادر خان کی کمانڈ میں ملی پر
موزہ لیا گیا، طالبان یہ تھا کہ افغانستان کو سیاسی آزادی دی جائے، مذہب کے بعد ملی پر نادر خان
نے قبضہ کر لیا، یہ قبضہ تین دن رہا، انگریز گھبرا گئے اور امان اللہ خان کی تمام شرائط منسوخ کر لیں

جب ان لشکر خان کے خلاف اسے تخت سے ہٹانے کے لیے آگاہیوں سے
ایک مجیب پر اسرار سازش کی تو اس وقت ان لشکر خان کا حامی سمت مشرق میں سیر زبان
خان تھا جو کئی صافوں کا سب سے بڑا خان تھا، شاہی اعداء کے لیے جلال آباد پناہ
اور حراست تھا۔ تمام ان لشکر خان کے حامی بھی جلال آباد پہنچ گئے۔ سیر زبان خان کے
پس بہت بڑا شک تھا لیکن جس سبب کی بنا پر وہ جلال آباد پر قابض نہ ہو سکا۔

افغانستان کی بناوت بچہ ستر کے نام سے شروع ہوئی اور افغانستان میں پھیل گئی
تھی کہ فوج بھی باقی ہو گئی کیونکہ انگریزوں نے نہایت ہوشیاری سے بعض ذخیرہ ہتھیار کو
اپنے ساتھ لایا تھا اور ان لشکر خان اور ملک شرایان اور دہلی خیال اور بے مادہ آدمی کے
ثبوت میں ان کی فوجوں پر بندہ تصویریں بجا دی تھیں۔ یہ تمام قبائلی علاقے میں تقسیم کر دی گئے
اور روس کے عالم انگریز مخبر کرنل ڈارنس نے عالم دین کا روپ دھار کر ان لشکر خان کے
خلاف انگریزوں کے فوجی مصلحت کے لئے انہیں ہزاروں ہتھیاروں کی تعداد میں عیسوی اور قبائلی علاقوں
میں تقسیم کیا اور تمام افغانوں کو اس کے خلاف متحد کر دیا۔

جب ملکہ گزور نظر آیا اور اپنے اس پاس بناوت کے شعلے منڈلاتے دیکھے
دیکھے تو ان لشکر خان بھاگ کر قندھار چلا گیا اور جلال آباد میں سیر زبان خان حملہ کرتے
ہوئے بھاگے اور وہاں تنہا وہیں کا کچھ قبضہ ہو گیا۔ ان لشکر خان نے علی احمد جان کو
جلال آباد میں سمت مشرق پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا لیکن اس نے وہاں جاستہ ہی اپنی
بادشاہت کا اعلان کر دیا اور تتر بتر فوج اور حویلی لشکر کو جمع کر کے کہاں پر ملکہ کر چلا لیکن
خلاف فوج نے اسے راستے ہی میں شکست فاش دینی شکر منتشر ہو گیا اور وہ گزور
جو کہ بچہ ستر کے ہاتھوں توپ سے مارا دیا گیا۔

اب اس نڈھان کے سینے میں کے سوا اور کوئی بار بار کھڑا تھا کہ وہ اپنی جان بچا کر
 نہ بسے چنانچہ وہ مجبور ہو کر قندھار سے بھیج دیا گیا اور وہاں سے روم جا کر رہ گیا۔
 اسی اثنا میں نادر خان فارس سے پشاور پہنچ گیا اس نے قبائل میں برادر شکر بن گیا
 اور کابل پر تلے کہے بچے کو شکرست فاش دست کر آئے پشاور پر ٹھکانا دیا اور تخت و تاج
 پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔

یہ کابل کی بنیاد کے مختصر حالات ہیں جن کا انہماک اس لیے ضروری تھا کہ اس میں منظر کو کچھ بغیر ہی لکھوں
 کی بہت سی باتیں کہ وہی طرح ذہن نشین نہیں کر سکتے کیونکہ قریبی ہمسایگی کی وجہ سے افغانستان کے لوگ ہم سے اور
 ہم ان سے کافی متاثر ہوتے رہے ہیں پھر انگریزوں کی سازشوں سے شیشہ و یاقوت کا ہندوستان کی طرح انہماک
 میں شہر و تار پاتے ہوئے اس کی تباہی و خود مختاری کی یہ کسی طرح کوئی قہر نہیں کہہ سکتے یہ سب باتیں اپنا تار و تاج
 کھینچتے ہیں۔

انگریزوں میں برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان میں سائنس کمیشن
 سائنس کمیشن کی آمد

بھیسجا جو یہاں کے حالات کا جائزہ لے اور وہاں کے مطالبات
 سلام کر کے حکومت کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کر کے الٹا یا کوئٹہ سائنس کمیشن
 کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اس کے خلاف وسیع طور پر مظاہرین کی تحریکیں ہونے لگیں

موجودہ سرحدیں اس وقت کانگریس کو عروج حاصل تھیں اور مخالفت کمیتی کے زعماء بھی
 سرحدی قریب میں کانگریس کے چہرے تھے چنانچہ سرحد کانگریس کمیتی اور مخالفت کمیتی دونوں
 سائنس کمیشن کے خلاف مظاہروں کے لیے نہایت سرگرمی سے تیاریاں کرنے لگیں

حکومت سرحد میں سرحدیوں سے لاکھ نہ تھی اس نے کانگریس کو شکست دینے کے
 لئے کبھی کانگریس اور مخالفت میں بیچوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو کبھی خود کانگریس میں ہندو
 مسلمانوں کے درمیان کے اختلاف پیدا کرنا چاہا۔

کچھ عرصہ پہلے "انگلو رسول" کتاب کی شاعت سے پنجاب میں فرقہ وارانہ جوہل پڑی
 تھی اور مختلف مقامات پر ہندو مسلم فسادات بھی ہوئے تھے اب اس سلسلے کو سرحد میں ہتھالی
 لڑنے کے لیے حکومت نے پشتون گھریزی اور اردو زبانوں میں اس رسوائے عالم کتاب
 کی کئی ہزار جلدیں خود چھپوا کر صوبہ بہار کے طول و عرض اور قبائلی علاقے میں تقسیم کرائیں اور
 مسلمان علماء کو ہندوؤں کے خلاف ابھار کر مسودہ عام کو کانگریس سے الگ کرانے پر ابھارا اور اپنے
 زور و فزع سے پشتون اور انجاءوں کے ذریعے سے پادریوں کے ہاتھوں اور ہندوؤں میں دہشت پھیلانی
 کہ چٹان نہیں نذر نہیں چھوڑیں گے اس لیے وہ جیوں سے نکل جائیں اور مسلمانوں کو
 شہ دی کہ جس قوم کے فروغ کے واسطے رسول کی توہین کی ہے اس کے افراد کو ہم اپنے
 مسلم اکثریت کے صوبے میں ہرگز نہیں رہنے دیں گے۔

حکومت میں کانگریس کا سالانہ اجلاس ختم ہوا اور سرحدی رخنہ واپس آئے تو جہاں
 گاندھی اور بہادر ڈیسائی بھی ان کے ہمراہ اسی ٹرین سے لوٹے۔ جہتے ہندوؤں نے آئندہ
 سال بادشاہ علی گڑھ اور پچا عبدالمکریم سے علی یاست پر مکمل کربا تیں لیں، گاندھی جی
 نے دوران گفتگو میں بتایا کہ اتفاقاً ان میں منتریب منارت کو دی جائے گی اور ان کے
 خان توخت سے ہٹا کر انگریز اپنے دوسرے کسی آدمی کو وہاں حکمران بنائیں گے انہوں
 نے کہا کابل کی آبادی سے ہندوستان متاثر ہو رہا ہے اس لیے باہمی یہ کوشش ہونی
 چاہیے کہ ان ات خان شکست نہ کھائے کیونکہ یہ چیز ہمارے حق میں بہت بری ہوگی
 یہ پیشین گوئی گاندھی جی نے افغانستان کے انقلاب سے چھ مہینے قبل کی تھی جو اس
 کی درست اور سیاسی شعور کی دلیل تھی اور اس سے یہ جو پتہ پتا کہ ہندوستان کے سیاسی
 رہنما افغانستان میں انگریزوں کی سازش سے بے خبر نہ تھے۔

جب ان مشرکان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا تو جلسے دین کی طاقت مع چند سیاسی
 کارکنوں کے آزاد قبائل میں جلسے کے لیے تیار کی گئی تاکہ لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا
 جاسکے اور ان مشرکان کے خلاف شورش فرو کرنے کی کوشش کی جاسکے۔ اس طاقت
 کی قیادت آزاد سید بعل ابادت و کے سپرد تھی یہ پارٹی نعل پشاور کے چند سربراہان اور دہلوانہ کو
 ساتھ لے کر گندھارا و دہانہ پہنچی ان کے ساتھ مولانا عبدالعزیز پوپلانی، عظیم بخش غزنوی، حاجی
 اکرم خان آف ایبہ پادرا اور امین۔ سرسہ نوجوان شمالی تھے انہوں نے قبائلی علاقے میں
 جا کر حتیٰ الامکان مشرکان کے حق میں فضا بھارنے کی کوشش کی۔ ان مشرکان کے
 بھلا وطن ہونے کے بعد سندھ کی حکومت قائم ہوئی تو اس کا ایجنٹ ایس۔ این۔ چار۔ وکارس پشاور
 میں مقرر کیا گیا اس کے متے ہی جاں سعد شاہی کے خلاف اس قدر جلے جلے اور مظاہرے
 ہونے لگے کہ ان گورنمنٹ کے ٹریڈ ایجنٹ سر محمد عبدالعظیم خان نے شہر پاکستان پر دس دس
 ہزار کرپا، اور اسے ملنا بھی پسند نہ کیا جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ سندھ گورنمنٹ کا ٹریڈ ایجنٹ بریگیڈ
 جان امر کے سر پر تمسک ہے تو ایک بہت بڑے جرم نے ان کے مکان پر جانور ظاہر کیا یہاں
 ایک کوہنہ بے وقوف پر ہائیڈریز نے اسے اپنے مکان سے نکال کر خان بہادر کرم الہی
 کے مکان پر پہنچا دیا چنانچہ ایک ان ٹریڈ ایجنٹ خان بہادر کے پاس ان کے مکان پر بھیجا
 تھا کہ لوگوں نے وہاں جانور سے ہلاک کرنا چاہا لیکن فوراً پولیس فوری اور اسٹیشن ماسٹر
 موقع پہنچ گئے اور اسے کہیں مکانوں سے گزر کر لیا۔ گئے جرم نے الزامہ کے
 مشیت اور دروازہ سے قورہ دینے ان شورش کے سلسلہ میں دوسرے روز عہدہ
 شورش باشر اور محمد شفیع ایوان کرنا۔ کہہ لیے گئے لیکن عدالت نے عدم ثبوت کی بنا پر بریڈ
 کو رہا کر دیا۔ اس انقلاب سے متحدہ ہندوستان کی تحریک آزادی بہت

مدت تک تاثر ہوا خصوصاً سرحد پر تو اس کا شدید اثر پڑا۔ انگریز سامراج اس طرٹ سے
 پروا اطمینان حاصل کر کے سرحد کی تحریک آزادی کو کچلنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ یہ کہنا غلط
 نہ ہو گا کہ **سنہ ۱۸۵۷ء** میں قتلہ خانی میں انگریزوں کو بچتے غلام کے خون سے جولی کھینے
 کی جرئت اس لیے ہوئی کہ ہمایہ ملک اقتدار کی اجرت سے گزر رہا تھا

اس زہریلے پروٹینڈ سے مکے باد جود حکومت نے منسوب ہے پوسے نہ ہو سکے اور جب
 سامان کمیشن نے سرحد کی سرزمین پر قدم رکھا تو حکومت کی توہین پیش بندیاں دھری کی دھری
 رہ گئیں اور سرحد کا کوہ کونہ "سامان گو بیک" کے خاک شگاف نعروں سے گونج اٹھا اور
 قدم قدم پر ہزاروں دھمکوں انسانوں نے سیاہ بھنڈیوں انقلاب زندہ باد اور ہندوستان
 آزاد کے نعروں سے دو بے مثالی مظاہرہ کیا کہ حکومت سنت پریشان ہوئی اور دوسرے
 ہی روز کمیشن کو اپنا باقی پروگرام منسوخ کر کے واپس بلانا پڑا۔

اب کانگریس میں ایک اور انقلاب آیا ہندوستان
 اور پنجاب میں انتہا پسند فوجوان منظر سے

نوجوان بھارت سبھا کا قیام

نوجوان بھارت سبھا کی بنیاد ڈالی۔ یہ خبر سرحد پہنچی تو یہاں بھی بعض فوجوان
 جن میں عبدالرحمان ریا، عبدالعزیز خوش باش، حامی عبد اللہ شیکھی، گرافٹل اہی اور عبدالرحمن
 شامل تھے اس جماعت کے قیام کے متعلق سوچنے لگے، آخر انہوں نے سبھا بھارت
 کا لفظ حذف کر کے اس جماعت کا نام "نوجوان سرحد" تجویز کیا اور آل انڈیا نوجوان بھارت
 سبھا کے اس کا الحاق کرنے کا فیصلہ کیا۔

رات کی تاریکی میں ایک خفیہ میٹنگ عبدالعزیز خوش باش کے گھر میں طلب کی گئی بارہ
 بچے شب میٹنگ کی کاروائی شروع ہوئی سید میرا بادشاہت موسیٰ زئی کو اس نئی انقلابی جماعت

کا آؤنگ بزرگ ہو کر گیا صدر منور حسین آؤنگ کے دو نائب صدر، مسٹر شیر علی سیکرٹری عبدالرحمان
 نیا نائب سیکرٹری چونی ال نوابی عبدالعزیز بخش اور مجلس عاملہ کے اراکین محمود، حاجی عبداللہ
 اور فضل الرحمن منتخب کئے گئے۔ جماعت کا پرچم نہایت تھا اور اس پر دو اتنی بتھوڑے سے
 نشان تھے اس کا دفتر گھنٹہ گھر دھارہ کے سامنے ایک بالائے پر قائم کیا گیا اس کا پرچم گیارہ
 اتنا وسیع طور پر کیا گیا کہ مختصر عرصہ میں سیکرٹریوں فوجوں میں گئے کانگریس سے اس کا تعاقب
 نہ تھا اس لیے کہ دونوں کے مقاصد ایک تھے بلکہ اکثر اراکین تو کانگریس کے بھی ممبر تھے
 اس جماعت کو اتنا فروغ ہوا کہ آل انڈیا جماعت سبھا سے اس کا اعلان کر کے پشاور
 میں اس کی صوبائی تنظیم بھی کروائی گئی جس کے جنرل سیکرٹری روشن لال متھراپورے عبدالرحمان
 بیکر ڈسٹرکٹ کا صدر بنادیا گیا نائب صدر تنجب الدین اور سیکرٹری بہاری لال چنے گئے
 مجلس عاملہ کے اراکین میں امام سرن گینگ، عبدالغفور، آتش بخش فیرچند اور احمد بخش برقی
 شامل تھے۔ جلد ہی اس کی شاخیں ہزاروں اور ہزاروں میں بھی قائم ہو گئیں

باجا خان کی کانگریس کے اجلاس میں شمولیت
 ۱۹۲۹ء

سالانہ اجلاس لاہور میں ہوا قرار پایا جس میں شمولیت کی قیادت میں ہوتے گئیں اس موقع پر
 فوجوں جماعت سبھا سرحد کے تمام اراکین کانگریس کے دہلیٹیروں میں شامل ہو کر لاہور
 پہنچے۔ کانگریس کا اصل جتنے دار محمد عثمان تھا لیکن لاہور جانے کے لیے عارضی طور پر حاجی
 کریم بھی کو کمانڈر مقرر کیا گیا اور غلام ربانی سمیٹھی جنرل آفیسر کمانڈر سٹاف آل انڈیا دہلیٹیٹر
 کو جنرل کانگریس کمیٹی کے باڈی کارڈ مقرر ہونے لگے۔

تمام رضا کار دو دن پہلے ہاتھ پہنچ گئے ان دنوں مرید کانگریس کمیٹی کے کرنا دھرت

آفتاب لال بادشاہ عزم تھے جنہیں تمام اراکین اور رضا کاروں کو پروا پرورد اعتماد مائل
 تھا وہ جو بھی کہتے سب فوراً سر تسلیم خم کر دیتے جب چاہتے بڑا مال کر دیتے جیسے بڑی
 غرض تمام انتظامات اور تمام کام ان کے مشورے اور حکم سے ہو رہا تھا۔ وہ عوام میں بھی
 بیحد ہر دلعزیز تھے لوگ ان کی پرستش کرتے اور ان کی آواز سارے صوبے کی آواز بھی مانتی
 کانگریس کے رضا کار جو لاہور بھیجے گئے ایک سو سے زیادہ تھے اور تمام اراکین
 لاہور کے لوگ بے شک بنتے تھے ان دنوں لاہور میں خلافت کمیٹی کا اجلاس بھی ہو رہا تھا
 لیکن اہل سرحد نے بعض اختلافات کی بنا پر اس میں شرکت نہ کی جو چند ایک سرحدی ٹیلی گراف
 خلافت کمیٹی کے اجلاس میں شمولیت کے لیے گئے تھے وہ بھی مودنا شوکت علی کے رویے سے
 ناراض ہو کر پیچھے آئے اور کانگریس کے اجلاس میں شریک ہو گئے۔

سرحدی راجپوتوں کے جیش کے ساتھ پارلیمان تھے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مفتی میر احمد ڈیرہ گاجی ۲۔ سردار کاہن سنگھ ڈال انچارج

۳۔ وزیر محمد بخش انچارج ۴۔ رائے فضل محمد فکرمقدس کا انچارج

والفیر کوہ میں چند ایک غیر مسلم نوجوان بھی تھے۔

بخشی فقیر خیل، چونی لال، جوالا داس، حکیم چند، بہرام سنگھ، انگو، جین سنگھ، مودی، مال

سرحدی رضا کاروں کو این گیسٹ کا پارچہ دے دیا گیا۔ اس وقت لاہور میں نیلی

پوشوں کا بڑا زور تھا اور کانگریس کے لیے بعض فکافتا شکل تھا بلکہ انہیں اپنے

بلندے میں جی مخالفوں کی طرف سے گڑبڑ کا خطرہ تھا۔ سرحدی رضا کاروں نے بعض حضرات

کی مخالفت کے باوجود جرات سے کام لے کر پنڈت جی لال نہرو کی آمد سے دو روز

پہلے ایک جلسوں کا لاہور تمام شہر میں سارا دن گھومتے رہا لیکن ان کو مزاحمت کرنے کا حوصلہ

۱۱۔ اس شرکت منقذہ اقدام سے سرمدی رفقہ کاروں کی خوب توفیقیں ہونے لگیں
اس اجلاس میں دادو ڈیڑھ دن پر مبنی کیلئے کے خلاف گاندھی جی نے روزہ ایوشن پیش
کیا جو ننگالیوں کی مخالفت کے باوجود واپس ہو گیا۔

باچا خان نے سرمد اپنے رفقہ کے اس اجلاس میں جو انفرادی طور پر شرکت کی کیونکہ
اس وقت ملک وہ کانگریس میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

یہ اجلاس بڑا سنگامہ خیر تھا اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے اسے بڑی اہمیت
حاصل تھی۔

باچا خان نے سرمد اپنے رفقہ کے اس اجلاس میں جو انفرادی طور پر شرکت کی کیونکہ
اس وقت ملک وہ کانگریس میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

اس اجلاس میں کانگریس نے پچھلے چار سالوں کی کارکردگی پیش کیا جس نے
انگریز حکمرانوں کے حرم میں صفت یافتہ تھا۔

اس موقع پر پیٹ جہاں ہلال نہرو نے افتخانی ساز سر پر دکھ کر وہ کاروں کے ساتھ
رقص کیا اور پشاور سے کانگریسی رہنماؤں نے پہلی دفعہ اپنا نام کو آن لیا کانگریس کے
رہنماؤں سے متعارف کرایا۔

لاہور کے اس سنگامہ خیر اجلاس میں بنگال اور پنجاب کے انتہا پسندوں سے سرمد
نے فوجوں کی کربے مدد متاثر ہوئے اس کے انتقام پر چند خواتین ان ٹھہر گئے اور
بلکت سنگھ اور دت کا مشہور مقدمہ سننے رہے۔

جنوبی مشرقی ہندوستان کانگریس اور بھارت سمیت کے سرمدی رہنما اور رتنا لال
پشاور پہنچے۔ اس وقت سرمد کانگریس کمیٹی اور فوجوں مجرت سمیت اپنے شہر پر متعین تھے۔

نے بڑے بڑے ہنگامہ خیز جلسے کئے۔ نوجوان مجاہد سہانے فروری ۱۹۲۳ء میں اپنے ایک عظیم الشان جلسے کا مقصد بابا چا خان کو بنایا اس جلسے میں مصلحتاً شاہ بنواری بھی شریک ہوئے اور انہوں نے دورہ اٹلیز تقریر کی۔

افغان یوتھ لیگ ۱۹۲۹ء | بابا چا خان ۱۹۲۲ء میں جلی سے رہا ہو کر اپنے اصلاحی کاموں میں لگ گئے۔ انھیں اصلاح الانافذہ کی بنیاد

ڈالی گئی اور ریاست سے الگ تھلک رہ کر آزاد قومی مددوں کے قیام اور غیر شرعی اور غیر اسلامی رسومات کی روک تھام کے لیے انہوں نے انتھک جدوجہد شروع کر دی۔ سیاسی دنیا میں ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۷ء تک اتنے ہنگامے گذرے جتنے انہوں نے کسی میں بھی حصہ نہ لیا نہ ہی انہوں نے اب تک کانگریس کمیٹی سے اپنا تعلق قائم کیا اور نہ ہی کسی اور سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے۔ آل انڈیا کانگریس کے سالانہ جلسوں میں شرکت کرتے رہے لیکن ممبر پارٹی گیٹ کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف تماشائی کی حیثیت سے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بابا چا خان اس وقت تک کانگریس نے پوری وطن مافی نہیں تھے وہ پشتون قوم کے شدید پس روی رجحان کے پیش نظر ایک خالص اسلامی تحریک چلانا چاہتے تھے اور اس میں بھی وہ صرف اپنی پشتون قوم کی ترقی اور سر بلندی کے لیے کام کرنا چاہتے تھے اس لیے کہ انہیں اس قوم کی پس ماندگی اور جہالت کا شدید احساس تھا وہ جانتے تھے کہ ہندوستان کے دوسرے حصوں کے لوگ پشتوؤں سے ذلت کی ہر شے میں بہت آگے ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ جب تک ان کی قوم دوسری قوموں کے برابر نہ ہو جائے تعلیم یافتہ، مذہب اور باشعور نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اپنی تحریک کو صرف اسی خطے تک محدود رکھیں اور پشتوؤں کی تعلیم کو ہندوستان کے دوسرے حصوں سے بالکل جدا کر کے اپنی تمام کوششیں

اس مشن کو پورا کرنے کے لیے وقف کر دیں۔ وہی جہاد کے میدانِ عمل میں آئے تھے اور اس پر ثابت قدم بھی رہے لیکن جہاں کہیں ملک و قوم پر کوئی سخت وقت آیا تو قربانی دینے میں وہ کسی سے پیچھے بھی نہیں رہے بلکہ ہر نازک موقع پر وہ قدم آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کیا۔

دو پیر، دندان، خوشنماں خان، ٹک اور حاجی صاحب ترنگ زئی کے پیر وقتے اور انہی کے نقش قدم پر چلنے کا تہہ کر چکے تھے۔ ان کی تحریک اس دشمن تحریک کی آوازِ برگشت بھی جس کا آغاز سو لادیں صدی کے وسط میں مجاہدِ عظیم پیر دندان نے کیا اور جس کی باگ ڈور سترہویں صدی میں خوشنماں خان اور ۱۹۲۰ء میں حاجی صاحب ترنگ زئی نے سنبھالی۔

اسی لیے اپنی تحریک کے آغاز میں انہوں نے مسلمانوں سے غریب و غناور بھی لگایا۔ غیر سلاطین و سوامیوں کے لئے کام سونپ دیا اور خاندانوں کے بائیکاٹ کا پرچار بھی کیا۔ لیکن جس وقت حدودِ طور پر مل کر کام کرنے کا موقع آیا تو انہوں نے مل کر کام بھی کیا لیکن اپنی بدلتی ہوئی حیثیت کو وہ کبھی ختم کرنے پر تیار نہیں ہوئے۔ کانگریس سے ایک جانب ہر کام کرتے رہے جب بھی اپنی تنظیم کا نام جہاد ہی رہا۔ اس کے علاوہ جہاں تک کانگریس کے پروگرام کا تعلق ہے جہاں اس سے انہیں اتفاق تھا وہاں تک چلے اور جہاں اتفاق نہ رہا الگ ہو گئے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء میں جب کانگریس نے جنگِ عظیم میں انگریزوں کی حمایت کرنا چاہی تو انہوں نے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا اور اپنی جماعت کے ساتھ الگ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کانگریس کی کوئی تعلق نہیں کرتے رہے۔

یہی وجہ تھی کہ قیامِ پاکستان کے بعد کانگریس نیٹلی سے انہوں نے اپنا تعلق توڑ دیا اور اپنی

خدائی خدمتگار تحریک

۵

پسلا دور

نندانی خدمت گز تحریک کا پہلا دور ۱۹۳۰ء
 سرحد سرحد کی میان تاریخ میں ۱۹۳۰ء کا
 سال کئی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔

۱۔ یہ سال سرحد میں کانگریس کے عروج کا سال تھا

۲۔ اس سال یہاں باچا نذیر نے اپنی مشہور مجاہدیت نندانی خدمت کار کی بنیاد ڈالی

۳۔ اس سال مارچ اپریل میں یہاں قحط خانہ ڈرنک کارسوائے عالم حادثہ پیش آیا

۴۔ اس سال تمام ملک کی تحریک آزادی سمیت گروہ سرحد میں آگئی اور یہاں اندھا دھند
 گرفتاریاں کی گئیں۔

باچا خان تمبر ۱۹۲۹ء میں دہلی میں ایک عظیم الشان جلسے میں اس کے لیے آپ
 نے ہندوستان میں باقاعدہ طور پر رضا کاروں کی بھرتی شروع کر دی لیکن ان رضا کاروں
 کی تنظیم کا کوئی عظیم نام بھی ہونا چاہیے تھا چنانچہ نہایت سوچ بچار کے بعد تاحی مصلحتاً سرحد
 کے تھوڑے پر اس شیر کا نام۔ نندانی خدمت گوارہ رکھا گیا۔

باچا خان نے ۱۹۳۰ء اپریل ۱۳ء کو کراچی کانفرنس کے نام سے انجمن مصلحت الاقوامہ

کی سالانہ تقریب پر اقامت ترقی میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا اس اجلاس میں با تقریبی سو
 سرحد کی تمام سیاسی جماعتوں کو دعوت دی گئی اور نہایت وسیع انتظامات کئے گئے اس کے
 بعد خوشحال عثمان آت خلع مردان تھے یہ ایک یادگار تاریخی اجلاس تھا جس میں دو سو سرحد کے
 طوائف و مہن سے لاکھوں ہنساف نے شرکت کی کانگریس کتنی، نوجوان مہارت سجا اور خلقت
 فیضی کے رضا کاروں اور رہنماؤں کے علاوہ ہزاروں عوام بھی اس جلسہ میں شریک ہوئے
 اس کے منتظم اپانٹان محمد اکبر خاں، غلام حسین، احمد شاہ، میر سید، میان علی شاہ اور
 میان معین شاہ تھے۔ سب سے پہلے اعلان کیا گیا کہ اس تحریک کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں
 اس اجلاس میں اپانٹان نے اپنی اصلاحی تحریک انجمن املان الافافہ یا افغان
 جوگہ کو چلانے کے لیے رضا کار بھرتی کرنے کا بیڑا لگایا اور ان رضا کاروں کا نام و خدائی
 نمونہ تیار کیا ان کی مدد سے ساری ملک کی تجویز ہوئی جس سے دھوکا لک کر بد میں حکومت
 نے انہیں گرفت پوش کہنا شروع کیا اور بالمشوکیہ تحریک سے اس کا منہ بند کیا یا مابعد وقتاً فوقتاً
 تحریک کے رہنما حکومت کی اس غلط فہمی کی نہایت وسیع افغانوں میں تردید میں کرتے رہے۔
 یہ ہانت بد میں کانگریس میں منظم کر دی گئی۔ اس خدائی نہایت گوروں کا حالت نہ
 جو پشتوں میں شائع ہوا یہ خاص سلسلہ میں مرتب کیا گیا۔

میں خدا کو عانتہ با خدا شاہ گردانا ہوا اور اس کی ذات پاک پر یقین کرتے ہوئے
 ملیغہ اقرار کرتا ہوں کہ نہ جہاں اسلوں پر کل بند رہوں گا۔

۱۔ میں اپنا نام خدائی خدمت گاہ کے لیے صداقت اور ایمان داری سے پیش کرتا ہوں

۲۔ میں اپنی ایمان مل اور آسمان ایمان داری کے ساتھ اپنی قوم کی خدمت اور وطن کی

آزادی کے لیے قربان کروں گا۔

۱۔ میں خدائی خدمت گاہ میں ایسے پسے جتنے جو تحریک کے لیے نقصان یا کمزوری کا باعث ہوں نہیں بنائے گا۔

۲۔ میں کسی دوسری بات کا ممبر نہیں بنوں گا اور جنگ آزادی میں صفائی نہیں مانگوں گا۔ نہ ہی ضمانت دوں گا۔

۵۔ میں اپنے انسر کا ہر نایز حکم ہر وقت ماننے کو تیار ہوں گا۔

۶۔ میں عدم تشدد کے اصول پر ہمیشہ کاربند رہوں گا۔

۷۔ میں تمام مخلوق خدا کی ایک ہی طرح خدمت کروں گا میرا نصب العین وطن کو آزاد کرانا ہوگا۔

۸۔ میں ہمیشہ نیک اور اچھے نسل پر کاربند رہوں گا۔

۹۔ میں اپنی خدمت کے بدلے کسی چیز کی طمع یا لالچ نہیں کروں گا۔

۱۰۔ میری تمام کوششیں خدا کی رضا کے لیے ہوں گی نائنس کے لیے نہیں ہوں گی۔

اس سے پہلے باپا خان کے ذہن میں عدم تشدد کا تصور نہیں تھا یہ چیز انھوں نے گاندھی جی سے حاصل کی اور سب سے پہلے اس فلسفے سے دو اس وقت روشناس ہوئے

جب ۱۹۳۱ء میں انھیں گرفتار کر کے گجرات جیل بھیج دیا گیا جہاں انھیں بڑے بڑے کانگریسی لیڈروں کے ساتھ رہنے اور ان کے خیالات کو سمجھنے کا موقع ملا اس کے بعد ہی انھوں نے اپنے

جماعت کو کانگریس میں منظم کرنے کا اعلان کیا اور اس کے بعد ہی عدم تشدد پر سختی سے

کاربند ہوئے۔ چنانچہ مندرجہ بالا حلف نامہ خدائی خدمت گاہوں کے لیے ۲۲ اگست ۱۹۴۲ء

میں مرتب کیا گیا۔ ابتدا میں اس قسم کا کوئی حلف نامہ نہیں تھا۔

خدائی خدمت گاہ مداحوں افتخار جرگہ کے رہنما گروں کی تسلیم کا اہم تھا لیکن یہ

۴۔ یہ قبول ہوا کہ یہ جہالت ہی خدائی خدمت گار کہلانے لگی۔

اتقانِ دل کے اس عظیم نشانِ جلمے میں بادشاہِ خان نے نہایت مؤثر تقریر کی اور اپنی قوم کی تسلیم کے لیے ان کو حملِ رتبہ کرتے ہوئے، خدائی خدمت گار کے نام سے رضا کاروں کی بڑی کا اعلان کیا۔ سینکڑوں لوگوں نے اس وقت رضا کاروں میں اپنے نام لکھوائے۔

چونکہ بادشاہِ خان خدائی فرمانبرداری کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں اسی لیے انہوں نے رضا کاروں کی تشکیم کے لیے خدائی خدمت گار کا نام تجویز کیا لیکن حکومت نے اس جاہل کو پکڑنے کے لیے بہانہ بنا کر ان کی سرخ روی کے باعث انہیں سرخپوش کا نام دے بائوگیوں سے ان کا رشتہ طایا اور اس طرح ان پر بے پناہ تشدد کرنے کے لیے وجہ جواز موند نکالی۔

باجا چاہتا ہے کہ میں "پیسے ان رضا کاروں کا مفید خدمت دے پاس تھا لیکن وہ بلدیہ میلا ہو جاتا تھا اس لیے تجویز ہوا کہ قمیضوں کو گیر مارنگ دیا جائے اس رنگ کو سرخ کہنا بالکل غلط ہے اعداء اسے سوٹ دیس کے سرخ رنگ سے کوئی مناسبت ہو سکتی ہے۔ ایک اور موقع پر باجا خاں نے ایک دیوت کو خط کا جواب دیتے ہوئے خدائی خدمت گار تحریک کی تشریح یوں کی

"آپ نے مجھ سے خدائی خدمت گار تحریک کے متعلق دریافت کیا ہے یہ بات بہت زیادہ تشریح طلب ہے لیکن چند مفصلوں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسیحائے خدائی خدمت گار وہ ہے جو غیر کسی صلیب کے بی غیر انسان کی ترقی کے لیے خدمت کرے لیکن مجھے اندوس ہے کہ اس پاک تحریک کی حقیقت سے عام ہندوستانی اور خاص طور پر مسلمان ہندو ناواقف ہیں۔

شروع میں یہ تحریک جو کچھ بھی تھی لیکن آخر میں خدائی خدمت گار تحریک کسی ایک فرقے

تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس میں تمام سرحدی باشندے شامل تھے اس میں کچھ ہندو خدائی خدائی
کے پھولوں میں شامل ہوتے رہے انہوں سے چند ایک کے نام یہ ہیں -

شہباز رام کی مروت بکنور بجن کلاچی ٹہل داس گیش داس پہاڑ پورا بھگوان داس
کی مروت ہنگ چند کوہاٹ، کاو رام بنوں گہری چند پشاور اور ہرمل کوہاٹ اور ام سنگ پشاور
گرچہ پشاور، کوہاٹ، پشاور، ان غیر مسلم خدائی خدمت گاہوں کے ساتھ باچا خان کی کئی
تصویروں موجود ہیں -

اس وقت پشاور شہر میں کانگریس کی بنیاد پڑ چکی تھی لیکن اس کی سرگرمیاں شہری
حدود تک محدود تھیں -

شروع میں خدائی خدمت گاہوں کی تعداد کم زیادہ نہ تھی لیکن اپریل ۱۹۳۰ء میں باچا خان
کی قیادت میں کے بعد ان کی تعداد بڑھ کر مل جل کر پچاس سے زائد ہو گئی تھی یہ تحریک اتنی وسعت اختیار
کر گئی کہ حکومت برطانوی ہند کے علاوہ ملتان میں بھی بڑے ہمارے نہایت ذوق شوق سے اس
تحریک میں شامل ہوئے۔ سرحد، پٹنہ، پٹنہ اور حکومت کے علم و ستم کا نشانہ بننے کے لیے پٹنہ
اور جی جان نثار کرتے -

خدائی خدمت گاہوں کی تنظیم نہایت اعلیٰ پیمانے پر کی گئی اور اگر بہت جلد وہ حکومت
کے قتل و کشتار نہ ہوتے اور انہیں تربیت کا موقع ملتا تو یہ تنظیم نہایت کارآمد ثابت ہوتی
انہیں باقاعدہ قیام دیا جاتا تو یہ فوجی تربیت دی جاتی اور بیرون پیدل چلنے اور دور
کے مشق کوئی جاتی -

۱۰ - ان کے ہفتہ وار اور ایام کیپ ٹائم کے راستے جہاں دوستوں اور بانی پرکھی گئی
وہ گنارستے -

۳۔ انہیں بے مزد خدمت خلق کا درس دیا جاتا ۔

۴۔ ملک وطن کی راہ میں جٹاؤں کی تسلیم دی جاتی ۔

۵۔ انہیں ہر قسم کی سختی اٹھانے کے لیے تیار کیا جاتا ۔

لاگرس کی عدم تعاون کی تحریک میں خدائی خدمت گاروں نے سرحد میں قربانی کے

وہ نعرے پیش کئے جن کی مثال قندہ ہندوستان میں نہیں ملتی۔ انگریزوں سے ان کی بڑھتی

ہوئی تعداد اور مضبوطی کے گہرا اثر انہیں کچلنے کا نتیجہ کر دیا اور ان پر ایسے ایسے ناسات

سوز منطوق کئے جن کے تصور سے ہی دانت ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں ۔

گھروں کی کاشیاں لی جاتیں،

مورتوں کی بے عزتی کی جاتی

کھڑی ذیلیں بھا دی جاتیں

مار مار کر ان کے پیٹے بگاڑ دیئے جاتے

گائیاں دی جاتیں

ننگا کر کے ان کے ہڈیوں سے نکلے جاتے

ان پر دانہ پانی بند کر دیا جاتا ۔

ان کے مزہ پر حقو کا جاتا

ان کے منکھ کر کے شہروں اور گاؤں میں پھرانے جاتا

ان کی بیویوں بہنوں اور بیویوں سے ان کی آنکھوں کے سامنے تاروں کی سی پٹیاں

ان کے معصوم بچوں کو ذیتیں دی جاتیں

ان پر گندگی پھینک جاتی

یہ دوسری قسم کی اور کتنی ہی ایسی شرمناک حرکتیں کی باتیں ہو تہذیب و تمدن کے دعویدار ملکیز
ملکداروں کے لیے ہمیشہ کلنگ کا نشانہ بنی ہیں گی۔

لیکن خدا کی نعت سے ان لوگوں کے آپس میں عزائم میں کوئی فرق نہ آتا وہ بیزاروں کی قہر اور
پروردگار شمع آسمان پر اپنی جان سپرد کرتے، جھینجھپتی ہوتی، جس کی جگہ دوسری بیانیہ تن
باتیں ایک پس منظر بن جاتا اور پھر دیکھ کر دشمن ہو جاتے

محبب ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی اور یہ تحریک ختم ہونے کے بجائے اور ذرا شور سے اُبھرے
گئی، جب رساکاروں پر بیویوں کی بستیوں تک ہو گئیں تو حکومت نے یہ جزا کر گزاریاں بند
کر دیں، پانچویں کو ان کا دھوکہ لگا کر ان کی سرحدوں میں داخل ہو کر ان کے قہر و
خدا کی نعت سے ان کا دھوکہ لگا دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سرحدوں سے اپنے گھروں کو لوٹ کر
گھر دیا۔ پانچویں سرحدوں میں آسانی تو دینے سے روک کر ان کے گھر لے آئے اور ان کا تعلق لگاتار
ہوئے بچتے ہوئے تو ان کو اس حال میں پہنچا کہ تو جبر کے اندر رہا ہے دل و جگر سرحد پر پائے
اس تحریک کو کچھ کوئی آسان کام نہ تھا اگر یہ سامراج نے اپنے قہر و زور و جبر سے

ہستہ کر دے اور آخر نہایت اپنے قہر و زور پر اتنا کیا اوریت تک نہائی سندھوں کے
دھوکہ لگا دیا اور ان کی عزت و ناموس پر دھوکہ دے کر ان کے لیے کسی جہاں طرف بھی
ان کے دھوکہ و حریت پرستہ جذبہ میں کوئی فرق نہ آیا تو حکومت نے تلک آکر سرحد
تلک پر تلے ہوئے اور یہ دھوکہ دینے پر تلے تلک بنایا جو قرار دے دیا اس واقعہ کو
پشتو کے ایک پٹے میں نہایت خوبی سے کھینچا گیا ہے۔ ایک رساکار محبوب محبوبہ اغیار
کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ ان کے چہرے پر اور اسی جھینجھپتی ہے محبوبہ یہ صورت حال بددشت
نہیں کر سکتی اور پڑے دھوکے سے یہ محبوبہ کو اپنے خون کی پیشکش کرتی ہے۔

دجاورنگ دسپید لہرہ شی
حما دبو غوشہ درکما چہ رنگ شہ

دیرا باس خیمہ ہے، تیرے خون میں اسے ڈوب دے کہ سحر مع ہو جائے یا
چرخبروں پر ایسا بیگ آٹ کیا گیا کہ یہاں عوام پر قیامتیں گزر گئیں اور بیرونی دنیا
کو انوں کان غیر تک نہ ہوئی، اور جب ایک عرصہ کے بعد یہ خبریں باہر پہنچیں تو حکومت کے
ان دشمنانہ مظالم کے خلاف ملک میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، اخبارات چلنے لگے، اور غور
انگیزیوں کی پارلیمنٹ میں حکومت کی پالیسی پر فوری نکتہ چینی کی گئی۔

جب حکومت کو ہر طرف سے ناصحت ٹھانایا تو اس نے اپنے اس جہیز تندر
کو بائز قرار دینے کے لیے ر. ہ. کی طور پر رضا کاروں پر من گھڑت اور بے بنیاد الزامات
مائد کئے اور مضبوطی سے چپ کشتہ نے مٹی شلہ ام میں یہ اعلان شائع کیا۔

”اپنے گاؤں میں لاگرسس سہا بن رہا ہوں، موت آنے دو جو شہر خفیش
پہنچے جوتے ہیں ۱۰ اپنے آپ کو زندہ کی خدمت گار کہتے ہیں لیکن حقیقت

میں وہ اندامی کے پیٹے ہیں وہ باشندوں کا سا باکس پہنتے ہیں اور یہاں
بھی وہ طوائف الملک پیدا کرنا چاہتے ہیں جو باشندوں نے دوسری ہی کی ہے“

۱۹۳۲ء میں ناوا دیوں نے ہندو قیام کے دوران میں ان واقعات کی تیسویں سالگرہ

میں یہاں کے بعض کام سے لے جنہوں نے نہائی مذمتکاروں پر جوازات لگائے ان کا
خلافہ یہ ہے۔

۱۔ بعض پولیس افسروں کی توبہ کی گئی، درجن سے بدکاری کی گئی

۲۔ ان کی سرٹوں پر پتہ لگایا گیا اور پھینکا گیا۔

۲۔ کوہاٹ میں پتھر اور اینٹیں پھینکی گئیں جس سے شہر تباہ ہو کر حکام نے گولی چلائی
ملن سے ران میں ایک آدمی زخمی ہو گیا جس پر کئی دنوں تک قریب کے تمام
زخمیوں کو دیکھا گیا کہ وہ بچے تھے اس لیے اس قسم کے مکانات پیدا کر لیے اور وہ اصل
حکومت پر قابض ہونے لگے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض سسٹرن ریشمن نے معافی مانگ کر اپنی حاصل کی۔
آئی ٹریڈ قریب میں اتر چنڈا ایک ناکاروں نے دیکھا کہ وہ قریب قریب کی بات
نہیں۔ حالانکہ دیکھا یہ کیا ہے کہ جیلوں میں انشاء میں سے نہایت انسانیت سوز سلوک
کیا گیا انہیں بید زنی کی شدید سزائیں دی گئیں اور سسٹرن معافی مانگنے سے یہ پورا دباؤ
ڈال کر نہایت عجیب و غریب پائیس میں کر انہیں بچا کر دیا گیا لیکن اس سے باوجود کوئی
دعا کار بھی اس کے لیے تیار نہ ہوا۔

خدا کی خدمت گزاروں کے لیے شعلہ استعداں کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو گا کہ حاجی شہناز
خان نے دیر پا پانچوں کے علم بردار بھائی تھے، خواتین داخل کر کے اپنی حاصل کی لیکن ۹
کے عزیز اور تمام پشتون انہیں قذات اور قنات سے دیکھنے لگے اور انہیں دوبارہ جیل
جمانے کے لیے مجبور کیا لیکن اس غیر انسانانہ جیل جانے کی وجہ سے اپنے آپ کو گولی مار کر خودکشی
کر لی اور اس مضمون کا خط اس کی بیوی سے ۵

دوسری بدنامی وزارت کا واقعہ دوبارہ جیل جانے سے نہیں بلکہ موت ہی سے دور
ہو سکتا ہے ؟

اس طرح سید داؤد شاہ جو ممتاز خدائی خدمت گار تھے ۱۳۹۷ھ میں وہ جیل میں
تھے کہ ان کے بڑے دوستوں کی ممانعت داخل کر کے انہیں بھاڑ دیا تاکہ مرنے سے پہلے

اپنے جیسے کو دیکھ لیں لیکن، بوڈشاہ کو اپنی مہائی پر اتنی ندامت ہوئی کہ باہر آتے ہی
خودکشی کر لیں۔

ٹوٹا خان صاحب کے جیسے جیٹھ جیٹھ قان کی ایک دفعہ، ٹھنٹوں کی اور دوسری
دفعہ، ٹھنٹوں کی جو کہ بڑا میں، ان نویت کے لحاظ سے ہمیشہ یادگار رہیں گی۔
جن نشانوں سے، واضح ہوتا ہے کہ جن رعنا کاروں کا کردار اتنا بند بھان، پرمائی
انگٹے کا ان اہم لہاں تک قرین قیاس ہو سکتا ہے۔

تشدد کے زیادات میں بھی متعلق کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ پشتون قوم کے
فیرت مندان اور تشدد پر اس حد تک کاربند تھے کہ ماؤں بہنوں کی بے عزتی، اور
بے آبروی پر بھی تحریک کے غلط کی خاطر پولیس پر ان کے ہاتھ اٹھتے بلکہ وہ نہایت
صبر و تحمل سے یہ خون کے ٹھونٹ بن کر رہ گئے اور اس بڑا ترین واقعہ پر وہ تشدد پر
آلودہ ہو سکے تو یہ عام حالات میں ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔

۲۳ اپریل ۱۹۳۳ء	۲۴ اپریل ۱۹۳۳ء
قصہ خوانی قارئین کا سادہ فاجہ	دن متی، ہندوستان کی تاریخ ادبی

کا ایک خونی باب ہے یہ خانہ، سارا ج کے دو سو سالہ مہد حکومت میں یہ رکھا کہ
واقعہ ہمیشہ یادگار رہے گا جب کہ سرحد کے فیرو با شہنشاہوں سے سرو مشر کی بازی لگا
کر اس انگلیز کی شکست شان قوت سے ٹکری ہوئی ملکیت میں آتا ہے یہی غریب نہیں
ہوتا تھا۔

ہندوستان میں گاندھی جی نے ملک بنانے کی تحریک شروع کی اور مولانا فرما کر نے
کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ پرنسپل کا گھر میں بیٹھنے لگے۔ یہی کے دوسرے جتنے شاہی بار پشاور

میں کانگریس کے پروگرام کے مطابق ننگ بنانے کا اعلان کیا جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔

اسی دن ننگ بنانے والوں نے منہاتھے سونے جی سے شور مچا کر اسے جھگڑا گیا اور جوش دے کر عورتیں ایک پاؤٹھک تیار کیا تھیں۔ عصر کے وقت تک یہاں میں ہزاروں لوگوں کا اجتماع ہوا تھا اس مقام کی چڑیاں بنا کر نیلام کی گئیں جو سو سو دو سو روپے میں لوگوں نے خریدیں اس طرح سو سو روپے سب سے پہلے سونے نافرمانی کا آغاز ہوا۔ بہت سے دن بھر اس وقت کانگریس میں شامل نہیں ہوئے تھے انہوں نے بھی جیسے شرکت کی تھی اور کے جوں سان شہر ریاستی کانگریس میں شریعت میں شریعت ایک نہایت پر جوش تقریر کی تھی جس نے کہا۔

میں خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں مانتا اور اعلان کرتا ہوں کہ میں آج سے باغی ہوں۔

اس جلسہ کے ایک ہفتہ بعد ۱۰ اپریل ۱۹۳۱ء کو اتھارنٹی میں افغان بزرگوں کی طرف سے ایک کسان کانفرنس کے نام سے علیحدہ نشان اجتماع ہوا جس میں تمام سیاسی و اجتماعی کے مکرر ہزاروں لوگوں نے شرکت کی اور مقامی خدمت گار کے ہمارے رہنما کاروں کی شہرہ آفاق کیا گیا اس جلسہ میں تقریریں کے ملاو ایک پستہ مشاعرہ بھی ہوا۔ گل احمد شاعر کا ایک شعر تھا۔

جنگ دا آندوی نہ ہمیشہ زینت درختی دی
جس کا ترجمہ ہے۔ آزادی کی جنگ ہمیشہ ہمیشہ نوجوان میدان میں آئے ہیں۔

اس مشاعرے میں نوجوان کے تمام پستوں شعرا نے حصہ لیا اور سارے صوبے میں ایک آزادی کی راہ دکھائی۔ اس کے بعد ۱۰ اپریل ۱۹۳۱ء کا تاریخی واقعہ رونق پذیر

جہاں اہم سیاسی رہنما اور کانگرس کے رہنے والے تھے۔

پراونشل کانگرس کمیٹی نے ۲۰ اپریل ۱۹۲۰ء کو پشاور میں شراب خانوں پر پکٹنگ کر کے سوال نازانی کی باتا حد تک شریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا لیکن اسی اثنا میں باپا خان نے جوہن دون انعام جرنل کے سربراہ تھے اور اس وقت تک کانگرس سے وابستہ نہ ہونے تھے پراونشل کانگرس کمیٹی سے درخواست کی کہ وہ ۱۰ اپریل کو انعام ذلی میں کمان کانفرنس منعقد کرے یہاں میں کانگرس کے تمام رہنما اور رشتہ دار شامل ہو کر اسے کامیاب بنانے کی کوشش کریں کانگرس کمیٹی نے باپا خان کی درخواست منظور کرتے ہوئے اس کانفرنس میں شمولیت نظر رکھی اور اپنی سوال نازانی کی تاریخ کو اتوری کر دیا۔

اس کانفرنس کے اختتام پر ۱۰ اپریل کو پراونشل کانگرس کے اجلاس میں دوبارہ سوال نازانی کے لیے ۲۰ اپریل کی تاریخ سترہ کی گئی اور سید احمد اور آغا خان عبداللہ رحیم پرپڑی مولانا خاں فیروزی ڈاکٹر بخش غلام ربانی عینی اہم بخش غزنوی، علی گل خان، آغا بخش برقی، عبدالرحمن ریا، امیری، رام گھنٹی، صنوبر حسین فہمید، پیر، خان اور بخش علی دیوان پریشمل ایک وفد کمیٹی عقب کی گئی جس میں کانگرس اور بھارت سجادوں کے نمائندے شامل تھے۔

کانگرس کمیٹی اور بھارت سجادوں پر وہ دور شروع سے سوال نازانی کی تیاری شروع کر دی ان دنوں کاا صنوبر حسین کی تجویز پر مولانا عبدالرحیم پرپڑی کو بھارت سجادوں میں شامل کیا گیا اور انہیں صدر عقب کیا گیا جس سے بھارت سجادوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی اور محرم میں اس جماعت کا وقار بڑھ گیا۔

کانگرس نے سوال نازانی کے لیے اپنی دہائی کے ممبروں کا انتخاب ایک خفیہ ٹینک

میں کیا لیکن حکومت کو اس کی جنگ پڑ گئی اور اس نے اس دستے کو قبل از وقت گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا۔ حکومت نے فیصلے کے مطابق نصف شب کو انہیں ان کے گھروں پر گرفتار کیا جانے والا تھا لیکن یہ اطلاع ۱۷ اپریل کو ۲ بجے کانگریس کے دفتر میں پہنچ گئی۔ اور جماعت نے اپنی ایک ہنگامی مینگ میں فیصلہ کیا کہ حکومت کے منصوبہ کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ رضا کار رات کو گرفتاری نہ دیں اور پروگرام کے مطابق دن کے وقت اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کریں لیکن جماعت کے اس فیصلے کی اطلاع تمام رضا کاروں کو بروقت نہ پہنچائی جاسکی اور انہیں ۱۲ اپریل کو رات کو ان کے گھروں سے ایک وقت پریس نے بھاپہ مار کر گرفتار کر لیا۔

ان میں سے رات دو زونہ رضا کار نظام ربانی میٹھی اور اللہ بخش برقی نے رات کو گرفتاری نہ دی اور انہیں ۲۰ اپریل کی صبح کو پراڈشل ہاؤس کیٹھی کے دفتر واقع گھنٹہ گھر چٹاؤر سے پولیس والے ایک مسلح گارڈ نے آکر گرفتار کیا۔ گرفتاری کے بعد پولیس انہیں پابیاؤں موجودہ پولیس کیٹھی کی طرف سے پٹی جہاں پولیس کی وہی کھڑی تھی رستے میں وٹن ساتھ جھٹے کے درمیان دیکھتے ہی دیکھتے چھانڈا مہاراجس بن گیا۔

سیونیل کیٹھی کے پاس پہنچتے ہی پولیس نے رضا کاروں کو دہری میں بٹھانا چاہا لیکن بے قابو ہو جانے والی کے ٹارگٹ دیکھتے ہی جرم کا بوش و غروش دیکھ کر پولیس کے افسانہ خطا ہو گئے رضا کاروں نے پولیس کو مشہور دیا کہ وہ نہیں چھوڑ دیں وہ خود کاٹنی مٹانے پیش جہاں شکر پولیس نے اسی میں عظمت دیکھی ان کی متعلقہ زبان کھول دیں اور اپنی زبان بھار میں گئی۔

نہم ربانی میٹھی اور اللہ بخش برقی دونوں رضا کار سبس فہرہ اور کے جوس کی قیادت

کرتے ہوئے کابل تھانے پہنچے۔ عدالت خانے میں داخل ہو کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا
 لیکن اس وقت قصر خوانی میں تھانے کے سامنے عوام کا بے پناہ جھوم جمع ہو چکا تھا اور
 انقلاب زدہ باد کے نعرے لگاتے تھے اور شاگردوں کی آواز کا طباہ کر دہ ہتھ جھوم
 منے بلے تباہ ہو کر تھانے پر چڑھ رہی تھی اور دیا میں متوجہ لوگوں نے جھوم کو بھی بھاڑ کر منتشر کر کے
 ان کی گشتش کی اور قریب تھا کہ سادر فتح دفع ہو جاتا لیکن پولیس افسرین نے صورت حال سے
 گھبرا کر ڈیڑھ گزٹھ فوج بھیجنے کے لیے ٹیلیفون کر دیا۔ پاک پک پکلی اور ڈکار نہایت تیز رفتاری
 سے کابل دروازے میں داخل ہوئی اور ڈسٹریکٹ پولیس کے قوت مند پشاور کا ایک نو جوان
 اور دوسرے ہی رات کو کپیتی ہونے لگی تھی اس حادثے سے جلتی پھلتی ہوئی مہم کی لوگوں کے جذبات
 بھڑک اٹھے ان کی آنکھوں میں نورا آ رہا۔ اور جوش انتقام میں بے قرار نظر آنے لگے
 پناہ اور ڈکاروں کے بعد ایک فوجی، فدر سوشل سائیکل پر آمادہ کھان دیا جسے مبارک بھن بانی
 نے تیز رفتار سے ایک ہی وار سے وہیں ڈھیر کر دیا۔ دوسری طرف سید طاہر امین نے ایک اور
 وار سے پڑھنے کی ٹیٹی مول کر کے آگ لگا دی جو اپنے ڈرائیور سمیت وہیں تل کر خاک ہو گئی
 اب سارا کانی مدناک بڑا چکا تھا گورنمنٹ نے اپنے محکوموں کی یہ برکت برداشت :
 کی اور ... اندھا، منہ نہڑت شروع کر دی جھوم اپنی دیوار کی طرح ٹہا جھومت جھوم لوگوں
 نے تو اپنی بندو قوں سے گولی کا جو ب گون سے دینے کی بھی کوشش کی لیکن آخر تک
 مشین گنوں، سنیں گنوں، بوس گنوں اور بندو قوں کی بنے پناہ، فائرنگ سے لوگوں کو جگنے
 پر مجبور کر دیا۔ ... لیکن بھاگنے پر بھی کچھ پناہ نہ مل سکی اور سے پابھوں نے گولی کو چوں اور
 گھروں میں لوگوں کا قتل کر کے انہیں موت کے کھاٹا بنا دیا دیکھتے ہی دیکھتے قصر خوانی
 کے وسیع بازار میں گشتوں کے پستے ٹپ ٹپ گئے اور ہر طرف میدان کا زرد کا نقشہ نظر آنے لگا

سینکڑوں بے گناہ انسان خاک و خون میں بوٹ رہے تھے ہر طرف لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے اور خواتین کی ندیاں روانہ تھیں ۔

نازنگ "بچے دن شروع ہوئی اور یہ سلسلہ مسلسل پارکمنٹوں تک یعنی پانچ دن تک جاری رہا۔ فوج تمام شہر پر قابض ہو جانا چاہتی تھی لیکن تین بجے تک وہ بمشکل تمام چوک یا دنگور سے پاس پچی اور ٹاؤن ہال پر قبضہ کر لیا۔ شہر میں بمشکل لاٹھیا کر دی گئی لیکن دوسرے ہی روز ڈپٹی کمشنر اللہ امین آئے لیکن کربالی پاس واقعہ کا شدید رد عمل ہوا ہے اور وہ غم و غصہ سے بے قابو ہو کر پشاور پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں ان اطلاعات نے حکام کو بدحواس کر دیا اور انہوں نے تیسرے دن شہر سے فوج ہٹانے کا فیصلہ کیا۔ فوج ہٹانے سے شہر کی مسموم فضا پر نہایت خوشگوار اثر پڑا۔ حالات معمول پر آنے لگے اور کاروبار چلنے لگا یہ تین دن عجیب طرح گزرے۔ شہر سے فوج ہٹانے کے بعد پولیس نے انتظام سنبھالنے سے مندرجہ ظہر کی یہ شہر کا انتظام ٹانکرس کے دفنا کاروں کے ہاتھ میں تھا، وہی ٹریفک کنٹرول کر رہے تھے اور دوسرا تمام کام بھی انہوں نے ہی سنبھال رکھا تھا۔ دن اس خوش اسلوبی سے گزرا کہ کیا محال ہو نہ بھی گڑ بڑ پیدا ہوئی ہو، روز بروز حالات معمول پر آ رہے تھے لیکن شہر کی فضا بدستور سوگوار تھی لوگوں کے دل غم و رنج سے بھرے ہوئے تھے اور ہر طرف ایک اُداسی پکس رہی تھی ۔

یہاں گھر والی فوج کا ذکر فرمادی جہے جے دوسرے دن گورا فوج پارچ دینے لگی تو اس نے پارچ لینے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ بڑے شہریوں سے مقابلہ کرنے کو ہم ہرگز تیار نہیں ہیں چنانچہ ان سے ہتھیار رکھوانے لگے اور بمبئی پہنچا کر فوجی عدالت میں ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور انہیں ۱۰ برس سے ۲۰ برس تک سنگین سزائیں دی گئیں

اس نہایت سوز و ماتم نے بیرونی دنیا میں حکومت برطانیہ کو بہت بدنام کیا اور
اس کا وقار خاک میں مل گیا اس حادثے میں شہید ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی
ہے جس کی لاشیں کچھ تو بھاوی گئیں اور کچھ نہایت پر سرار طریقے سے حکومت نے لادیں
میں بھر کر دیا بُرد کر دیں ۔

حقیقت میں یہ انہیں شہداء کے مقدس خون کا اثر تھا جس نے انگریز سامران کے
قدم اکھیر دیئے اور وہ اس ملک کو آزادی دینے پر مجبور ہوا ۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۱۲۔ اپریل ۱۹۳۱ء کے حادثہ خاوند میں بن شیعہ حریت کے پروانوں نے اپنی جانیں
نثار کیں ان کی تعداد بلاشبہ سینکڑوں تک پہنچی ہے لیکن جس پر اسرار طریقے سے حکومت
نے ان شہداء کی لاشوں کو تھکانے دیا اس کی وجہ سے شہیدوں کی صحیح تعداد کا تعین
مشکل ہے اور ان کے نام اور سپتہ معلوم کرنا تو ناممکنات سے ہے تاہم جن شہیدوں
کے نام مختلف ذرائع سے ملے ہو سکے ہیں وہ درج ذیل ہیں ۔

۱۔ بابو عبد الحمید خان مدظلہ تریوڑی ملازم پی ڈبلیو ڈی پشاور

۲۔ عبدالحق خان تانباٹی کریم پور پشاور

۳۔ محمد عثمان ولد نظام الدین بنری نرسٹ محلہ گندو ڈیرہ پشاور

۴۔ سردار دھکا سنگھ پکے گلی پشاور

۵۔ اکرم خان ولد غفور خان سواتی محلہ نتران پشاور

۶۔ موتی لال سرکسیہ پشاور

۷۔ فضل رحمان ولد دادو ڈکیہ ملکوان پشاور



- ۱ - اندر اسد طالب علم حمايت ششم عمر ۱۱ سال گورکھ پور پشاور
- ۲ - عبدالمیلین ولد وارو محلہ جٹان پشاور
- ۳ - ولی محمد ولد عبدہ خان ہوتی مردان
- ۴ - ملک شاہ ولد احمد شاہ محلہ گڑاں پشاور
- ۵ - قمر گل ولد خان گل ملکاب خانہ پشاور
- ۶ - سید عباس سنگھ ہوتی مردان
- ۷ - بھگتہ نالی بنوں
- ۸ - سید میر کشن پیدگل پشاور
- ۹ - روشن چندہ نوشہرہ کلان
- ۱۰ - دتار سنگھ شریٹ زوش بنوں شاہ پشاور
- ۱۱ - محمد علی - مانا
- ۱۲ - شاہ محمد - مانا
- ۱۳ - انصر علی شاہ مسافر
- ۱۴ - عبدالحیدر ولد رحیم بخش ملکاب خانہ پشاور
- ۱۵ - پیر محمد ولد محمد ندین ملکاب خانہ پشاور
- ۱۶ - محمد عالم - بد فضل نور سراسہ عبدہ الطیف پشاور
- ۱۷ - گل محمد ولد نظام بیگانی گندی دیر پشاور
- ۱۸ - سید محمد ولد جمال موضع کچھڑی
- ۱۹ - مستقیمہ ولد نامعلوم محلہ گڑاں پشاور

- ۲۷ - محمد اشرف جان ولد نامعلوم مسافر
- ۲۸ - چلو این گل ولد نامعلوم مسافر
- ۲۹ - گل زمان ولد شیردل محمد گکته ان پشاور
- ۳۰ - گل خان ولد نامعلوم نمک مندی پشاور
- ۳۱ - محمد شرف ولد نامعلوم نمک مندی پشاور
- ۳۲ - غلام جان ولد قمر خان نمک مندی پشاور
- ۳۳ - داؤد میان ولد نامعلوم موضع هزار خوانی
- ۳۴ - رمضان ولد نامعلوم نمک مندی پشاور
- ۳۵ - فضل دین ولد محمد بخش نمک مندی پشاور
- ۳۶ - محمد افضل ولد نامعلوم مسافر
- ۳۷ - فضل محمد ولد نور محمد سرکے شایب پشاور
- ۳۸ - آفر محمد ولد عمر بخش دنگری پشاور
- ۳۹ - محمد دین ولد نامعلوم کچن محل پشاور
- ۴۰ - دلاور ولد نامعلوم مسافر
- ۴۱ - اکرم ولد نامعلوم مسافر
- ۴۲ - فقور ولد نامعلوم موضع هزار خوانی
- ۴۳ - ذاهد اشرف ولد نامعلوم مسافر
- ۴۴ - کریم شاه ولد داؤد شاه دنگری نعل بندی پشاور
- ۴۵ - طارق ولد نامعلوم دنگری نعل بندی پشاور

۴۳ . جہد اولہ و اولہ جہد چک پشاور

۴۴ . غیر محمد ولد نامعلوم محلہ بھوانی واس پشاور

۴۵ . جہد مختار ولد نامعلوم محلہ گنج پشاور

۴۶ . داد گل ولد نامعلوم سوات سے ذی

۴۷ . شک ولد نامعلوم محلہ گنج پشاور

۴۸ . شاہ افضل ولد نامعلوم موضع نوتہ

۴۹ . سید محمد ولد نامعلوم محلہ پنڈی گھیب

۵۰ . سواتی خان مسافر

۵۱ . مستقیم ولد نفس سکھ پانی پان

۵۲ . رام چند مسافر

۵۳ . دل سنگ مسافر

۵۴ . بدنت سنگ ولد شیر سنگ جگہ گلی پشاور

ان کے علاوہ ۲۸ لاشیں ہسپتال دھول منہ ہسپتال میں دفن ہیں اور ۲ لاشیں

کی لاشیں جن ایک موت جی متی مختلف دیہات کے لوگ اٹھا کر لے گئے اور ساڈھے پانچ سو

کے قریب ذمہ سوبہ کے مختلف ہسپتالوں میں دافن کئے گئے ۔

لاٹکس کے رہنکار بر ویشیں اٹھا کر سہ لے کر لاٹکس کے دفتر واقعہ محلہ خٹا

مندی پیری سوچی پورو میں پڑی تھیں جو انہی مقامات پر سجدوں اور غنائتوں وغیرہ میں

دفن دی گئیں اور کچھ شہر سے باہر قبرستانوں میں دفن کی گئیں بعض غیر مسلموں کی لاشیں

جلا دی گئیں ۔

۳۰ اپریل کے حادثے کی خبر جب اپانمان کے کانوں تک پہنچی تو وہ اپنے چار ساتھیوں

عبد البکر خان، خادم، سرفراز خان، میاں احمد شاہ اور شاہ نور خان جنہوں نے بدین خود کشی
کرنے کے ہمراہ حادثہ مسلم کربے کی غرض سے پشاور روانہ ہوئے لیکن قنداز باغی میں
ہی انہیں گرفتار کر کے رسالہ پورے بجایا گیا جہاں خان بہادر علی خان اسسٹنٹ کمشنر آف
چار سده سنے باچا خان کو فریئر کورٹ رومز کی لکیشن کے تحت تین سال قید کی سزا دے
کر گجرات جیل بھیج دیا۔

اسی دن ۲ بجے مصرعہ الرشید شہید نور قنداز کر کے سزا دے کر گجرات پہنچا دیا
گیا جو ملازم گرفتار ہو کر پشاور جیل پہنچے ان سے شہر کے حالات سن کر تمام قیدیوں نے
منٹرل جیل پشاور میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا چنانچہ وہاں سے سیاسی قیدیوں کو فوراً نکال دیا
حساب پہنچا گیا جہاں ہاتھوں ہاتھ ابھر کر ٹیٹی سپرٹنڈنٹ پولیس نے انہیں سڑک
لے کر ایم کے سٹریٹ پیش کیا جس نے انہیں فریئر کورٹ رومز کی لکیشن کے تحت بڑی سنگ و سار
سزائیں دیں جس میں مولانا عبدالحمید پور پٹنی اور سٹریم جیٹ غزنی کو نو برس کی سزا
ہونی جو سب سے بڑی سزا تھی یہ تمام قیدی پنجاب کے کورٹ جیل میں منتقل کر دیئے گئے
جو ان دنوں سار سے ہندوستان کے سیاسی قیدیوں کے ایک پیشہ جیل مقرر تھا

گھر والی فوج کے اذکار کے بدگورافون اور پونا ہارس رسالہ سار سے شہر میں تھیں
کیا گیا چونکہ اس واقعہ کے بعد پنجاب بھی بڑی مشتعل تھی اور قبائلی سے بھی خطرناک خبریں آرہی
تھیں اس لیے چیف کمشنر سرنارل بولٹن نے فوجی بریگیڈ اور پولیس بریگیڈ آف سنگھ اور جنرل
شاٹ فریئر ٹیلبری اور میٹرک کی مخالفت کے باوجود شہر سے فوج واپس بلانی اور مزید
گرفتاریاں بھی بند کر دیں جس کا کافی خوشگوار اثر پڑا چونکہ شہر کا انتظام پولیس نے ہی نہ

سنہ ۱۱۸۱ء میں لاہور میں رہنا کار قلم و نسق قائم کرنے میں لگے رہے ۔

گورنمنٹ آف انڈیا کو فوجی جنرل آفیسر کمانڈنگ اینڈ ڈپٹی آفیسر جی آر ایس میگل جنرل
آفیسر پولیس نے مل کر خیرہ لوہر پر اطلاع دی کہ پٹا در اس وقت باغی ہو چکا ہے اور یہاں سے
فوج واپس کر کے ۱۰۰ توپیں کی گئی ہے ۔ تیسرے دن ، چابک گورنمنٹ آف انڈیا کمارن
سیکرٹری صدر اپنے تمام ملازمین کے ذریعہ ہوائی جہاز پٹا در پہنچا جس کی آمد سے یہاں کا چیت کشتہ
بالکل بے خبر تھا ۔ مارن سیکریٹری نے فوجی جنرل اور پولیس جنرل کے ساتھ آکر فوج اور
پولیس کے ذریعے بھیج گورنمنٹ آف انڈیا کو چیت کشتہ سے متعلق سب سے رائے لی
اس کی پیروی کے سرکاری موٹروں میں جا کر راولپنڈی پہنچا دیا اور ریونیو کشتہ مٹر لٹی مرکو مافی
چیت کشتہ بنادیا ۔

چونکہ خبروں پر ایک آؤٹ تھا اور یہاں کے لوگ حالات سے بالکل بے خبر تھے ۔ اس
سبب یہ تمام واقعات کانگرس اور بھارت بھاس کے ، جسے بھارت نے باہر بھارت کے انکشاف
سے ان واقعات کو مٹر ایم پی نے بھارت بھاس کے دفتر میں بیٹھ کر مذکور کیا اور بعد ازاں
نیشنل اسٹیشن یہ ٹاک سے کہہ ہو گیا جہاں کل پنجاب کانگرس کمیٹی کے سیکریٹری سرور وولنگ
کو یہ خط بھانٹتے تمام پہنچا دیا اور یہ کہ ان دنوں سرور کانگرس کمیٹی پنجاب کے ماتحت عمل
تعمیل چل رہی ہے کہ بھارت چید بوس کا بل میں اس کے ہاں جا کر ٹھہرا تھا جس کے قیود کے
مطابق پتہ چل رہا ہے کہ وہاں سے گرفتار کر کے تھوڑا سا قید میں نظر بند کیا گیا ۔

اس خط کے پہنچنے ہی پنجاب اور ہندوستان کے اخبارات میں یہ واقعات شائع
ہوئے اور ساتھ ہندوستان میں ایک فرمان بھی گیا کہ اس وقت تک وہاں حالات
سے بالکل بے خبر تھے ۔

نیا چیف کمشنر مسٹر لٹل مرہاٹ سخت غیر انگریز تھا وہ فوجی اور پولیس جرنیل کا کم خیال
تھا اُس نے آستے ہی شہر کو پھر خون کی حراست میں دے دیا اور عام گرفتاریاں شروع کر دیں
چنانچہ یہ لوگ گرفتار کئے گئے۔

مردار عبدالرب فشر۔ پیر بخش خان وکیل عبدالعزیز بخش باشی سرور کاہن سنگھ
محمد عثمان نسواری، عابدی کرم، اپنی ماسٹر میر چند رنگین، سردار ملک سنگھ، آؤنید قاسم شاہ، ذبیح
نبار، اقم چند بخش، فخر چند، اچرج رام، مسٹر شبیر علی، شہ بخش یوسفی، ٹکڑ گیلانی، مہاشہ
کرشن ایڈیٹر نرینڈر ایڈیٹر کیٹ، مفتی میر احمد،

پیر بخش خان کو مسٹر یلین نے ذی ایم کے ایک سال قید کی سزا دے کر ڈیرہ اسماعیل
خان بھیج دیا باقی تمام رہنما کاروں پر دفعہ ۱۲۱ باغیہ ایکٹ کے تحت مابقی صاحب ترنگڑی
اور قبائلیوں کو اکٹا کرنے اور بغاوت کے جرم میں مقدمہ چلا دیا گیا ہر چند وہ دن بعد دیا ہٹا دیا جا
کیٹن کاب نے اتھانی کوشش کی لیکن چار ماہ تک کوئی مقدمہ ثابت نہ کر سکا آخر قز میرات
ہند ۱۷ اور ۱۸ اب کے تحت دو سال سے چھ ماہ اس کی مرز میں دے کر نہیں جیل بھجوا دیا گیا
اس کے بعد کانگریس کمیٹی نوجوان بھارت سچا اور اس کی معاون جماعتوں کو نکلان آؤن
قرار دے دیا گیا یہ حکم دیک پوٹر کے ذریعے مشہر کیا گیا اور اس طرح شہر میں دہشت اور
ہراس پھیلنے کی کوشش کی گئی

گھڑوال فوج

لے گھڑوال فوج کے فیور پاپو

ہم تم پر سلام بھیجتے ہیں

تم نے جتنے عوام پر ہاتھ نہ اٹھا کر
 غیرت و حریت کا ایسا ثبوت پیش کیا
 جس نے تمہاری قوم کا وقار و تیا کی نظر میں بلند کر دیا
 اور آج تمہارا نام سنستے ہی ہمارے سرا و احترام اور عقیدت سے جھک جاتے ہیں
 تم انگریز حکمرانوں کے مقرب بنے
 تمہیں شدید سزائیں دی گئیں
 تمہیں طرہ طرح کی عسارتوں میں مبتلا کیا گیا
 کئی تم زندہ جو یا نہیں
 لیکن تمہارا یہ کارنامہ قیامت تک زندہ رہے گا
 اور ملک کی ہلک آزادی میں سنہری حروف سے مل جائے گا
 اور جب تک دنیا میں عربیت پسند انسان موجود ہیں
 تمہارے حق و ان کے سرا و احترام سے جھکتے رہیں گے
 اُسے کھڑکی فون کے فیور سپاہیو
 ہم تم پر سلام بھیجتے ہیں

کھڑکی فون کا بے شل کردار انگریزوں کو عبرت دلانے کے لیے کافی تھا انہوں
 نے اور عربیت و عربیہ پرستوں سے اتفاق سے پنجہ بازوں کے ڈیوٹی پر آنے سے انکار کر دیا اس
 فوج کو انہی دن سب مل کر دیا گیا انہوں نے نہایت پر اسرار طور پر اپنا اسلحہ چالیں کر دیا یہ فوج
 کور و فوج کے زیرِ مہارت جلی کئی طرح کے تین دن کے اندر رات کو پیشی ٹرین میں عربیوں اور

مہاں سے کانول پہنچا دیا گیا اور وہاں سے جا کر بارکوں میں بند کر دیا گیا پھر باقاعدہ فوجی تانوں کے
تحت کوٹ اڈشل کیا گیا۔ تقریباً تین ادھک یہ جہن میں کرڈٹ ہو چکا ہے پھر انہیں ۱۰ سے میں
ملاں تک سنگین سزائیں دے کر مختلف جیلوں میں بھیج دیا گیا اور ان کی بقیہ کینسروں کو نوکری سے
نیک و دھش کر دیا گیا۔

گرو مال فون کی شادی سے وہ انٹی کے دوسرے دن چوک یادگار پر ایک جگہ فوجیوں بھارت
سبھا کی طرف سے منعقد ہوا جس میں ایک روز دیوشن کے ذریعے انہیں خراج تحسین پیش
کیا گیا۔

چونکہ ایک دن پیشتر شہیدان قتلہ خانی کی یادگار عاشق حسین فروٹ مرچنٹ نے نہایت
نوبت و تہمیر کی تھی لہذا اس جگہ کے بعد پالیس ہزار آدمیوں کا جنس اس یادگار کی طرف
دوانہ ہوا اس جنس میں بھارت سبھا کے کارکن یہ بھی شامل ہو رہے تھے۔

شہیدوں کے منزلہ دن پر فیس کے ممبروں کی میلہ
وطن پر مٹنے والوں کا یہی بات نشان ہو گا

آزادی ہند کی جدوجہد کو مقبول بنانے کا کام کیا
دل اہل قوم کے دل کے جوہر جوہر کا کام کیا

پہلا جنس تھا جس نے ان شہیدوں کی یادگار پر پہنچی کہ بھارت کی پالیسی چڑھائیں اور
انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔

اس کے بعد عاشق حسین فروٹ مرچنٹ کی یادگار ماننے سے غم میں گرفتار کیا گیا اور

اُسے ایک رات نہایت پر اسرار طریقہ سے فوت کی گئی تھی میں لاکھوں کے ہاتھوں یہ یادگار مسافر گرائی
گئی اور بعد میں اس پر مقدمہ چلا کر اُسے بھاری سزا دی گئی۔

قتلہ خوافی میں شہیدوں کی یادگار دوبارہ کانگریس وزارت کے عہد میں تعمیر ہوئی۔ اور
بعد میں مسلم ایک نے اپنی الگ یادگار اس کے ساتھ بنائی چنانچہ یہ دونوں یادگاریں آج بھی قتلہ
خوافی میں موجود ہیں۔

شہر میں رات کے چار بجے دو بار اٹور فوج کو داخل کیا گیا۔ ڈھکی دھکس پر درگاہی کے
مکان میں الگ الگ گئی چخاؤنی سے غائب ہو گئے۔ کے ساتھ ہی فوج بھی لگتی۔ یہ فوج ہی
سکاٹ لینڈ والی گورنر فوج تھی اُس نے سارے شہر کی ناک بندی کر کے میرٹھی ٹاؤن والی کو پتافوجی
ہیڈ کوارٹر بنایا اور پھر مزید گرفتاریاں مل میں دہلی لیں۔

سوار اپریل کو جب شام کے چار بجے فوج کانگریس کمیٹی سے سارا سامان لے گئی۔ تو
اسی دن بھارت بھاگ کے دفتر پر بھی چھاپا اور اس وقت اچرج مام گئی والا وہاں موجود تھا اس
نے اندسے کٹدی بند کرنی فوج سنہ دور دہزہ توڑ پیا بدو دی میں تمام سامان باندھ کر اور
تمام لٹریچر مندرجہ بند کر کے پورے پورے اور ملحقہ جیل خانہ میں سو کر چرم کے مکان میں
اس کی بڑی امداد کے لیے تیار کر دی تھی جسے اچرن نام نے یہ سامان دیا اور پھر اس عورت کی
مدد سے نو رینجے اترے۔

فوج دہزہ توڑ کر بھارت بھاگ کے دفتر میں آئی تو وہاں کچھ بھی نہ پایا۔ جیل خانہ کے مکان
کا راستہ ملا نہیں میں تھا اچرن نام نے سزا جیل خانہ سے کہا کہ یہ کہیں بہت قریبی تھے یہ قوی
ہانت نہایت نہ ہونے پاس کے اس جوں بہت عورت نے پچے اچرن نام کو باہر نکالا پھر یہ
مندرجہ چوک گاڑی خانہ میں مبدل شدہ شہید بھار کے مکان پر پہنچا کر چھپا دیا۔

یہ صدقہ دو سال بعد جب سب لوگ رہا ہو کر آئے تو مسز عبد اللہ جہان نے بھارت
جماعت کے حوالے کیا ۔

بھارت جہان کے دفتر کے نیچے حافظہ عبد الحکیم ٹپیاں بیچتا تھا اسے مارشل لا ختم
ہونے کے دو مہینے بعد پولیس نے پکڑا اور کہا ان لوگوں کو شناخت کروا دو ۔ اس
نے جواب دیا جانتے کا کیا سوال رہے میں خود ان کا نمبر ہوں اس پاداش میں اسے چھ ماہ
کیسے جیل بھیج دیا گیا ۔

شہر میں جب دوبار افوج داخل ہوئی اور مسز ٹرینک سنبھالنے آئی تو فائز آباد
کا سالار عبد الحکیم پھیلی چوک یادگار میں ٹرینک ڈیوٹی دے رہا تھا وہ فوج کو بھی ہاتھ
دیا رہا یہاں تک کہ فوج نے اسے اتنا پیارا کر دیا کہ ایک ہفتے بعد مر گیا ۔
یہ شخص ان پڑھ مکر مخلص کارکن محاسب سے پہلے روٹ بل کے جالوس میں شامل
ہوا اور روٹ بل کو روٹ دین شہید سمجھ کر اس کا ماتم کرتا رہا ۔

قصہ خوانی فارنگ کے اسباب | انگریزوں کو جب اس وحشیانہ اقدام پر ہرگز
سے معلق نہ کیا جانے لگا تو انہوں نے رضا کاروں

پرالوم نکایا کہ انہوں نے اپنے متشدد داند روتیہ سے حکومت کو اس امر پر مجبور کیا کہ
ایسا کرنے کا حکومت کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی ۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کانگریس عدم تشدد کی پابند تھی اور فوج ان بھارت سبھا
کا دائرہ عمل صرف مزدوروں اور کفوں کی اصلاح تک محدود تھا اور کسی قسم کا تشدد
بھی ان کے پروگرام میں نہیں تھا نہ ہی کسی جماعت کے رضا کاروں نے فساد کرنے میں
پہل کی بلکہ حاصل حکومت کی یہ بیخ بنی سکیم ختم ہوئی تھی جس کے وجوہات حسب ذیل تھے ۔

۱۔ انگریز محوری پر قیغہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے انہوں نے وطن دشمن لوگوں سے ساز باز کرنا شروع کر دی۔

۲۔ وہ سابق صوبہ سرحد میں ہندوؤں کی خدمت گزار اور نوجوان بھارت سبھا کی تحریکوں کو کچنا چاہتے تھے جن کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے وہ خائف تھے۔

۳۔ حکومت ہند کے پولیسکل ڈیپارٹمنٹ میں جاہ طلب ملاکے درمیان دسہ کشی جہاں

تھی چنانچہ جب کوئی پیپ گشت یا پولیسکل ایجنٹ تبدیل ہوتا تو وہ اپنے یا تیشیل کے لیے مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کرتا تا کہ وہ دوبارہ اس عہدے پر واپس

آ سکے چنانچہ صوبہ سرحد کے مختلف مقامات قلعہ خوانی ہاتھی خیل الگر وغیرہ

میں جتنے حادثے بھی ہوئے یہ سب پولیسکل ڈیپارٹمنٹ کے پیدا کردہ تھے بلکہ

قبائلی علاقے کی تمام جنگیں بھی اسی بدنام ملکے کی دلشہ دوانیوں کا نتیجہ تھیں

۴۔ ملک میں بڑھتے ہوئے سیاسی رجحان اور حریت پسند تحریک کی روک تھام کیلئے

حکومت متشدد اور استعماری اقدام کرنے کا منصوبہ بنا چلی تھی تاکہ عوام کو

خوف زدہ اور بدبخت زدہ کر کے ان تحریکوں کی روک تھام کی جائے۔

۵۔ انگریزوں کے دماغوں میں حکمرانی کا نقشہ اور غرور اس اتہا کو پسند چکا تھا

کہ وہ ہندوستانیوں کو انسان بھی نہیں سمجھتے چنانچہ جب یہ لوگ تن کر ان

کے سامنے آئے اور ترکی : ترکی : اب دینے لگے اور انقلابی نعے لگاتے

ہوئے آزادی کا مطالبہ کرنے لگے تو یہ باتیں ان کے لیے ناقابل برداشت

ہو گئیں اور وہ منصوبہ الغنڈہ ہو کر وحشت و بربریت پر اتر آئے۔

۶۔ انگریز حکمرانوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ شاید ملک میں صرف چند ایک لوگ ایسے ہیں

جی سیاسی شورشوں کے محرک ہیں اور اگر ان سرخیزوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا تو یہ شکار
ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ اور تمام تحریکیں مٹ جائیں گی وہ اس حقیقت
سے بے خبر تھے کہ ان لوگوں کے پیچھے عوام کی اتنی بڑی اور مضبوط طاقت
موجود ہے جسے نشانہ اُن کے بس کا کام نہیں۔

۱۹۳۰ء میں پشاور سنٹرل جیل کی حالت

موسم کے طویل و عرضی شہروں
اور دیہاتوں سے اتنی کثیر تعداد
میلوں کے فاصلہ پر جیلوں میں پہنچ گئے کہ سرحد کے جیلوں کی دستیابی ان پر تنگ ہو گئی
صرف پشاور سنٹرل جیل میں سیاسی قیدیوں کی تعداد سرکاری اعداد و شمار کے مطابق
۲۵۰۰ تھی جیل میں جگہ نہ رہی تو سیاسی قیدیوں کو پاؤں میں زنجیر بٹا کر جیل سے باہر
باندھنا شروع کر دیا گیا

یہ تحریک اسی دسمت سے پھیلی کہ اس میں ایک نابالغ بچہ سہاگل بھی اور ایک
سوداگر بڑا حریف بابا بھی گرفتار ہو کر جیل پہنچ گئے۔ حریت بابا اتنا ہی کمزور
اور نحیف تھا جتنا وہ معمولی بچہ۔۔۔۔۔ اس تحریک میں جاہل سے جاہل اور عالم سے
عالم شخص موجود تھا یہ تحریک اتنی عوامی ہو چکی تھی کہ ایک معمولی پرہیزگار و بالا غیر دینی
اور صوبہ سرحد کے سب سے بڑے عالم قاضی صاحب کڑوی دسے بھی جیل چلے گئے کتنی
ہی عورتیں بھی گرفتار ہوئیں اور دو بیچر سے جی جیل میں دیکھے گئے جن کے لیے جیل دھوکہ
کو بڑی مشکل پیش آئی کہ انہیں عورتوں کے احاطے میں رکھا جائے یا مردوں کے احاطے
میں۔۔۔۔۔ یہ سب لوگ اپنی پوری میعاد امیری گزار کر نکلے۔ اس وقت جیل سپرنٹنڈنٹ
کپٹن بار دسے ایک مذہبی شخص تھا اور ان کے پڑوسی جیل خانہ جات سرور سرحد کرلی

برادری تھا اگر ان کی اہمیت گیرا تہذیب اور مستعجب انگیز تھا اس کے دل میں جذبہ انتقام
کوٹ کوٹ کر بھرا تھا وہ ہر شخص کو بڑی نکتہ سے دیکھتا اور سیاسی لوگوں سے خصوصاً احتیاط
آمیز سلوک کرتا :

اس نے ٹاکڑی سی گھوش سدھ کا کر سس کٹی ترکانہ میں باکر کہا تو تم لوگ سب کے
سب بھڑوں کے نول این بھڑوں کا لباس پہن کر گھوم رہے ہو اور عدم تشدد کے پردے
میں تشدد کر رہے ہو : ٹاکڑی نے جب دیا۔ آپ سیاست میں نہ اچھیں آپ
سرکاری ملازم ہیں چنا کام کریں آپ کی قوم بھڑوں سے بدتر ہے پہلے ان کی دھماں کیجئے
یہ سنتے ہی وہ آل بگڑہ دنگیا اور ٹاکڑی گھوش کے سینے میں زور سے ٹکمارا :

اس کے بعد یہ تمام جان کے پاس جا کھڑا ہوا اور ان سے کہا تم کا کر س کے بیکڑی
نہیں تہذیب ہا سب کے بیکڑی جو تم ہندو کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ مثال ہوں :

انہوں نے کہا۔ ہندو ہمارے ہم قوم ہیں اور انگریزوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں
پھر اسٹرٹیر علی سے کہا تم کیونٹ ہو روسیوں کے ایجنٹ ہو : ہا ہڑنے
کہا۔ تم کہتے ہو، سوہ ہو : اس پر وہ بڑا زور دیتا ہوا اور اسٹرٹیر صاحب کو خوب چوڑا
یہ تمام کرکٹ اگر کسی کو ہنسا دیکھ لیا تو اسے بلا کر بید لگواتا اس نے نو عمر سہال
کو مافی مانگنے پر مجبور کیا اور جب اس نے انکار کیا تو اسے بید لگانے کا حکم دیا۔ پہلے
بید پر اس نے چیخ ماری ۔ او خدا :

اس پر کرکٹ نے تہقید چکا کر کہا۔ کہاں ہے تمہارا خدا جاؤ اسے بلاؤ کہ تمہیں مجھ سے انکر
پھر اسے :

اس کے بعد اس غیرت مند بچے نے کوئی آواز نہ نکالی بلکہ ہر بید پر اپنے بازو کو کاٹا

سلا اور غن اس کے گھٹنوں سے بہتا ہوا۔

ایک دوسرا لڑکا جو تحصیل مردان کا رہنے والا تھا اور ایف اے کا طالب علم تھا اس سنگ دل کرل نے غن سانی نہ مانگنے پر اسے پوسے تیس بید لگو سکے جس سے اس بچے کی بھارت باقی رہی۔

بید زنی کے لیے ڈیرہ اسماعیل خان سے دو سعادتی قیدی لگو اسکے جو اس فن کے ماہر خیال کے جانتے تھے۔ بید لگانے والوں کو ایک خاص قسم کی دروی پیہنائی جاتی جس میں اس کا چہرہ چھپا ہوتا تاکہ کوئی شناخت نہ کر سکے۔ ان بید زنیوں پر مشقت صاف ہوتی اور انہیں اچھی خوراک دی جاتی اور وہ آزادی سے عبوس ہر سکتے تھے۔

جیل میں یہی قیدیوں کو کوہو، کرسس کھیل لگائی، مونجھ لگائی اور جگائی کی نظامانہ اور سخت ترین سختیوں سے مایہ اور تنہا باتوں پر سزا کے طور پر قید تنہائی اور چابی کی نشہت عام تھی۔

مردار عبدالرب خان نثر جیل میں اکثر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر لکھنے لکھنے کی یہ مشہور انکم لکھا کرتے

گاندھی نے آج سنگ کا اعلان کر دیا باطل کا پادشاہ گریبان کر دیا
سردار کو دیار نہاسے خدا کی حریم پر نمبر کو بھی حوالہ مشیطان کر دیا
اور اقی جبر و جور و جف کو کچھیر کر شیرازہ سلطنت کا پریشان کر دیا
گاندھی نے آج جنگ کا اعلان کر دیا

مردار عبدالرب خان نثر عبدالحمی اور ماسٹر امیر حیدر نے جیل کورٹ

پشاور میں اپیل کی کہ ہمیں جیل سے رہائی دے دو غیر آئینی ہے کیونکہ ہمارے حقوق کو غیر قانونی قرار دینے سے پہلے ہم گرفتار کئے گئے ہیں اس وقت مسٹر فریڈ چیت جج اور خان بابہ سعد الدین خان سب جج تھے جن سے پہلے اپیل منظور ہوتے ہوئے ان ہر سرہ حضرات کو ہار دیا لطف یہ کہ جس دن ان کی اپیل منظور ہو کر آئی تو اس کی رہائی میں صرف تین دن باقی تھے۔ ان کی رہائی کے تین دن بعد ان کے تمام ساتھی جی رہا کر دیئے گئے لیکن انہیں لوگ مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے کیونکہ ہمارے طور پر اپنی سزا کے خلاف اپیل نہ کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا اور انہوں نے اس فیصلے کی دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کی تھی۔

جب کانگریسی اور بھارت بھائی رہنا گرفتار ہو کر سنڈل جیل پشاور پہنچے تو رات کو قتل کا منصوبہ وہ ناکام رہا۔ جسے کہتے تھے کہ آٹھ بخش برقی اور غلام بابا کی سیٹی جی پہنچ گئے اور انہوں نے بتایا کہ ان کی گرفتاری پر شہر میں بڑا ہنگامہ مچا رہا ہے۔ ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ قتلہ خواتین میں فون کی غارتگی کی اطلاع آگئی یہ تمام سیاسی قیدی ایک خاص احاطے میں بند تھے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جیل میں شور و غوغا مچ گیا قیدیوں کے جرم نے آستے ہی سیاسی قیدیوں کے احاطے کا دروازہ توڑ ڈالا اور انہیں کندھوں پر اٹھا کر باہر سے لٹے سیاسی قیدی اپنے احاطے سے نکلے تو باہر ایک انقلابی کیفیت نظر آئی تمام پارکس پھانسی کی گولیاں اور فاسے لکڑیاں اور چکیاں توڑ دی گئیں جتیں اور جیل کا اعلیٰ جاگ کہ باہر چلا گیا تھا۔

جیل سے ان خود قیدیوں کی تعداد اسی ہزار کے قریب تھی یہ سب یہ آواز بلند سیاسی قیدیوں سے کہنے لگے کہ آپ ہمارے جرنیل ہیں اور ہم آپ کی فوج
اب آپ حکم دیں تاکہ جیل کی چار دیواری توڑ کر ہم باہر نکلیں اور انگریزوں کے خلاف آخری

جہاد کریں

قیدیوں کے اس جذبہ سے بعض قہرمانوں کی کارکن بہت متاثر ہوئے اور جذبات کی
دور میں بہ کر ان کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے لیکن چونکہ اس موقع پر آفہ نسل بادشاہ بھی
جہانگیر اور شہیدہ بیاسی رہنا موجود تھے اس لیے انہوں نے قیدیوں کے اس جذبہ
کی تعریف کرتے ہوئے دم تشدد کی تلقین کی اور فرمایا کہ ہمارے حلیہ ہمارے ہندوئیت
سے وابستہ ہے اور تحریک کو ہمارے اس جذباتی اقدام سے کافی نقصان پہنچے گا۔ انہوں
نے قیدیوں کو ہر امن رہنے کی تلقین کی اور ہدایت کی کہ وہ جیل کے قواعد کے مطابق اپنے
اپنے کام میں لگ جائیں اور تمام بیاسی کارکنوں کو ساتھ سے کر اپنے احاطے میں
آگئے۔

قصر ڈی دیر بید پولیس کی بجائی طبیعت نے اگر تمام قیدیوں کو محاصرے میں لے
لیا اور بیاسی قیدیوں کو قیداً وہاں سے نکال کر قلعہ میں پتھار دیا جہاں سے سزائیں دیں
کہ گجرات جیل پتھار اور وہاں سے مختلف قیدیوں کو مختلف جیلوں میں بھیج دیا گیا۔

پچھلے کسی باب میں بیان ہو چکا ہے کہ

بہت سے بیاسی قیدیوں کو تو سزا دے

پشاور پر آفریدیوں کا حملہ

کہ گجرات بھیج دیا گیا لیکن کچھ بیاسی رہنما جن میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے

سردار عبدالرب خان نشتر

پیر بخش خان دکیل

صنوبر حسین خان مہمند

عبدالعزیز نوشہا

سرور کوہی سنگھ

محمد عثمان نسواری

ساجی کریم دہی

ہاشم امیر چند رنگین

سرور غائب سنگھ

آفتاب زید قاسم جان

غلام محمد بخار

اقم چند

نہجی فقیر چند

چندر نام

ہاشم شیر علی

اشد بخش یوسفی

جاکر گلابانی

مہاشہ کرشن

مفتی میر احمد و منصفی غالب

انہیں تھانہ میں ہی رکھا گیا کیونکہ ان کے خلاف باغیہ کیٹ کے تحت حکومت

مقررہ چٹا چاہتی تھی اور اس طرح چھ ماہ تک یہ قلعہ ہی میں رہے کیونکہ ان کے خلاف

کوئی ثبوت ہوا نہیں ہو رہا تھا ان لوگوں کو میگزین کی تنگ دھاریک کو غڑی میں رکھا

کی سخت گرمی کا موسم تھا اور یہ لوگ بلیک ہول میں بند تھے شہر میں افواہیں گرم

تھیں کہ انہیں کوئی مادی جلتے گی ۔

۵۔ رشی کو ۶ بجے دن اپنا ملک آفریدیوں نے پشاور شہر کے مال کو دھم پر حملہ کر دیا
تمام رات طرفین کی طرف سے خوب زخمی کی فائرنگ ہوتی رہی پر دھم یہ تھا کہ دوسری
طرف سے ہندو بھی حملہ کر دیں گے اور انگریزوں کو اپنا ملک پارہ بگا کر صوبہ سرحد کے علاقے
پر مکمل قبضہ کر لیں گے لیکن حکومت کو قبل از وقت اطلاع مل گئی اور اس نے پورے
دفاعی انتظامات کر دیے۔ شہید درمیں فوج بھیج کر ہندوؤں کی دھم کو ختم بھی کر لی گئی
اور بعض ملت زدوشس لوگوں نے حکومت کے ایما سے شہید درمیں حملہ کر کے ہندوؤں
کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے حملہ کرنے کی جرأت کی تو یہاں کے محام ان کا مقابلہ کریں
گے چنانچہ ہندو جو یہاں کے محام کی ہمدستی کے طور پر یہ اقدام کر رہے تھے ۔ یہ
محورت حال دیکھ کر انہوں نے عین وقت پر اپنا ارادہ بدل دیا اور یہ سارا پروگرام
نا تمام رہ گیا۔

شہر کے لوگوں نے حملہ آور آفریدیوں کو نہ صرف پناہ دی بلکہ ان کی ہر طرح
مدد بھی کی اور انہیں کھانا پہنچاتے رہے اور میگزین بھی بھرا کرتے رہے۔ ہندوستانی
فوجی سپاہیوں اور پولیس نے بھی بڑی محنت کا ثبوت دیا اور حتیٰ الوسع فائر یوں
کی امداد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔

اسلمی سنٹر کا حادثہ

بازار کلان پشاور کی فائرنگ | ۲۲ اپریل کے حادثے کو زیادہ دن گزرے
تھے کہ ۲۱ مئی کو ایک اور افسوسناک حادثہ
پیش آیا اس وقت تمام سرحد کے سیاسی رہنما جیلوں میں تھے شہر میں مارشل لا نافذ
تھی اور ابھی حالات معمول پر نہیں آنے پائے تھے۔

کابلی تھانے کے سامنے ٹاؤن ہال میں موجود دفتر روزنامہ شہباز، فوجی
گوروں کا بہت بڑا سنٹر تھا، ۲۱ مئی کو صبح کے وقت سردار گنگا سنگھ ایک سرکاری ملازم
اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ ٹانگے پر کابی دروازہ سے گذر رہا تھا کہ ٹاؤن ہال کی
چھت سے ایک ٹوکے نے صفحے کی حالت میں بلاوجہ ان پر گولی چلا دی۔ سردار جی کے
دو بچے وہیں مر گئے بیوی کی چھاتی میں گولی ٹکی لیکن وہ بچ گئی۔

یہ وحشت ناک ذبح گاہ کی طرح فوراً سادے شہر میں پھیل گئی لوگوں کے دل
جو پہلے ہی زخمی تھے غم و غصے سے بھر گئے اور وہ قند خوانی میں بیچ بوسنے لگے۔
دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں لوگ جمع ہو گئے اور ان دونوں بچوں کی ریحی کا جلوس نکالا گیا۔
جو شہر کے بڑے بڑے بازاروں سے ہوتا ہوا گورکھ پور تک پہنچا، اس جلوس کی قیادت
حکیم عبدالجلیل ندوی کر رہے تھے جو نجائے کس طرح گرفتاری سے بچ گئے تھے۔

یہ جلوس تحصیل کے پاس پہنچا وہاں میں گورہ فوج متعین تھی لیکن حکیم عبدالجلیل
کے کہنے پر وہ پیچھے ہٹ گئے اور تحصیل کا دروازہ بند کر دیا۔ اب جلوس نیچے

گوچہ بیٹھیاں کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک گودہ فوج کا مسلح دستہ ٹھنڈا ٹھکر کی طرف سے آ رہا ہے حکیم صاحب نے اُسکے بڑھ کر ان کے افسر سے کہا کہ یہ جہاز وہم سے جا رہے ہیں اور ہماری کسی سے کوئی غرض نہیں آپ خاموشی سے گزر جائیے لیکن اس بد صنایع انگریز افسر نے کوئی پروا نہ کی اور جلوس پر نازنگ کا حکم دیدیا۔ اس نازنگ میں "اومی شہید اور بیس زخمی ہونے۔ فوج نے جہاز بنایا کہ ان سے بند تھیں پھینکنے کی کوشش کی مگر یہ بالکل ناکام ہو گیا۔ جہازات بھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی پلانے کا تہیہ کر کے آئے تھے اور یہ حکومت کی سپہی بھی پالیس کے تحت نازنگ کی گئی۔

اس واقعہ کے بعد شہر میں کئی دن ہڑتال رہی دشمنوں کی مرہم پٹی ٹاکر خافیا کرتے رہے اور تمام شہیدوں کو گئی دروازے کے باہر قبرستان میں دفنایا گیا ان مرنے والوں میں دو ہندو بھی تھے۔ اس کے بعد باقی تمام کارکنوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

مکر قاترنگ

۱۹۳۰ء اپریل کو پشاور کے سیاسی رہنماؤں کی گرفتاری اور قلعہ خانی قاترنگ کے ساتھ ہی سرحد میں پہلے جلوس ممنوع قرار دے دیئے گئے۔ ۵۔ رسی کو گاندھی جی گرفتار ہوئے۔ ۶۔ رسی کو غلام محمد اکبر، محمد عباس خان، سالار رب نواز، میاں جعفر شاہ اور غلام محمد خان وند خور نے میٹنگ کر کے فیصلہ کیا کہ اس حکم کو توڑا جائے چنانچہ ۱۹۳۱ء کو سول تاقربانی کا آغاز کرتے ہوئے وند خور میں انہوں نے پہلا جلوس کیا جسے ۷۷ پہلے ہی غلام محمد وند خور کو گرفتار کر کے تین سال قید کا حکم سنایا گیا۔ جلوس نہایت اہم سے ہوا جس میں میاں جعفر شاہ نے نامعلوم وجوہات کی بنا پر شرکت کی اس جلوس کے بعد مردان اور پشاور میں پورے زور شور سے سول تاقربانی شروع ہو گئی۔

۲۰۔ رسی ۱۹۳۰ء کو موضع مکر خلی مردان میں ایک عظیم الشان جلوس ہوا جس میں کارکنوں کی گرفتاری عمل میں آئی اسی ہنگامہ میں شرمیر فی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس مردان قتل ہوئے اس جرم میں فوج نے اس تمام علاقے پر شدید گولہ باری کی جس سے ۵۰ افراد ہلاک اور ۵۰ شدید زخمی ہوئے۔ حکومت نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ملک بھر میں جرنیل شہروز خان اور غلام محمد خان وند خور کے حجرے بھاڑ دیئے گئے اور ان کے مکان اور دوکانیں لوٹ لی گئیں۔

ہری پور جیل میں یا کسی قیدیوں سے بدسلوکی | ہری پور جیل اس وقت زیر تکمیل تھا
 اس کی تکمیل یا کسی قیدیوں پر کی گئی ،
 قیدی بڑھ گئے تو انہیں پاؤں میں زنجیروں ڈال کر بازوؤں کی طرح باہر باندھ دیا جاتا ۔
 قیدیوں کو روٹی صرف ایک دہائی جاتی انہیں بید زنی کی سزائیں دی گئیں اور وہ شرمناک
 منظر دیکھنے لگتے کہ جن کے بین کرنے کی تہذیب اجازت نہیں دیتی ۔
 رضا کاروں کو معافیاں مانگنے پر مجبور کیا جاتا اور طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتیں ۔
 انہیں چکی کی سخت مشقت دی جاتی ان کے دہناؤں کو قید تنہائی میں رکھا جاتا جیل کے اندر
 ان پر ہٹھی چارج کیا جاتا اور انہیں ایک دوسرے سے بات تک کرنے کی اجازت نہ
 دی جاتی ۔

سخت سردی میں صرف ایک ایک کپل یا جاکٹوں کی وجہ سے سیکڑوں قیدی بیمار
 ہو گئے اور طبی امداد نہ ملنے کے باعث کتنے ہی رضا کار قونیہ کا شکار ہو کر وفات پا گئے ۔
 قیدیوں پر بے بنیاد الزام لگا کر انہیں اخلاق سوز سزائیں دی جاتیں سخت سردی میں
 ٹھنڈے پانی کے کھاب میں غوطے دینے جاتے ، لٹکا کر کے ان کی پٹائی کی جاتی ان پر لاش
 بند کر دیا جاتا ، گھنٹوں ، ٹانگیاں جاتا ، کوہو کے آگے باندھا جاتا ، اور شدید گرمی میں پانی
 کے لیے ترسیا جاتا ۔

ان پر پھر رضا کاروں کو دھوکا دے کر مسافری گاڑیوں پر رکھ کر انکو ٹھکانے لگایا جاتا
 اور انہیں جیل سے نکال کر ان کے ہم شہر کئے جاتے کہ انہوں نے مسافری ٹرک لے لئے

باجا پانمان گجرات جیل میں | باجا پانمان گجرات جیل میں
 کانگریس تحریک سے وابستگی پیدا ہوئی، ان

دوس گجرات جیل ہندوستان بھر میں سیاسی قیدیوں کا مرکز بنی ہوئی تھی وہاں آپ سے پہلے
 تقریباً ایک سو کانگریس کے بڑے بڑے رہنما موجود تھے جن میں سے ڈاکٹر انصاری،
 مولانا کفایت اللہ، مولانا محمد سعید، مولانا غفر علی خان، عطاء اللہ شاہ بخاری، شکر لال بنگر،
 پائندہ سنت رام، راجپل دت گجرات جیل میں گیتا باجا پانمان نے سنت رام ہی سے پڑھی،
 وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات سے مل کر آپ کو کانگریس تحریک کے مطالعہ اور کانگریسی
 رہنماؤں کو قریب سے دیکھنے اور انہیں سمجھنے کا موقع ملا۔ آپ نے وہی ٹیلیسٹ مسلمانوں
 سے بھی تبادلہ خیالات کر کے اپنے تسکون دہناتے رفح کئے اور ہندو سکاؤٹس اور
 بھی تعلقات پیدا کر کے ان کے تہذیب و تمدن اور مذہب کا مطالعہ کیا چنانچہ آپ خود
 فرماتے ہیں۔

میں نے گیتا سب سے پہلے یہیں پڑھی اس کے علاوہ اگر مختصر سب اور انجیل
 بھی پڑھی میرا خیال ہے کہ ان کی دوستی کا کم از کم اتنا حق مجھ پر ضرور تھا۔ ان کی
 مقدس کتابوں کے متعلق کوئی علم نہ ہو تو میں ان کے خیالات اور ان کے جذبات کو
 پوری طرح کیسے سمجھ سکتا ہوں اور ان کی دوستی کی کیسے قدر سکتا ہوں مجھے قیسم ہے
 کہ اس وقت گیتا میری سمجھ سے باہر تھی میں نے اسے بار بار پڑھا تاہم مجھ میں اتنی استعداد
 نہ تھی کہ میں اسے سمجھ سکتا مجھے بعد میں انڈمان کے پنڈت جگت رام نے باقاعدہ
 گیتا پڑھائی انہیں اس سے خاص شغف تھا اور انہیں نے مجھے اس کا صحیح مفہوم سمجھایا
 یہی نہیں بلکہ آپ نے رواداری کے تحت گشت بھارت بھی ترک کر دیا یہاں

تک کہ آپ کے دانت خراب ہو گئے اور ڈاکٹروں نے گوشت کھانے پر مجبور کیا تو ہفتہ میں ایک دفعہ کھانے گئے لیکن وہ بھی چھپ چھپاتا کہ ہندو سکھ دوستوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے ۔

یہاں آکر آپ کی زندگی میں بڑا انقلاب آیا آپ کے خیالات میں وسعت پیدا ہوئی اور اپنی تحریک کو ہمہ گیر بنانے میں مدد ملی۔ آپ نے ہاتھا گاندھی کی زندگی کا بڑے اہتمام سے مطالعہ کیا اور اس کا اتنا اثر ہوا کہ آپ ان کی پیروی میں ہفتے میں ایک دن روزے بھی رکھنے لگے بلکہ ایک دن سرن برت بھی رکھتے، ہاتھا گاندھی کے عدم تشدد کے فلسفے پر بھی آپ انہی دنوں کا بند ہوئے اور اسے دیا اپنا کہ آج تک اس سے سرمو اخراجات نہیں کیا ۔

چونکہ آپ شروع ہی سے روحانیت کی طرف مائل تھے اس لیے ہاتھا گاندھی کی زندگی کے روحانی پہلو نے آپ کو یہاں تک متاثر کیا کہ قریب قریب آپ نے اپنی زندگی کو گاندھی جی کی زندگی کا مکمل نمونہ بنا دیا ۔

یہ چیز تھی جس کے پیش نظر آپ کو سرحدی گاندھی کہا جانے لگا آپ کے معتقد محبت سے آپ کو اس نام سے یاد کرتے تھے لیکن مخالف طنزاً آپ کے نام کے ساتھ یہ خطاب لکھتے بلکہ بعض متعصب اخبارات تو آپکے ہندو ہوجانے کے متعلق من گھڑت اور بے سرو پا انسانے مشہور کرتے رہے لیکن آپ جذباتی انسان نہیں بلکہ بڑے ٹھنڈے دل و دماغ کے مالک ہیں آپ نے غنائین کے اعتراضات کی کبھی پروا نہیں کی اور ہمیشہ وہی کیا جو صحیح سمجھا آپ اصول کے پکے اور ہٹ کے مضبوط ہیں اور اپنے اصولوں سے انہیں دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی کبھی نہیں

ہٹا سکی ۔

گاندھی جی کی پیروی کے باوجود آپ ہمیشہ ایک سچے مسلمان کی طرح اسلام کے احکامات پر سختی سے کاربند رہے اور کبھی کوئی ایسی راہ اختیار نہیں کی جو اسلام کے اصولوں کے منافی ہو۔ جب آپ کے ہمت پر مخالفین نے اعتراض کیا تو آپ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا

رجب چھپے آفت میں مہاتما جی نے سات دن کا برت رکھا تو میں نے بھی سات دن روزہ رکھا اور شام کو صرف نلک ملا ہوا پانی پیا تھا۔ کہنا تنگ نظر جی بنے کہ عام طور پر جس طرح مسلمان روزہ رکھتے ہیں وہی بھی روزہ ہے ہمارے رسول اکرمؐ نے اکثر دن اور رات متواتر روزے رکھے تھے میرا خیال تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے محض انسانی کمزوریوں کا لحاظ کرتے غروب آفتاب کے بعد کھانے پینے کی اجازت دے دی آنحضرتؐ کو کسی غذا کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ان کا قول تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روحانی غذا بھیجتا ہے تمام انسانوں کو یہ غذا نہیں ملی سکتی کیونکہ انہیں اس ایمان کی کمی ہوتی ہے جو اس کے لیے ضروری ہے ۔

باجا خان کی رہائی اور کانگریس میں شمولیت

۱۹۳۱ء کو گاندھی اردن پکٹ کے تحت ملک کے تمام سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے لیکن برطانوی حکومت نے باجا خان کو رہا کرنے سے انکار کر دیا گاندھی جی رہا ہوا لاہور و اردن سے نیا کرے اور کہا کہ باجا خان کو رہا نہ کیا گیا

تم ہمارے اس معاہدے کو منسوخ سمجھا جائے ہم دوبارہ جیل جانے کو تیار ہیں۔
 گاندھی نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے گاندھی جی کو بتایا کہ رشتہ پریش تحریک بالٹیک
 تحریک ہے کانگریس سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لیے اس معاہدے کی زد سے باجاً
 کو اس وقت تک ہم نہیں کیا جاسکتا جب تک وہ کانگریس میں اپنی حمایت کو منظم
 کرنے کا اعلان نہ کریں اور تمام اس طرح عدم تشدد پر عمل پیرا نہ ہوں:

گاندھی جی نے یہ شرط منظور کر لی اور جیل میں باچا خان سے سخت دشمنی کرنے
 کی اجازت حاصل کر لی۔ یہاں اس امر کی ضمانت ہے مل نہ ہوگی کہ چونکہ انگریز
 خدائی خدمت گار تحریک سے بہت غافلت تھے اور ان کی بڑھتی ہوئی تنظیم کو تنگ و تنگ
 کی نظروں سے دیکھتے تھے اس لیے انہوں نے اس تحریک کو پہلے اس کا نام و نشان مٹانے
 اور باچا خان کو عمر بھر کے لیے قید و بند میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس موقع پر صاحبزادہ عبدالقیوم مرحوم نے نہایت قابل قدر پارٹ ادا کیا
 آپ انگریز دوست ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کے بہادر اور ملک کی آزادی کے
 خواہاں بھی تھے انگریز سرکار میں آپ کو بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا اور برطانوی حکومت
 انہیں اپنا خاص آدمی جانتے ہوئے ان پر بہت اعتماد کرتی تھی اس لیے ان سے انگریز
 حکومت کی پالیسی کا کوئی عازد پوشیدہ نہ تھا۔ آپ کو جب انگریزوں کی اس نیت کا پتہ
 چلا کہ وہ صوبے کی اتنی بڑی اور مقبوضہ سیاسی تنظیم کو ختم کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں تو
 اپنی قوم کی بربادی کے تصور سے آپ بے چین ہو گئے اور آپ نے کسی نہ کسی طرح
 خدائی خدمت گاروں کے ہاؤس تک یہ بات پہنچادی کہ جس طرح بھی ممکن ہو اپنی تحریک
 کو فورا ملک کی کسی سب سے مضبوط جماعت میں منظم کر دو کیونکہ انگریزوں کی نیت

ابھی نہیں وہ بڑے خوفناک اور اوسے رکھتے ہیں اور اگر ایک دفعہ میاں اتنی بڑی تنظیم کو ختم کر دیا گی تو پشتہ ن قوم کے ساتھ ساتھ ملک کی تحریک آزادی کو بھی بے پناہ نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

باچا خان ہر خپہ اس وقت کانگریس کی طرف کان نہ تک مائل ہو چکے تھے لیکن وہ اپنی جماعت کو کانگریس میں مدغم کرنے کو ہرگز تیار نہیں تھے ان کے دل میں شروع ہی سے اسلامی دور تھا اور وہ کانگریس سے خوشگوار و دورتاہ تعلقات رکھتے ہوئے مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم کے زبردست حامی تھے۔

چنانچہ جب سب سے پہلے انہیں جیل میں داخل ہوا تو عبد القیوم مرحوم کا یہ پیغام پہنچا اور آپ نے خدائی خدمت گاروں پر حکومت کے بے پناہ تشدد اور ظلم و ستم کی داستانیں اپنے ساتھیوں کی ذہنی سیرت تو آپ نے باہمی صلاح مشورہ سے خدائی خدمت گار جماعت کے سربراہ اور وہ رہنماؤں کا ایک وفد مقرر کر کے اسے ہدایت کی کہ وہ ہمارے مسلم لیگی رہنماؤں سے بات چیت کریں اور لیکن جو تو خدائی خدمت گار جماعت کا آل انڈیا مسلم لیگ سے الحاق کر دیں۔ اس سلسلہ میں باچا خان کے حالیہ عدالتی بیان سے اس مسئلے پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

دستِ اول میں میں نے اپنے آپ کو گجرات پشیل جیل میں محبوس پایا۔ یہ جیل اس وقت پنجاب کے سیاسی قیدیوں کے جیل کی حیثیت رکھتی تھی یہاں ہمارے ایک یا دو پرانے ساتھی ہم سے ملنے آئے اور انہوں نے ان مظالم کی انفرسٹاک داستانیں بیان کیں جو انگریزی حکومت ہماری قوم پر توڑ رہی تھی ان کی باتیں سن کر ہمیں بہت مدد پہنچا اور آپس میں

صلاح مشورہ کے بعد ہم نے اپنے دوستوں کو ہدایت کی کہ وہ پہلی اگلاہر
اور شملہ جائیں اور مسلم لیگ اور دوسری مسلم تنظیموں کے یٹروں سے رابطہ
قائم کریں انہیں ہم اپنا مسلمان جوانی سمجھتے تھے اور انہیں بڑی اسید تھی
کہ وہ اس خوفناک صورت حال میں ہماری مدد کریں گے کچھ عرصہ بعد میرے
دوست ہاپس آئے اور انہوں نے بتایا کہ مسلم لیگ ہماری مدد کے لیے تیار
نہیں کیونکہ ہماری جنگ انگریزوں کے خلاف ہے اور مسلمان یٹرو انگریز
سے لڑائی چھڑانے کے حق میں نہیں ہیں :

ابھی دیریں جب کہ آپ مسلم لیگ کی طرف سے بالکل بائوس ہو چکے تھے گاؤہی جی
کے ایسا سے مل گئے خان اور میاں جعفر شاہ باچا خان کو کانگریس میں شمولیت کی دعوت
دینے کی جرات پیل پینے اس وقت وہاں آپ کے ساتھ میاں احمد شاہ بیرسٹر اور آغا لال
بادشاہ بھی موجود تھے باچا خان کو گاندھی جی کا کانگریس میں شمولیت اور عدم تشدد پر
عمل درآمد کرنے کا پیغام ملا تو آپ حالات کی نزاکت کے پیش نظر ان دونوں باتوں
کو متکدر کرنے پر مجبور ہو گئے کیونکہ ان کے لیے اس وقت اور کوئی چارہ کار نہیں تھا
باچا خان نے متکداری سے دی تو ان ہر دو مبارک حضرات نے گاندھی جی کو جا کر
یہ غرور ستایا جسے سنتے ہی وہ بہت غمناک ہوئے اور انہوں نے قادیان وائس کے ہند کو
اطلاع دیا کہ باچا خان کانگریس میں شامل ہو گئے ہیں اس لیے اب انہیں فوراً
رہا کر دیا جائے چنانچہ سنٹرل گورنمنٹ نے آپ کی رہائی کے احکامات صادر کر دیئے

باجا خان کا تاریخی جھگڑا

۱۹۳۱ء

باجا خان دہا ہو کر گجرات سے موٹریں دہا ہو
گئے اور وہاں سے پشاور آئے جہاں آپ کا
ایک ایسا عظیم الشان جلوس نکالا گیا جس کی

فطیر نہیں ملتی۔

صوبہ سندھ کی تاریخ میں سولہ ماہ محمد علی مرحوم کے تاریخی جلوس ۱۹۲۰ء کے بعد
یہ دہرا یادگار جلوس تھا ایک سے بڑے کر پشاور تک تمام راستے کو نہایت اہتمام سے سجایا
گیا تھا اور پشاور شہر تو وہاں کی طرح آراستہ و پیراستہ تھا۔ صوبہ سندھ کے طول و عرض
سے ہزاروں لوگ آپ کے استقبال کے لیے دہرا پہنچے اور جب آپ پشاور شہر میں
داخل ہوئے تو بلاشبہ لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھ ملتا ہوا سندھ آپ کے ہمراہ تھا
آپ سر سے ننگے کھدک کی قمیض پہنے ہوئے تھے راستہ میں جگہ جگہ آپ پر بچوں کی بادش
کی گئی اور اس قدر ہار پہنائے گئے کہ آپ کا موٹر بچوں کے ہاروں سے لد گیا شہر میں
سیکڑوں خوبصورت دھڑاں سے بنائے گئے تھے اور لوگوں کا ہجوم آپ کو ایک نظر
دیکھنے کے لیے ٹوٹا پڑتا تھا۔ عوام کی عقیدت دیکھنے کے قابل تھے یوں معلوم ہوتا
تھا جیسے اس دن صوبہ سندھ کے سب دیہاتوں اور شہروں سے تمام مرد و زن اور
بڑے بچے امنڈ کر اس جلوس میں جمع ہو گئے ہیں باجا خان زندہ باد! انقلاب زندہ باد!
اور اسلام آباد کے ملک شگات نعروں سے نچنا گونج رہی تھی اور آپ پر ہی عظمت
کے ساتھ سکرا کر دو فوجی ہاتھوں سے لوگوں کے سلاموں کا جواب دے رہے تھے۔
دہا ہونے کے بعد اسی سال ۱۹۳۱ء میں آپ نے آل انڈیا کانگریس کے
اجلاس منعقدہ کراچی میں شرکت کی اور وہاں ملک کے نہایت اہم مسائل پر کانگریس

ہندوؤں سے تبادلہ خیالات کیا۔ اسی سال تک انگریزوں میں ہندوؤں کا مذہب کے ساتھ مزاحمت سے دیوید کی
گاندھی سرحد وار رہے اور آپ کے گاہوں میں آپ کے پاس جہان ٹھہرتے رہے۔ وہ سب
اور آزاد تباہی ملاقہ دیکھنا چاہتے تھے لیکن آپ کو حکومت نے اجازت نہ دی کہ اپنے
جہان کو یہ علاقے دکھائیں۔

دیوی داس گاندھی کا سرحد میں عظیم الشان استقبال کیا گیا اور اس کے دوسرے
میں جہاں جہاں بھی وہ گئے قریب کا دور دورہ لوگوں کا جوش و خروش دیکھ کر حیران رہ گئے
بایا خان اور شی کاگر کے رہنماؤں میں اختلاف

یادداشتیں ایک انقلاب رونما ہوا جہاں کے سیاسی رہنماؤں میں گونا گوں اختلافات
کا باعث بنا ایک طرف ہندوؤں کی خدمت کا تحریک سے بہت سے مخلص بھگت کنٹ کر علیہ
ہوئے تو دوسری طرف کانگریس کمیٹی سے شہر میں کانگریس کا وفد بالکل الگ ہو گیا۔ دوسرے
بند انگریز حکومت کے لیے مفید تھی اور ان کی نہایت گہری پالی کا نتیجہ تھی انہوں نے
اسے خوب براہی اور دانت لہر پہنچائی لوگوں کو پناہ دلا کر بنا کر سستال کرنے کی
کوشش کرتے رہے۔

سب سے پہلے دانت لہر کو بایا خان نے جب کانگریس اور ہندوؤں کے
بہداشت کا یہ بھی سبب دیا، انھوں نے جہاں میں توفیق سے لے پیش کیا تو غلام محمد بوند خور نے
انہیں پسند نہ کیا۔ انھوں نے کانگریس میں بلی ملود پر اصرار نہیں ہونا چاہیے بلکہ افغان جرگہ
کی حیثیت کا نام رکھتے ہوئے ہمیں کانگریس سے اپنی جہالت کو الٹ کرنا چاہیے کیونکہ
افغان جرگہ کے پرانے رسم میں مذہبی رسوم کی اصلاح اور مذاہن شرقی خرابیوں کا افساد

شامل بنے اور کانگرس ایک جشنِ بامرت بنے اس لیے اس میں وہ کمر ہار سے لیے اپنے پر درگاہ میں چلاؤ اور شور مچاؤ گا۔

نظام محمد بن عبد نوڈ کی اس تربیم کی نائید میاں احمد شاہ بزرگ کی بیٹی افغان بزرگ عبدالکیر خان خادم صدرا افغان بزرگ اور ہمیں جانِ حق بنے کی اس پر ایک ہنگامہ غیر بحث ہوئی دوسری طرف باچا خان ڈاکٹر خاں صاحب اور مائیں ملائندہ موصوفے، انگریزوں اور شاہ نے کہا جیب تک ساہ نہ ہو گئے میں یہ تجویز پاس نہ ہو اس وقت تک اس پر عمل درآمد نہ کیا جائے باچا خان خود اپنی بامرت کی طیغہ حیثیت قائم رکھنا چاہتے تھے لیکن وہ ناکامی ہی سے مدد کر چکے تھے اس لیے مجبور تھے دوسرا حالات و واقعات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اس وقت ایک پرستار بزرگ کی طرح وہ اپنا سوجھ بول ڈالیں اور دشمن کو بالادستی کا موقع نہ دیں نیز یہ بھی جانتے تھے کہ کانگرس میں حکم ہونے کے باوجود ان کی بامرت کی انفرادی بنیت برقرار رہے گی کیونکہ اپنی بامرت پر ان کا پورا اثر و نفوذ تھا اور اس چیز کو ان سے کوئی نہیں چھین سکتا تھا لیکن فریقِ مخالفت یہ بات ماننے کو تیار نہ تھا چنانچہ بامرت میں دھڑلے بند پید ہو گئی اور میاں احمد شاہ بیرسر کی قیادت میں بائیں بازو نے باچا خان پارٹی سے الگ ہو کر افغان جرگہ کے نام سے ہی کام جاری رکھا اور کانگرس سے تعلق رکھنے کے باوجود اس میں ادغام پسند نہ کیا۔

دوسرا باچا خان کانگرس کو اپنانے کے بعد اس کا مرکز اپنے گھرانے افغان نئی میں قائم کرنا چاہتے تھے اور پشاور شہر کے پاس کانگرس رہنما اس بات کے سخت مخالف تھے وہ ہر حالت میں اپنا اقتدار برقرار رکھنے پر مصر تھے اور پراونشل کانگرس کا مرکز پشاور بھیجے و گزری شہر میں ہی رکھنا چاہتے تھے۔

رفتہ رفتہ اس تنازعہ نے بہت لمبی کھینچا اور بعض نو ذرخیز لوگوں نے اسے شہری
اور دیہاتی رنگ سے کہ نہایت افسوس ناک حالات پیدا کر دیئے اور مسائل الٹا کائرس
درکنگ کیسی طماک جا پہنچا کر کی طوت سے عبرت سنگھ کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے
بھیجا گیا جس نے یہاں آخر تمام کائرس کارکنوں کے بیانات قلم بند کرنے کے بعد ایک رپورٹ
تیار کی جو مرکز کو پیش کر دی گئی۔ چنانچہ انہی دنوں آل انڈیا کائرس کمیٹی کی درکنگ کمیٹی کے اجلاس
میں سرمد پراوتش کائرس کمیٹی کی دونوں پارٹیوں کے نمائندوں کو بھیجا گیا جس میں ایک فریق کیپٹن
سے باچا خان میاں، دھرم شاہ بیرٹر، میر محمد علی احمد دوسرے فریق کیپٹن احمد نعل بادشاہ، پرخیشاں علی، علی محمد، علی
الہ کوہیوں نے شمولیت کی۔ یہ تھوڑے دن گئے کہ گاندی جی نے ڈاکٹر انصاری اور دہلوی کی سیاتی پر مشتمل ایک
کمیٹی بنائی مقرر کیا گیا تھا جس نے فریقین کے بیانات کھتے کے بعد ان فریقوں کے مشورے
سے سرمد میں کائرس کی باگ اور باچا خان کے ہاتھ میں سونپ دی۔

آل انڈیا کائرس کے اس فیصلے سے پٹ ودر شہر کے پانے کائرس رہنما بہت ناراض
ہوئے اور غصے سے چپس آتے ہی انہوں نے کائرس سے اپنا تعلق توڑ دیا۔ اور باچا خان
سرمدی کے نام سے کائرس کے لیے کام کرتے ملے کائرس کام کرنے والوں کی فہرست
تیار کیا گیا اور تمام صوبے میں اس کی شاخیں قائم کر کے اسے ایک ضابطہ تسلیم بنا دیا گیا طعن
یہ کہ اس کے باوجود باچا خان اور اس کی جماعت کے تمام کارکن سرخ پوش بن کر کھاتے
ہے اور کائرس میں شامل ہونے کے بعد بھی ان کا نام نہ بدل سکا۔

ستیم کے آخر میں ہندوستان میں واقعہ نہیں کائرس

تیسری بار گر قاری

کا پر ویکٹ شریع ہوا جو بریلی فونی حکومت کی طرف

سے لندن میں منعقد کی جارہی تھی اور جس میں سرمد کے مائیکو جمیٹورڈ اصلاحات

دینے کی پیشکش کی گئی مگر کانگریس نے جہاں طور پر اس کانفرنس کا بائیکاٹ کرنے اور اس کی مخالفت کرنے کا فیصلہ کیا اور اعلان کیا کہ ہم مکمل آزادی سے ہم کوئی چیز بھی لینے کو تیار نہیں۔

باچا خان نے بھی کانگریس کے پروگرام کے مطابق اس کانفرنس کی مخالفت میں دوشے کرتے اور پروپیگنڈا کا شروع کیا انہی دنوں حکومت نے باچا خان اور ان کے ساتھیوں کو جن میں ارباب عبدالغفور خان، فاکر خان، صاحب اور غلام محمد خان وند غور بھی شامل تھے پھر گرفتار کر لیے اور سرحد میں سسٹن پشش کانگریس اور اس کی تمام شاخوں کو غیر قانونی جہاں قرار دے دیا۔ ان گرفتاریوں کے بعد سرحد میں باقاعدہ تحریک شروع ہو گئی اور تحوڑے ہی دنوں میں تقریباً بیس ہزار دھنا کار گرفتار ہو کر جیلوں میں پھنس گئے۔

ان گرفتاریوں کے بعد ۱۹۴۲ء میں لندن رائٹنگ ٹیبل کانفرنس ہوئی جس میں محمد علی نے بھی شرکت کی اور سرحد کی نمائندگی کے لیے صاحبزادہ عبدالقیوم کو سرکاری طور پر منتخب کیا گیا اس کانفرنس میں صوبہ سرحد کو نائیکو جمپینرڈ اطلاعات دینے کا فیصلہ کیا سرحد میں کانگریس اور سسٹن پشش جہاں سنسن اطلاعات کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ اور مول کانرانی کرتے ہوئے دھڑا دھڑا جیل جاتے رہے حکومت نے ان پر سب پناہ تشدد کیا لیکن وہ مکمل طور پر عدم تشدد پر کاربند رہے چنانچہ صاحبزادے عبدالقیوم خان مرحوم کو صوبہ سرحد میں سب سے پہلے سرکاری وزیر اعلیٰ نامزد کیا گیا۔

جیلوں میں سیاسی قیدیوں سے حکومت کا سلوک نہایت وحشیانہ تھا وکبر و جبر کی کڑا کے کی سڑی میں قیدیوں کو سسٹن ایک ایک کھل دیا یا تاروٹی ایک ایک وقت ملتی چنے اور دال بند کر دی گئی بید زنی کی سسٹن بات بات پر دی جاتیں وہ آئے دن بھوک

اور ہر ایسے مرتبہ سے ملنے کے علاوہ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ۔

۱۹ جنوری ۱۹۲۱ء کو شدید بارش ہو رہی تھی کہ گودا فوج کی ویکٹریاں آئیں اور جیل کا محاصرہ کر لیا اور تمام بچہ تانوں پر مشین گنیں نصب کر دیں پھر جیل کے تمام ملازمین اور کنسل برٹش ہنریل پکچر جیل میں داخل ہوئے اور بلا وجہ تمام سیاسی قیدیوں کو پٹیا شروع کر دیا پورے دو گھنٹوں تک یہ قتلانہ مار پیٹ جاری رہی پھر دوسرے سرکردہ سیاسی قیدیوں کو چمکیوں میں بند کر دیا ان میں ڈاکٹر خان صاحب ، ملازمہ خان ، لوندہ خور ، عبید اللہ خان ، سالار رب نواز خان ، سالار مرتضیٰ خان ، باب عبید اللہ خان ، خان صدر سرفراز خان ، پیر شہنشاہ ، صدر پروفیشنل کانگریس ، غیرہ شامل تھے چنانچہ پچیس دن میر محمد خان بریل پڑا تک پیر ملو شاہ ، تاجن زنی ، ملازمہ خان ، لوندہ خور ، غیرہ چند اشخاص کو تیس تیس بیدکی سڑو دی گئی یہ لوگ تین ماہ تک زندہ غموں کی وجہ سے صاحب زبانش رہے ۔

ڈاکٹر خان صاحب اس تحریک میں پہلی دفعہ جیل سے وہ عملی طور پر اب بھی ریاست میں کوئی خاص ذمہ دار سے رہتے تھے بلکہ محض باپا خان کا بھائی ہونے کی وجہ سے انہیں جیل جاتا پڑا اور اس دفعہ باپا خان وہ تقریباً تمام خاندان گزرتا گیا کیا باپا خان کے دو بیٹے ایک کے اور ڈاکٹر خان صاحب کے لڑکے اور دوسرے تمام قریبی رشتہ داروں کو قید کی صورت میں جیل پڑی

۱۹۲۲ء میں اپنی میعاد کی طرف
مان کی رہائی نظر بندی اور گرفتاری
 گذرنے کے بعد تمام سیاسی

ملازم ہونے لگے لیکن باپا خان اور ڈاکٹر خان صاحب کا پنجاب میں داخلہ ممنوع ہو دیا گیا جس کی مخالفت ورزی وہ جماعتی فیصلے کے مطابق کرنے سے مندرجہ

چنانچہ یہ دونوں بھائی سیٹھ جیٹا لال بھائی کی دعوت پر دوبارہ چلے گئے جہاں مہاتما گاندھی
 پہلے ہی سے ان کے بھائی کی نشست سے موجود تھے ۔

یہاں باپا خاں کی گاندھی جی کی سمیت میں رہنے اور ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے
 کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور گاندھی جی کی مدت سے باپا خاں کو قریب سے دیکھنے
 اور ان کے ساتھ کچھ دن گزارنے کے آرزو مند تھے چنانچہ یوں کہنا چاہیے کہ آزادی ہند
 کے ان دونوں رہنماؤں کے آپس میں مل بیٹھنے کی آرزو ایک اعتبار سے انگریز حکمرانوں نے
 باپا خاں کی نظر بندی کے احکام صادر کر کے خود ہی پوری کر دی ۔ اس کا اظہار گاندھی جی
 نے جہاد یوڈیسا کی کتاب دو ہندوئی خدمت گارمنے تعارف میں یوں کیا ہے ۔

”میرا بہت ہی چاہتا تھا کہ کچھ دن خاں بعد از گاندھی کے ساتھ رہوں
 مگر کبھی اس کا موقع نہیں ملتا تھا پچھلے سال کے آخری مہینوں میں یہ
 آرزو پوری ہوئی میری نموش قسمت سے صرف خاں صاحب ہی نہیں
 بلکہ ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر خاں صاحب بھی ہزاری باغ ایل سے رہا
 ہوتے ہی میرے پاس پہلے آئے بات یہ تھی کہ ان دونوں کو ہر دھرم
 ۱۹۳۴ء تک صوبہ ہند میں داخل ہونے کی ممانعت ہو گئی تھی اور اس
 کی غلامت دونوں مذہب کا گروں کے فیصلہ کی وجہ سے نہیں کر سکتے تھے
 اس لیے انہوں نے جیٹا لال بھائی کی دعوت قبول کر لی اور دوبارہ
 آگئے اس طرح جیسے ان سے مکمل کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ جوں
 جوں ان سے واقفیت بڑھتی گئی میرا دل ان کی طرف کھینچا گیا ان
 کے خلوص اور صاف گوئی اور ان کی انتہائی سادگی کا مجھ پر بہت

اثر ہوا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ انہوں نے سچائی اور دم تقوٰہ کو مصلحت کی بنا پر نہیں بلکہ
 عقیدے کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔ چھوٹے بھائی کو میں نے مذہبی جوش سے بھرا ہوا
 پایا۔ اگر وہ تنگ نظر نہیں ہیں بلکہ سطح کل مسلک رکھتے ہیں ان کی سیاست اگر کچھ ہے
 تو وہ مذہب پر مبنی ہے اور ظاہر خان صاحب کو تو سیاست سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔
 داروہا میں لگانڈی جی اور پاجا خان کی صحبتیں کس نوعیت کی تھیں اس کی متعلق
 مہسا دیو ڈیسائی لکھتے ہیں۔

داروہا کے اس چند روزہ قیام سے اس دنوں بھائیوں اور لگانڈی

جی اور جتنا دل بھائی میں ایک خاص اخوت اور روحانی تعلق پیدا

ہو گیا ان میں کوئی سیاسی کشمکش نہ ہوتی تھی البتہ روحانی صحبتیں اکثر رہا

کرتی تھیں جن میں وہ خاموشی سے بیٹھ کر بات کیا کرتے تھے یہاں

کے سب رہنے والے اس سے بہت متاثر ہوئے خان عبدالغفار

خان روز بیچ آٹھرم میں جاتے اور لگانڈی جی سے کسی داس کی باتیں

نہیں کرتے تھے اس کے علاوہ اکثر صبح و شام کی پرارتھنا میں بھی

شریک ہوتے اور کہتے یہ فخر میری روح کو محمود کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ انہوں نے پیار سے لالہ جی سے کہا کہ مہربانی فرما کر اسے ڈو میں لکھ

دیتے ہو اس کا اردو ترجمہ بھی کر دیجئے۔

ایک بڑا ڈاکٹر خان صاحب کے متعلق لکھتے ہیں۔

بڑے بھائی نے پورے گیارہ سال انگلستان میں گزارے اور وہاں

بہترین تعلیم حاصل کی لیکن اکثر اپنی ننگو کے دوران میں بار بار وہ نہیں

یہاں یوں اسی ہمدی اور اسی چھوٹے سے جزیرہ کا ذکر کرتے جہاں انہوں
 نے اپنا ایک حزلت خانہ بنا رکھا ہے اور جہاں ہاتھابی کو کبھی اپنا
 بہان بنانے کی نہیں بڑی آزدی ہے وہ ہاتھابی سے کہا کرتے
 "وہاں آپ کا آشرم ہو گا ہمارے نزدیک اس سے زیادہ پرسکون
 اور خوشگوار مقام نہیں مل سکتا پتا دو کی ساری فادوی میں عیسوں
 کی افراط ہے اور یقین کیجئے وہاں آپ کا دکان بڑھ جائے گا"
 وہ اکثر اپنے گئے سے نصیحتوں کا تذکرہ کیا کرتے تھا کہ اس
 مخالف رویت کا جس سے وہ مدت کھن نکال کرتے اور بچھین لے
 اس کاڑھے رویت کا جسے وہ اور کاموں میں لگاتے تھے :

باجا خان نے ہزاروں بار جیل سے نکلتے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو
 گاندھی جی سے سپرد کر دیں گے اور جو کچھ وہ کہیں گے وہی کریں گے ۔ باجا خان وہاں
 بھی آرام نہ بیٹھے اور ہنگال اور صوبہ جات متحدہ کے دورے کرتے رہے ،
 لیکن یہ سب کچھ گاندھی جی کے مشورہ سے بلکہ ان کے بتائے ہوئے پروگرام کے تحت
 ہی کیا گیا ہے وہ وہاں بھی گئے گاندھی جی سے اجازت لے کر گئے بلکہ یہ بھی پوچھ کر گئے
 انہیں وہاں جا کر کیا کہنا چاہیے ۔

انہی دنوں حکومت نے اسمبل کے انتخابات کا اعلان کیا اعلان کرنے پر اس مسئلے
 کے متعلق ایک غیر رسمی ٹینک ٹولب کی کمیٹی کیونکہ سرمد کو پہلے پہل منسٹر اسمبلی میں نمائندگی
 مل رہی تھی اس ٹینک میں علامہ محمد خان ، منور احمد ، مسعود احمد خان اور صدر بہ نواز
 پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر ہوئی اور دوسرا جاکر خان پروردان سے مشورہ کرنے کے لیے

ڈاکٹر خان کو اسمبلی میں بکرا ہونے پر آمادہ کرے ۔

یہ خود اردو معاہدہ پنپ کر باپا خان نے گاندھی جی سے مشورہ کے بعد متناوری دے دی وفد کے راجین عہدے کے قیام خان صاحب حکومت سے اجازت سے کراٹھاب رٹنے کے لیے تھے ۔ بعد جاتیں اور باپا خان میں ان کا ہمنوا تھا لیکن گاندھی جی نے سداں نہ دی اس لیے یہ ارادہ ترک کر دیا گیا ۔

ڈاکٹر خان صاحب ناجائز طور پر الیکشن ڈکریٹاں اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے ۔ ۱۹۴۵ء میں ہندوستان کو صوبائی اتحادی ملی گئی تو ڈاکٹر خان صاحب اور باپا خان سے اپنے صوبے میں داخل نہ ہونے کی پابندی بھی اٹھائی گئی ۔ ڈاکٹر خان صاحب تو پابندی اٹھنے کے بعد اپنے وطن آئے لیکن باپا خان اس پابندی اٹھنے سے چند دن پہلے ہی آل انڈیا موبو ویشن فاشن کمیٹی کی سہ اتفاق میں ایک باغیانہ تقریر کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیے گئے ۔

آپ نے تین تین روزوں میں فنلینڈ کے ایام گزارے اور پھر گرفتار ہو کر بیٹی پیٹے جہاں آپ کو نو دین برس قید کا حکم سنایا گیا چنانچہ یہ دسویں قید کاٹنے کے بعد اگست ۱۹۴۷ء میں پورے ساڑھے چوبیس برس کے بعد آپ اپنے وطن واپس آئے ۔

موجودہ سرحد کی سر زمین پر قدم رکھنا خفیہ ہوا ۔

اس گرفتاری سے وقت آپ نے اہل ہمد کے لیے یہ پیغام بچھڑایا ۔

میرے گرفتاری سے شتمل ہو کر چھانوں کو کوئی مذہب و حرکت نہ کرنا چاہیے بلکہ بڑے سکون کے ساتھ یہ خبر سننا چاہیے اور بیوقوف نہ ہونے کے لیے انتہائی احتیاطات ٹھانسنے کی ضرورت ہے دل سے خوشی کرنا چاہیے

مجھے افسوس ہے کہ ہم پر طرزِ طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں
 اور ہمیں اس کا موقع نہیں دیا جتنا کہ ہم ان کی تردید کر سکیں ایک سرکاری
 اعلان میں میرے صوبہ کو وہ خونی صوبہ کا لقب دیا گیا ہے لیکن حکومت
 کو یہ کہنا زیب نہیں دیتا کیونکہ اس نے میرے سادے جال پٹانوں میں
 تیلی اور عاشقِ شرقی اصطلاح جیسے غیر سیاسی کام کا بھی کون سا موقع دیا
 اور انہوں نے اپنے میزبانوں سے رخصت ہوتے ہوئے انہوں نے کہا۔

مجھے بالکل یقین ہے کہ یہ سب نہاد کی مرضی کے ماتحت ہو رہا ہے جب
 تک اس نے مجھ سے باہرامین پالیا اور دکھا اب اس کی مرضی ہے
 کہ میں جیل کے اعد سے خدمت کروں تو جیل بارہا ہوں جس میں
 خوش رہنے اس میں میں بھی خوش ہوں۔

ہزاری باغ سے۔ اٹھ کے بعد سے لے کر دوبارہ گرفتاری تک وہم نظربندی کے ساتھ
 آپ نے خود رسالہ پختون میں اپنے قلم سے لکھے ہیں ترجمہ درج ذیل ہے۔

جب ۱۹۲۱ء میں مجھ کو میرے بڑے بھائی کا کڑا ناصیب کو ہزاری
 باغ جیل سے رہا کیا گیا تو ایک ہریم جیل سے ہار کر دیئے گئے تھے لیکن یہ ایک
 عجیب دہائی تھی ہمیں نہ تو اپنے صوبے اور نہ پنجاب میں داخل ہونے کی اجازت
 تھی ہماری دہائی کے متعلق ہندوستان کے طول و عرض سے ہمارے باد کے
 خلو و موصول ہونے شروع ہوئے بھی ہم ہزاری باغ سے روانہ ہونے نہ پائے
 تھے کہ سیٹھ عینا علی صاحب کٹارہ جس میں انہوں نے ہندی دہائی پر خوشی کا اظہار
 فرمایا تھا اور یہ بھی تحریر کیا تھا کہ چونکہ آپ اپنے وطن نہیں جاسکتے ہیں

یہی وارو سنا آنے کی دعوت دی جاتی ہے اور یہاں ہی سکونت اختیار کریں
 ہاتھ لگانے کی جی دلا دیا میں تھے اور اس کے علاوہ ہندوستان میں کسی
 ہندو اور مسلمان کی طرف سے ہمیں کوئی دعوت نہیں ملی تھی اس لیے ہم نے دلا دیا
 جانے کا ارادہ کر لیا ۔

ہزاروں بار سے شانتی ٹکٹیں نزدیک تھاواں پیراڈ کا عبدلنئی پڑھا تھا اس
 لیے میں نے پسند کیا کہ پہلے شانتی ٹکٹیں جاریہ اپنے لڑکے سے ملاقات کروں لیکن
 ہمیں ہم تیار ہی ہو رہے تھے کہ پروفیسر عبدالباقی تشریف لائے اور پھر کیا کہ
 پہلے چٹہ جاتوں اور اس کے بعد عبدلنئی سے ملنے شانتی ٹکٹیں غرض ہم پہلے
 پہنچے یو۔ سی۔ ٹیشن پر ہمارے سہیل سے ساتھی بابو چندر پرشاد اور دیگر اصحاب
 استقبال کے لیے موجود تھے رات ایک عظیم شان جلسہ ہوا بھیج کوہن کیا نہ چلے
 گئے وہاں غریبوں کے ایک جلسے میں شامل ہوا اس کے بعد شانتی ٹکٹیں گئے
 یہاں شاہ ولی اللہ اور اس کے کالج کے پروفیسروں سے بات چیت کی کالج اور
 کالج کے طلباء کو دیکھا رات عبدلنئی سے پاس گندوی بھیج کہ ملازم چٹہ ہونے دیاں
 سے الہ آباد اور الہ آباد سے وارو دیا جیسے گاندھی جی سے ملاقات ہوئی ۔
 تھوڑے دنوں کے بعد آل انڈیا ریڈنگ کمیٹی کی ٹولنگ ہوئی جس میں مولانا
 ابوالکلام آزاد نے مجھ سے ارشاد کیا کہ مسلمانوں کو کمال عموماً اندھکرتے کے پشادہ
 دلا دیا ہوا ہے اس لیے آپ کی آمدنی آدھور کھتے ہیں میں نے متکدروں یا یوں گاندھی
 جی کو متکدروں نہ تھا ان کا خیال تھا کہ حکومت پھر مجھے گرفتار کرے گی لیکن مولانا
 کے سر پر ماضی ہو گئے اور ہنگام جانے کی اجازت دے دی ہم ملازم

مکلتہ ہوئے ایک بہت بڑا میں ہمارے استقبال کے یہ روز و تھا نہایت
احترام سے ہمیں مکلتہ سے بلایا گیا یہاں مکلتہ کا پوریشن نے ہمیں ایڈریس
پیش کیا چند روز مکلتہ میں اپنے چچان بھائیوں کے یہاں رہے۔

میری خواہش تھی کہ میں بنگال کے مسلمان بوجیکوں میں سے چند طلبوں میں
اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا مگر مکلتہ کے سلطان اس سلسلہ میں میری امداد
کے لیے تیار نہ ہوئے اس کے برعکس وہ مسنونہ تھا آخر ایک بنگالی مسٹر میر و نیل
چند کوشش ہو مگر میں نے ایک سرگرم و کوشش میں میری امداد کے لیے تیار
ہوئے ہیں مکلتہ سے اپنے دوستوں سے ہمراہ ایک ملاقات کی طرف روانہ
ہوا۔ ملاقاتوں کے بعد بڑے تکمیل کاغذات کی توجہ مکلتہ میں رہے ہیں
اس ملاقات کے بعد اگلے روز تمام باشندوں کے حالات اچھے نہ تھے مگر
مسلمانوں کی حالت خاص طور سے بد تھی چند روز ہم نے اس علاقے میں گذر
بہت ہی بد حال بنایا تھا اس لیے بنگال کا دورہ نہ کیا۔ مکلتہ سے واپس آنا
اور واپس آنا اس کے بعد مسلمانوں کی فانی رحمت نے میرے
ایں دور و خانہ پر کافی اثر کیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں ان کی خدمت میں آؤں گا اور اس
سلسلے میں گاہ بہ گاہ بھی شہرہ کیا انہوں نے مجھ سے اتفاق کیا اور امداد
کا بھی وعدہ فرمایا۔

ان دنوں میری تمام توجہ بنگال کے ذریعہ لوگوں کی طرف تھی جن کے کچھ علاقے
میں نے پیشتر نمود و دیکھے تھے میں نے ارادہ کیا کہ دسمبر ۱۹۳۲ء کو بنگالی پنجوں
حکومت کی طرف سے ہماری نقل و حرکت پر لڑی لڑائی کی جارہی تھی وہاں

سرگرمیوں کو بدولت نہ کر مکتی تھی بنگالی کے سندھ کی بیداری کی وجہ
 سے حکومت نے بڑی مشہوریت کا سامنا کرنا پڑا۔ سبب حکومت یقیناً ہوا کہ
 میں بنگال جہت ملازمین اور کسی حدت سے بھی نہیں رکھ سکتا تو مرد و عورت
 کو بچھے مارا۔ عوام میں گرفتار کیا اور بند بیداری میں پایا بغاوت کے الزام
 میں میرے تمام قیدی پیدا کیا۔ میری بغاوت یقینی ذول میں غلامان بنگال
 سے ہمدردی رکھنے والا اور ان کے لیے میرے سینہ میں محبت اور خدمت
 کا جذبہ تھا۔

باپانان کا دوسرا تاریخی جگہ
 باپانان شہزادہ میں اپنی تقریباً سات
 سالہ قید اور نظر بندی کے بعد اپنے
 وطن مالوت لوٹے تو یہاں آپ کا

غلیظہ انہن بتقیں کیا گیا۔ سب سے لے کر پشاور تک۔ بڑے بڑے خواجہ بھارت ورواڑ سے
 بنائے گئے اور دو دو یہ دھماکوں کے دستے آپ کو سلامی دینے کے لیے ایتادہ
 کئے گئے۔ بیسویا سائے پیش کئے گئے جن میں آپ کو خراج تحسین ادا کیا گیا۔

غلیظہ انہن ناموس سبب پشاور شہر میں داخل ہوا تو یہاں لاکھوں انسانوں
 نے آپ کو خوش آمدید کہی۔ ہر طرف سے چوہوں کی بارش ہو رہی تھی اور اپنے محبوب دھما کو
 دیکھ دیکھ کر انہاں ہر پہرے تھے۔ نمونہ یہ کہ ترم دیہات سے لوگ اٹھ پڑے
 تھے۔ ہر سس ایک میل پہنچا اور اس میں بوڑھی سائیکل آگے لے کر بڑھیں۔ یہ تھیں
 پشاور شہر کی انہاں تھیں۔ یہ تھیں قدم قدم پر شہر دار و وزیر بنے ہوئے تھے
 اور انہوں نے انہاں کے لیے تھے۔ اور یہ انہوں نے اپنے نام جو خراج ادا کیا۔

صوبہ سرحد میں کانگریس کی پہلی وزارت

دسلاگت ۱۹۲۱ء میں ممبئی سے تین برس قید گزار کر آپ رہا ہوتے ہی سیدہ رواد حنا پیچھے چونکہ ابھی آپ کو سرحد میں اپنے داخلے کے متعلق پابندی ہٹانے جانے کی حکومت کی طرف سے کوئی اطمینان بخش اطلاع نہیں ملی تھی اس لیے آپ پہلے سرحد جانے کی بجائے گانہری جی کے مشورے سے اہالیان کراچی کی دعوت منظور کرتے ہوئے کراچی روانہ ہوئے کراچی جاتے ہوئے آپ جب لاہور سٹیشن پر پہنچے تو اہل لاہور نے سٹیشن پر آپ کا نہایت شاندار استقبال کیا اور پولیس کے نمائندوں نے آپ کو نگیر کر آپ پر سلامات کی بے شمار شرح کر دی ۔

کیا یہ درست ہے کہ سرحد پہلی کے ۵۰ ممبروں نے گورنر سرحد کو نامہ مزادہ علیہ التعمیم کی مندرجہ کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک لکھی ہے ؟

آپ سرحد کے زیادہ نزدیک ہیں میں مدت سے کوسوں دور بیٹھا ہوں لیکن اس کے باوجود آپ نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے حالانکہ سرحد کے حالات سے آپ لوگوں کو زیادہ واقفیت ہونی چاہیے بہر حال میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے چند مغزین سرحد سے ملاقات کی ہے اور انہوں نے اس خبر کی تصدیق کی ہے ۔

اگر وہاں آپ کی پارٹی یعنی ہندو قوم پرست گارڈوں کی اکثریت ہو جائے تو آپ اسے کانگریس کی وزارت بنانے کی اجازت دیں گے ؟

جہاں ٹک کو لیشن وزارت کا تعلق ہے اس کا فیصلہ دو ٹوک کمیٹی
 کرے گی ہم دو ٹوک کمیٹی کے دو برو صرف تجویز پیش کر سکتے ہیں ۔
 آپ کس قسم کی وزارت قائم کریں گے ؟

میں چاہتا ہوں کہ موجودہ کساد بازاری اور غربت کے پیش نظر ایک
 ایسی وزارت قائم کی جائے جو بالکل سادہ اور فیرا ہو اور عوام
 کی تلاش و بہبود کا خیال رکھے ۔

آپ سرحد بجا رہے ہیں ؟

جب مجھ سے پابندی ہٹا لی گئی تو میں فوراً سرحد چلا جاؤں گا اور اپنے
 دوستوں سے ملوں گا ۔

کیا آپ جہاں کاندھل کو بھی ہمراہے جائیں گے ؟
 ہاں اگر اجازت مل گئی تو ۔۔۔

کیا آپ پنجاب کے مسلمانوں کے لیے کوئی پیغام دیں گے ؟

میں اس وقت کوئی پیغام دنیا نہیں چاہتا میں سرت یہ چاہتا ہوں
 کہ مسلمان بھائیوں تعداد میں جنگ آزادی کی غرض سے کانگرس میں شامل
 ہوں کیونکہ ملک کی نجات مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتحاد میں ہے
 میں بہت جلد پنجاب کا دورہ کروں گا اور یہاں کے لوگوں کی بغض
 منوں لگاؤ ۔

اس کے بعد آپ نے اخبارات سے شکایت کی کہ جب وہ بنگال گئے اور وہاں
 تقریر کی تو ہندو اخباروں نے کچھ اور مسلم اخباروں نے کچھ شائع کیا اور ان کی تقریر

خواہشمند ہے تو مجھے اپنی سکیم کے مطابق کام کرنے کی اجازت دی جانی
چاہیے۔

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اگر مجھے کانگریس کی مہارت
پیش کی گئی تو میں مدد بخشنے سے انکار کر دوں گا۔

اسی دن رام باغ کراچی میں ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب فرماتے ہوئے آپ نے کہا
پنچان اگرچہ غیر قدیم ایتھہ ہیں لیکن وہ عملی سیاستدانوں میں مسلمانوں اور ہندوؤں
کو اپنے اختلافات کو خیر باد کہہ دینا چاہیے اور سب کو خدائی خدمت گار
بن کر کانگریس میں شامل ہو کر اسے مضبوط بنانا چاہیے اور اس طرح
قومی خدمت کا ثواب حاصل کرنا چاہیے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء کا اجرا ہوتے ہی ۱۹۲۰ء میں صوبہ سرحد کو ہندوستان
کے دوسرے صوبوں کی طرح ایک ذمہ دار حکومت بنانے کا حق مل گیا پہلی بار صوبہ میں
ہمکیش بیانی جس میں جماعتی فیصلے کے مطابق پروفنشل کانگریس کمیٹی صوبہ سرحد نے بھی منعقد کیا۔
اس وقت باپا بھائی بھیل سے رہا ہو کر وہاں میں مقیم تھے اور ابھی انہیں صوبہ سرحد میں
داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ لیکن صوبائی حکام کے دلوں میں کانگریس اور خدائی خدمت گاروں
کے متعلق وہی پُرانا نفرت کا جذبہ ابھی تک موجود تھا حکومت کو کانگریس کی کامیابی
میں طعن و تحریف تھی اور نہ ہی وہ اسے برسرِ اقتدار آتا دیکھ سکتی تھی چنانچہ معاملہ مل اور
بددیانتی کے تمام ممکن ذرائع استعمال کئے گئے حکومت نے قوانین سرکاری ملازمین اور
دوسرے تمام سرکار پرست لوگوں سے مل کر کانگریس کا متبادل کیا لیکن اگلے باوجود اسے
بہت کمزور شکست کا مزہ دیکھنا پڑا۔ اور جب نتیجہ سامنے آیا تو مختلف پارٹیوں کی

کائنات کی پستی

۱	عبدقدیر خان
۲	عبدالعزیز خان
۳	ارباب عبد الغفور خان
۴	عبد الغفور خان
۵	ارباب عبدالرحمان خان
۶	اکبر علی خان
۷	امیر محمد خان
۸	تیمار خان و عطاء اللہ خان
۹	الار بھنگو رام
۱۰	فقیر خان
۱۱	نکاحی سی گھوش
۱۲	نور محمد پند
۱۳	سیان جہا شام
۱۴	الار بھنگو رام
۱۵	نور خان صاحب
۱۶	محمد افضل خان
۱۷	پیر محمد خان

۱۸ سیمین جهان خان

۱۹ زرین خان

مستطیفات پری

۱ نواب سرعاجزاده عبدالقیوم خان

۲ خان بیادرسدانش خان

۳ خان صاحب عبدالحمید خان

۴ نوابزاده احمد فواز خان

۵ خان صاحب اسدالله خان

۶ عزیز احمد خان

۷ یحییٰ نواب بابر محمد خان

۸ فیض احمد خان

۹ پیر سید لال شاه

۱۰ ملک ارطغرل خان

۱۱ سردار محمد اوزنگس ذبیح خان

۱۲ نواب زاد محمد سید خان

۱۳ نواب محمد خلف خان

۱۴ نقیث محمد زمان خان

۱۵ نصر الله خان

ہندو سکھ فٹلسٹ پارٹی

۱۔ رائے بہادر زہر چند مکھنہ

۲۔ سردار اجیت سنگھ

۳۔ رائے بہادر لالہ چمن لال

۴۔ رائے بہادر لالہ ایشور داس

۵۔ سردار جگت سنگھ

۶۔ رائے صاحب لالہ کنور بھان

۷۔ رائے صاحب پر ناتھ

۸۔ رائے بہادر لالہ روپن داس

ڈیوکر ٹیک پارٹی

۱۔ خان محمد سرور خان

۲۔ خان صاحب راجہ عبد الرحمان خان

۳۔ محمد عباس خان

۴۔ خان صاحب محمد مظاہر خان

انڈی پیڈنٹ پارٹی

۱ ملک خدا بخش خان

۲ مشیر بخش خان وکیل

۳ سردار عبدالرب خاں نشتر

گورنر ۵۰ ممبروں کے ہاؤس میں سب سے بڑی پارٹی کانگریس کی جتنی کانگریس کی یہ
حیرت انگیز کایا بی حکومت کی توقیت کے خلاف تھی اسے بڑا تعجب ہوا اور اپنی اس اہمیت
شکست کا داغ دھونے کے لیے گورنر سرحد سرحد کی کھلم کھلا کی ٹینگ بلائے بغیر
بالکل غیر آئینی طور صابزادہ عبدالقیوم مرحوم کو صوبہ میں سب سے پہلی آئینی وزارت
بنانے کا حکم دے دیا۔

صابزادہ عبدالقیوم مرحوم نے خزانہ بہادر سداۃ خاں اور رستے بہادر بہ چنگھڑ
کے ساتھ مل کر سرحد میں سب سے پہلی وزارت بنائی سپیکر ملک خدا بخش مرحوم انڈی
سپیکر بننے پر رنج و غصہ کرتے ہوئے۔

اگرچہ یہ غیر عوامی اور نیمہ - کاری وزارت تھی لیکن اس نے سیاء قوانین و پبلک
ٹرنکواٹھن ایکٹ کی مندرجہ ذیل کا اعلان کر کے ایک ایسا قابل قدر قدم اٹھایا جسے اہل سرحد
بعض فراوانی نہیں کر سکتے۔

جن قوانین کی غرض سے ایک مرحلہ کے بعد تمام سوبائی ریاستوں سے پابندیاں
ہٹ گئیں اور وہ دوبارہ سامنے آکر کام کرنے لگیں۔

صابزادہ عبدالقیوم کی وزارت کو بچے بیٹے بھی نہ بوسنے پاسے تھے کہ نال اثریا کانگریس
کی جتنی کے مشورے سے براؤٹنل کانگریس کمیٹی نے سرحد میں مخلوط وزارت بنانے کا فیصلہ کیا۔

اب باچا خان پر سے سرحد میں داخل نہ ہونے کی پابندی اٹھ چکی تھی اور اپنے
وطن آچکے تھے۔

اس مقصد کے لیے مرکزی طرٹ سے مولانا ابراہیم علی شاہ اور مولانا
مہمان ڈیوانی کو سرحد بھیجا گیا تاکہ وہ میان کانگریس وزارت بنانے کے لیے راہ ہموار کریں
انہوں نے آتے ہی مختلف پارٹیوں سے مل کر ان سے تبادلہ خیالات کرنے کے بعد ہندو اور
کرٹیک انڈینڈنٹ اور ہندو نیشنل پارٹی کے بعض نمائندوں کا تعاون حاصل کرنے
میں کامیابی حاصل کر لی۔

جب ستمبر ۱۹۳۷ء میں اپنی کاسرانی ایلکس ایٹ آباد میں شروع ہوا تو حکومت
نہیں صاحب نے پوزیشن پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے صاحبزادہ عبدالقیوم مرحوم کی
وزارت کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کرنے کا نوٹس دے دیا۔ چنانچہ اسے شہر
میں کانگریس کو ۲۹ کے آؤس میں ۲۷ ووٹ حاصل کر کے تین ووٹوں کی اکثریت سے
کامیابی حاصل ہوئی اور صاحبزادہ عبدالقیوم کی وزارت توڑ کر گورنر سرحد نے ڈاکٹر خان صاحب
کو وزارت بنانے کا اختیار دے دیا۔

چنانچہ صوبہ ہند میں کانگریس پارٹی کی پہلی وزارت کی مندرجہ ذیل تشکیل مل میں
لائی گئی۔

ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ

گامنی عطاء اللہ خان وزیر تعلیم

ولیمجو رام گاندھی وزیر خزانہ

عباس خان وزیر صحت

ان کے علاوہ چار پارلیمنٹری سکریٹریز بھی یہ کئے جنہیں ارباب عبد الغفور خان

میر محمد خان عبد الغفور خان بیرمشر اور اس کے بہادر پین مال تمام تھے۔

کانگریس قدرت ہفتے کے نو بعد انڈین نیشنل کانگریس کے صدر پنڈت جواہر لال

نہرو نے سب سے پہلی دفعہ مدبر۔ جی کا دورہ کیا۔ پشاور میں ان کا شاندار استقبال کیا گیا

اور انہوں نے پشاور، پارسہ اور میانوالی میں غیر ملکی جلسوں سے خطاب کیا۔ پشاور

شاہی باغ صدر اسلام آباد کانگریس کے جلسوں نے تقریریں کیں۔ پھر ایبٹ آباد

مظہر آباد، پری پور، سرحد، سال پور، نوشہرہ، کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان

کا دورہ بھی کیا جہاں ایک ہفتے سے اندر انہوں نے تین جلسوں میں حصہ لیا اور استقبال

سپاسناموں کے ساتھ ساتھ مستحکم خدائی قدرت کو ہمیشہ کی سلامتی میں لے کر

کی خوب آؤجھلت ہوئی اور سارے صوبے میں نہایت گرم جوشی سے انہیں خوش آمدید کہی گئی

خاصہ جہاز عبد القیوم مرحوم بن کی تمام خدمت سرکار میں گزری تھی اور وہی زندگی کے

نشیب فراز سے تاراف تھے اس شکست سے ہاتھ دیا شکست ہوئے رخصت سے عرصہ

بعد ہی ہمیں جو کردار پائے۔

کانگریس کو بڑے آزمائشی حالات میں وزارت سنبھال پڑی۔ مقرر کننگر شاہی نظام

نے حکومت کی مشین کو اس حد تک تاراج کیا کہ تمام کاموں کا کام تھا اور اس سے عوامی

مخبروں پر چلانا جان پہنچوں کا کام تھا اور صرف وزارت کے اقتدار سے پہلے ہی سے

بالکل محدود تھے اور حکومت کا تمام عمل انگریز پرست ذہنیت کے باعث کانگریس

اور ان دشمن تھا۔ اور اس سے کسی صورت میں بھی تعاون کرنے پر آمادہ نہ تھا اور ان کی

ہر لمحہ ہی ہوشیاری تھی کہ کسی حالت میں اس وزارت کو ناکام بنایا جائے۔

کانگریس کی وفات اعلیٰ کے منصب پر ٹی کا خان صاحب فائز تھے جو اپنی قابلیت ریاستدار
اور انملوں کے باوجود ایک نہایت سادہ لوح اور بقول فاضل بھی سیاسی تھکنڈوں سے
بالکل گور سے واقف ہوئے تھے۔ لیکن وزارت کافی مضبوط تھی اور ایسے لوگوں پر مشتمل تھی
جو ابن الوقتی اور خود غرض سے پاک تھے اور کسی قیمت پر بھی مخالفان کے ہاتھوں جکھنے نہ
تھیں تھے۔

انہوں نے حتیٰ الامکان مفاد عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے پرانے عوام کش طریق کار
کو بستنے کی کوشش کی انگریزی میٹریٹوں ذیل داروں اور معافی دلوں کو یکسر ختم کر دیا
جو رشوت ستانی اور لٹ کھسٹ کے برفناک موسم تھے اور بلذاتیہم غلام سالی چیت
منشر صوبہ سرحد کے قول کے مطابق راجہ ان کی کتاب گوڑا اینڈ لگن میں درج ہے اور جو
مشرق مسلم ملک ہونے سے کچھ دیر ہی پہلے لکھی گئی وچروں اور لٹیریں کا یہ گروہ بلذاتیہ
اسلام ظلم میں ہے۔ کاندھلکاتے ہوئے صوبہ سرحد میں مسلم ملک کے پہلے دستے
میں شامل ہوئے اور تاج ملک اس کی ریڑھ کی ہڈی بنے ہوئے ہیں اس گروہ کو ہیر دہنے کے
یہ مسلم ملک میں آنے کا نہری موق بل کیا جہاں وہ نہ صرف اپن گرتے ہوئے دکار کو چا
سکتے تھے بلکہ قتل پسند قوتوں کے نکات پنے پرانے سبب بھی استعمال کر سکتے تھے۔

غرض کانگریس منسٹری نے صرف دو سال اور تین مہینے کی مختصر عمر میں لوگوں میں اپنی
قبولیت حاصل کرنے کی خصوصاً ڈاکٹر خان صاحب تو اپنی حوام دوستی اور غریب پروری کی وجہ
سے مثالی وزیر اعظم ثابت ہوئے وہ سات دن رگیں کی خدمت کے لیے تیار رہتے
اور جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور تھا کسی کی سرفی چوری ہو جاتی تو اس کے ساتھ وہ خود مرغی
کی کاشش میں چل پڑتے۔

لیٹروں سے فرضی دھڑے دھڑے کر کے سول ازمانی پیمانہ کیا جس سے شہر
 نے کسانوں کو یہ بھی یاد دہان کیا کہ وہ تین سالہ ستیہ اگر ہی سول ازمانی کے لیے
 بھیجیں گے، پورنٹسٹ، اگرچہ معصوم کسانوں کو گرفتار کرنے میں سہا کرتی
 ہے تاہم وہ یہ حکمت آئین سرگرمیوں پر راضی نہیں کر سکتی۔

اس سلسلہ میں غلط فہمی سے متعلق کسانوں کے مندرجہ ذیل چند خطوط کا مطالعہ ہوں ہیں
 پتہ چتا ہے کہ ان پر کیسے کیسے ناروا اسقاط توڑے گئے۔

ہم ۱۴ کو نواب کی طرف سے چند فرسٹ دستوں میں لایا
 لیے ہمارے گھر میں گھس آئے ہیں زور و کوب کیا اور
 ہماری بیٹے عزتی کی کوئی ہماری مدد کو آتا تو ہمیں اسے
 روک دیتی۔

مستندات

آج ہزاروں کی تعداد میں نواب ظور کے آدمی آئے اور
 فصلیں برباد کرتے رہے پولیس کی مدد کر رہی تھی
 دوکانوں کو ٹوٹا گیا گھروں کے تالے توڑے گئے اور ہمارے
 مردوں کو بے رحمی سے چھینا گیا۔

مستندات

تحصیل مردن کا سکی زلیفہ خان تقریباً ایک درجن تحصیل کے
 چمڑاویوں اور پولیس کے بے شمار سپاہیوں کے ساتھ آیا
 اور ۱۱ مکانوں کا قبضہ حاصل کر کے یوں اور عورتوں

نواح کے مکانات سے نکال دیا ۔

نواب محمود کے آدمیوں نے قصبوں کو کاٹ کر تباہ کر دیا ،
 پولیس نے غلہ ڈسٹر کا محاصرہ کر رکھا ہے کسی شخص کو گاہاں میں
 داخل ہونے کی اجازت نہیں ، بارہ مودتوں اور بچوں کو روک دیا
 جاتا ہے اور کھیتوں کو جاتے ہوئے کسانوں پر ڈنڈے سے
 برساتے جاتے ہیں ۔

اب اس علاقے کے متعلق چند ایک علی اخبارات کی راسے بھی ملاحظہ ہو ۔

ہفتہ روزہ ہندو کلکتہ

صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کا قیام ہے گورنر اور سوشلسٹ
 لیڈروں پر زمین تنہا کر دی گئی ہے بہت سے سوشلسٹ لیڈر
 گرفتار کیے گئے اور کسانوں کی تحریک دہکنے کی بڑی سختی
 سے کوشش کی جا رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں
 اپنے صوبہ کو شریا جاسنے کی فکر یہ ہیں ۔

۹۔ کلکتہ ۱۹۳۸ء

نوجوان سرحد ہری پور

سرحد کی کانگریسی حکومت پر اسے کاسے قانون نافذ کرنے کی
 فکر ہے تاکہ سوشلسٹ کسانوں اور مزدوروں کے رہنماؤں
 کی سرزبان کا نفاذ کر سکے ۔

پیغام سرحد

نومبر ۲۰ اگست کی گرفتاری کے وقت پولیس نے بے گناہ

عورتوں پر لاکھی چارج کر کے اور تھان جیل کی توہین کر کے

اپنی ذہنیت کا نئی سر کیا ۔
۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء

شناختی

غلہ ڈھیر کی پولیس نے کانگریس کے جھنڈے اور سوشلسٹ

کے ٹران جھنڈے کی سخت توہین کی جس سے لوگوں

میں پھیل چکی گئی ہے

مدیہ مخمور

غلہ ڈھیر میں نواب ملو رو کے نظام کے خلاف کسانوں نے

پروامن تحریک جاس کر رکھی ہے وہاں ڈاکٹر خان صاحب کی

حکومت نے پانی ڈاکر شاہی کی اداکارہ کرتے ہوئے صرف

ایک دن میں ۴۰ کسانوں کو پابند بھیر کر دیا ۔

پانچ ماہ کی دہائی کا پتہ چلا تو وہ خود غلہ ڈھیر گئے اور اپنی آنکھوں سے

معلوم کسانوں کی تانہ بربادی دیکھ کر سبہ حدیث ہوئے اور وہاں ڈاکٹر خان صاحب کو توبہ

دلائی پھر ڈاکٹر خان صاحب نے غلہ ڈھیر کا دورہ کیا اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد انہیں

تسلیم کرنا چاہا کسانوں کے مطالبات جائز ہیں اور انہوں نے کسانوں سے جہد و جدی کا اظہار

کرتے ہوئے ان کی مدد کرنے کا وعدہ بھی کیا لیکن وہ کچھ بھی نہ کر سکے اور بدستور حکومت

کی استعمالی شیرازی کا پرزہ بنے رہے ۔

سے کر لیتا اور آخر میں تو ان کا گویا یہ عقیدہ ہو چکا تھا کہ ان کے دوست احباب ہمہ د
 انگسار حتیٰ از جماعت بھی جو کچھ کہتی ہے سب غلط ہے اور صحیح بات صرف وہی ہو سکتی ہے
 جو کنگھم کہے کیونکہ ان کے نزدیک انگریز کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا حالانکہ اسی دن کے جگہ
 دوست کنگھم نے خود ان سے بار بار وہ غلطانی کی اور جب حکومت کا مفاد وابستہ نہ رہا
 تو ڈاکٹر صاحب ان کے خاندان پر بے پناہ مظالم توڑے اور یوں انھیں پھیر میں نیسے
 کبھی کی نشانی ہی نہ تھی۔

ہرچندہ : پانچان کو ملک و قوم کے مفاد سے پیش نظر کانگریس میں بھی شامل ہوا تھا
 لیکن بنیادی طور پر وہ ہمیشہ خدائی خدمت گزار رہے۔ انہیں اپنی اس تحریک سے عشق تھا اور
 کسی قیمت پر بھی اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھے اس لیے کہ وہ پشتون قوم کی
 فلاح و بہبود اس میں دیکھتے تھے انہوں نے اس تحریک کے پودے کو اپنے خون سے پلپا
 اور اپنی زندگی کی تمام دعائیاں، اناج، آسائش اس پر نچا کر کے اسے پروان چڑھایا
 وہ شب و روز اسی فکر میں رہتے کہ کسی طرح تحریک کو مضبوط اور مقبول بنایا جائے اور
 پشتون قوم کی اصلاح کی جائے۔ اسے مذہب اور مہذب قوموں کی صف میں گھڑا ہونے
 کے قابل بنایا جائے۔

انہیں اپنی تحریک سے دیوانگی کی حد تک محبت تھی یہاں تک کہ جب انہوں نے محسوس
 کیا کہ کانگریس میں دلچسپی لینے کی وجہ سے ان کی تحریک کمزور ہو رہی ہے یا اس پر ناواقفیت
 اثر پڑ رہا ہے تو انہوں نے کانگریس سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا۔ اگرچہ عوام نے مجبور کرنے
 سے وہ ایسا کر سکے لیکن جیسا کہ ان کی مذہب و ذیلی تقریر سے ظاہر ہے انہوں نے درود
 کوشش کی کہ وہ کانگریس سے کنرا کش اختیار کر کے اپنے آپ کو محض خدائی خدمتگار

تربیت کے لیے وقف کر دیں۔

”تمہیں معلوم ہو گا کہ ہماری تربیت کے دو شعبے ہیں ایک کانگریس دوسرا
 خدائی خدمت گار۔۔۔۔۔ سو میں نہایت کانگریس سے الگ ہو کر خدائی خدمت گار
 کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہتا ہوں۔ بھئی امید ہے کہ میں اس
 چیز میں بہت کامیاب ہوں گا میں تم پر مبالغہ کرنے لگتا ہوں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میرا
 قہر سے کوئی تعلق نہیں۔ ہے گا نہیں میں۔ یہ طبیعت میں تھا ماسوائے اس
 جو اداؤں میں مجھ سے چاہو دوں گا۔ آج ہمارے خدائی حکمران اتنے بڑے
 چٹے ہیں کہ میں کہیں ایک دن تمہارے جلے میں شریک ہوتا ہوں تو میرے
 دفاع پر اتنا اثر پڑتا ہے کہ مہینہ بھر ٹھیک نہیں ہوتا میں اتنا ہوں کہ
 آج کل جنگ شروع ہونے والی ہے جس کے لیے تیاری کی ضرورت
 ہے لیکن یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ تیار کر وہ افراد ہی جی ہو سکتی ہے اور
 میں اس کا قائل ہوں سو اگر موقع آیا تو میں انفرادی تیار کر کے لوں گا
 مگر اسے ضروری سمجھتا ہوں کہ آج سے تم اپنا کام کرو اور میں اپنا۔۔۔۔۔
 اس کے بعد میرا ایک اور خیال ہے کہ اگر وقت ملا تو امید ہے کہ بہت جلد
 اس پر عمل شروع کروں گا وہ یہ ہے کہ خدائی خدمت گاروں کی
 تربیت کے لیے ہم ایک مرکز بنائیں گے اور ان کی ایک نئے طریقے سے
 تنظیم شروع کریں گے اس نئے نظام کے تین حصے ہوں گے اولیٰ کئی
 تو میں پھر کبھی تفصیل سے یہ چیز تمہارے سامنے بیان کروں گا لیکن
 اتنا کہہ دوں کہ یہی مسنون میں خدائی خدمت گاروں نہیں بنے کہ میں نے

ہری پور میں تین سال قید اندازی ہو یا عزت کپڑے سُرخ کئے ہوں یا
 انقلاب زندہ باد کا نعروں لگایا ہوں میں نے خدائی خدمت گار سمجھا ہوں جو
 خدائی خدمت گاروں کے اصولوں پہ پتلے اور جو کچھ کسٹ خدا کے لیے
 کرے اس کی کوئی پروا نہیں اگر ایسے لوگوں کی تعداد دو ہوتی ہو یا
 چار ہو ————— یہ بھی سمجھ لو کہ نئے خدائی خدمت گاروں کے
 تعداد و نمابر بطور یہ نہیں ہوں گے جیسے اب دیکھتے ہو نہ ایسے جبر ہوں گے
 بلکہ میں ان کے نام اپنے دل کے جبر میں لکھوں گا ۔

(عبدالغفار، پختون، ۱۱ اپریل ۱۹۴۱ء)

آپ کی اس تقریر کے بعد جیل میں ایک اپیل چمک اُٹی اور تمام لیڈروں نے اپنی تقریریں
 میں آپ سے اپیل کی کہ آپ الگ نہ ہوں مدنیہ سب کام بند ہو جائے گا موصوم آپ کے
 گرد ہو گئے یہاں تک کہ آپ کو اٹھ کر اپنا یہ فیصلہ واپس لینا پڑا اور سلطان کو نایاں کہ
 میں کانگریس کے ساتھ بھی کام کرتا رہوں گا ۔

میں مدت سے اپنی تحریک کے متعلق غور کر رہا ہوں میں جیل سے رہا ہوں
 کہ اپنے صوبہ میں آیا تو ہر وقت اس بات کی نیچے فکر رہتی اور جب
 کبھی میں تنہا ہوتا تو اس سے بغیر اور کسی بات کی فکر نہ ہوتی میں سوچتا
 ہوں کہ کس طرح ہماری تحریک شروع ہوئی، جھلی، پھیلے کیسی مٹی میں
 کیسی ہوئی اور اب کیسی ہے ۔

جب میں جیل میں تھا تو اپنی تحریک کے متعلق میں نے کچھ باتیں سنیں
 اور میں نے ایک کتاب لکھی جو اپنے پیغام کے طور پر آپ کو بھیجائی

میرا مطلب یہ تھا کہ آپ سب خدائی خدمت گزار اسے چھوڑیں اور نکل کر
 کہیں گیا کرنا چاہیے اور خدائی خدمت گاری کیا پیر ہے۔ وہ سر ہل کر دیا
 پھر تمہیں معلوم ہے کہ میں گاؤں گاؤں تحصیل تحصیل اور ضلع ضلع تمہارے
 پاس بنچاؤم سے محبت سے باتیں کیں اور خدائی خدمت گاری کے اصول
 بتائے۔۔۔۔۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آٹا کچھ کرنے کے بعد جی تم میں
 کوئی تبدیلی نہ آئی بلکہ تم لوگ آپس میں دھڑکدھڑک رہے ہو میری کوشش غلطی
 کہ تم اپنی اصلاح کرتے اور صمیم خدمت گاری سیکھتے لیکن انیسویں کہ تم پر
 کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اب تو تم مجھے بھی اپنے ساتھ میں بندگی میں گھسیٹنے کی کوشش
 کر رہے ہو میں کو چلیے گا اسلامی تقریر کرتا ہوں تو خود غرض لوگ اس کے
 افسانے بناتے ہیں اور میری نیت پر شک کرتے ہیں۔

میں نے گزشتہ سال ایٹ آباد میں کہا تھا کہ میں تمہارا خدمت گزار ہوں
 لیکن تم مجھے اجازت دو کہ میں ایک اور طریقہ سے خدمت کروں اس
 کی صحت یہ ہے کہ تم مجھے اپنا کام کرنے دو اور جگہ دکانگرس کا کام
 تم میرے بغیر چلاؤ کہ تم نے میری درخواست منظور کی اور مجھے تمہاری
 محبت نے مجھ کو دیا کہ تم سے جدا نہ ہوں لیکن مجھے یہ امید ضرور تھی کہ تم
 اس سے اپنی اصلاح کی طرف توجہ کر دو گے مگر افسوس کہ حالت
 چلتے سے زیادہ غراب ہو گئی محبت میں غور کرتا ہوں کہ وہ دن اس سے
 پھر بھی دور ہے۔ چچے تھے تو میں کہتا ہوں کہ ان حالات میں میں آپ
 کے ساتھ مل کر آپ کی خدمت کر سکتا۔ چنانچہ اب بہت دنوں سے

میرا پھر خیال بنے کہ چنانچہ تجربہ میں مجھ کا میاں بی نہ ہوئی اب ایک نیا
تجربہ کر کے، لیجئے میں نے دیکھ لیا کہ میں تم میں ہوں تو تم اپنی امتنان
نہیں کر سکتے اس لیے میں تم سے جدا ہونا چاہوں اور ایک دوسرے طریقہ
سے باہر رہ کر تمہاری خدمت کرتا ہوں دیکھو شاید خدا اس میں کامیابی سے
دے میرے جدا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ میں کہیں باہر جانوں گا یا کام
پھٹے دوں گا نہیں بلکہ میں یہیں رہ کر کام کروں گا لیکن ایک اور طریقہ پر
جس سے تمہاری زیادہ بہتر خدمت کر سکوں اگر تم مجھے اجازت دے دو
اور تمہاری محبت میرے ساتھ رہے تو امید ہے کہ میں تمہارے لیے اس طرح
بہتر کام کروں گا۔

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کا لاہ پھوٹ

پانچانان کی کانگریس علی محمد گیلانی | پٹا جس نے ملک کے عادت کو دگرگوں کر دیا، اگلے

انڈیا فیشل کانگریس کمیٹی نے اس جنگ میں انگریزوں کی حمایت کا رزد دیویشن پاس کیا جس سے
پانچانان کو اتفاق نہیں تھا کیونکہ وہ جنگ جو لوگوں سے تعاون کرنا کانگریس کے بنیادی اصول
مدم تشدد کے خلاف خیال کرتے تھے اس لیے انہوں نے مرکز کے اس رزد دیویشن کی پرزور
مخالفت کی اور بظہار احتجاج کانگریس سے مراد اپنی ندانی خدمت کو رجاعت کے مستثنی ہو گئے
چونکہ ان حالات میں حکومت سے تعاون کرنا اور کانگریس منسٹری کو برقرار رکھنا بھی درست
نہیں تھا اس لیے جماعتی فیصلے کے مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء کو کانگریس وزارت نے اپنے
آخری سیشن میں ملک کے خلاف متفقہ طور پر ایک رزد دیویشن پاس کرنے کے بعد، رنومبر
۱۹۳۹ء کو وزارت سے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے دوسرے

مردوں میں بھی کانگریس مذاہن کے بعد دیگرے مستحق ہو گئیں۔

باپا خان نے اپنے کانگریس سے مستحق ہونے کے متعلق ایک وضاحتی بیان دیا جو

۱۸۹۴ء میں شائع ہوا۔ ترجمہ درج ذیل ہے۔

آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں نے کانگریس ورکنگ کمیٹی سے سونو، جھلائی

مسٹر کو استعفیٰ دے دیا ہے پر آپ اس کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے اسے

یہی میں یقین دہانی دیتا ہوں کہ آپ کو سب کچھ سمجھا دوں۔

کانگریس ورکنگ کمیٹی میں۔ جو وہی کوپاچی روز کے بحث مباحثے کے بعد

نشرت ماسٹ سے ایک تجویز پاس کی گئی جس کی تشریح کانگریس کے صدر

سرفراز بھٹو نے کیا اور راجگوپال اچاریہ نے اپنے اپنے بیانات میں

کو دی ہے جو کہ انہوں نے اتحادی نمائندوں کو دیتے ہیں جن بیانات

سے صاف واضح ہوتا ہے کہ کانگریس نے عدم تشدد کے پاک راستے سے

ہٹ کر تشدد کی ناپاک راہ پر چلنے کا ارادہ کیا ہے یعنی انگریز کانگریس

کی شرائط قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائے تو کانگریس نے نبرد کر

لیا ہے کہ وہ یورپ کی جنگ میں شرکت کرے گی اور ہر قسم کی مدد دیگی

یہ راستہ جس پر آج کل کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے قدم اٹھانے کا

اعلانہ کیا ہے ہماری خدائی خدمت گار تحریک کا راستہ نہیں ہے

بلکہ ہمارے امور کے بالکل خلاف ہے۔ ہمارا راستہ صلح اور محبت

کا راستہ ہے نہ جنگ و جدل اور نفرت کا۔ ہماری دنیا کی کسی قوم

کے ساتھ کوئی دشمنی اور جنگ نہیں اور نہ ہی کسی کے ساتھ ہم دشمنی

اور جنگ چاہتے ہیں ہم خدائی خدمتگار ہیں اور غنائی کی خدمت اس
 کی مخلوق کی خدمت ہمارا کام ہے ہمارا اصول کسی کو قتل کرنا نہیں بلکہ اپنے
 آپ کو قربان کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ میں نے لاکھوں لاکھوں سے
 اسلحہ دے دیئے اس لیے کہ میں اس راستے میں ملک و قوم کا فائدہ
 نہیں دیکھتا ہوں اور یہ میرا مسلح عقیدہ ہے کہ میری قوم کا فائدہ عدم
 تشدد کے سوا نہیں ہو سکتا میں دیکھ رہا ہوں کہ عدم تشدد ہی سے پٹھانوں
 کی بہت اور جوڑنے پڑھے ہیں اور جو بہت دور بزدلی ان کے دلوں میں
 تحریک سے پیشتر تھی اب اس کی جگہ بہادری ویری اور شجاعت پیدا ہو
 چکی ہے اس کے علاوہ جو فائدہ اس تحریک پٹھانوں کو پہنچا ہے
 میں دیکھ ہی نہیں سکتا۔

میں اپنے ملک اور قوم کی بہتری ہی میں سمجھتا ہوں اور میرا کمال یقین
 ہے کہ خدائی خدمت گاہی کے بنیاد پر قوم کا یہ برباد ویران گھر آباد
 آباد نہیں ہو سکتا مرنے ہی نہایت اور اصلاح ہو سکتی ہے تو اس لیے
 میری تمام خدائی خدمت گاہوں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ایمان داری
 سے ان تمام باتوں پر غور کریں مگر اس سے اتفاق ہو تو بہتر و نہ
 پر نہیں ہم کی خدائی خدمت گاہی چھوڑ دیں اور سچے خدائی خدمت گاروں
 کو ملک و قوم کی خدمت کا موقع دیں۔

اس بیان کے فوراً بعد ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کو سرحد پر انڈین لاکھوں
 لاکھوں کی فوجوں کا ایکٹھ موسمی ایڈمنسٹریٹو گل خان کی مداخلت میں تمام

ایسٹ آباد منتقل ہو جس میں کافی بحث و تمحیص کے بعد مندرجہ ذیل تجویزیں
کثرت رائے سے پاس ہوئیں

۱۔ صوبہ سرحد کا قومی جرگہ رکائٹس، اکایہ اجلاس خزانہ خان عبدالغفار خان

صاحب کو صوبہ سرحد میں ایک بڑا پناہ ماننا ہے اور ان کی رہنمائی کو صوبہ

سرحد کے عوام کے فائدے اور بہبود کے لیے بہت ضروری سمجھا ہے

۲۔ صوبہ سرحد کا قومی جرگہ خزانہ خان عبدالغفار خان کے کانگریس سے

مستغنی ہونے کی وجہ کو بالکل صحیح سمجھا ہے اور اسے تدریجی نگاہوں

سے دیکھا ہے۔

۳۔ صوبہ کا قومی جرگہ خزانہ کو یقین دلایا ہے کہ جنگ آزادی میں سرحد

کے بننے والے اس کے کام کے طریقوں کے مطابق ملک اور مذہب

کے سلسلہ میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

لکھے وندھ اور راکست نورستہ جرگے کا اجلاس ہو جس میں ورلنگ کیٹی کی سندرجہ بالا پاس شد

تجویزیں پیش کی گئیں عام محمد خان بوند خور اور حاجی فقیر خان نے اپنی ترمیمیں پیش کیں جن پر

عام بحث ہوئی آخر میں حاجی فقیر خان نے اپنی ترمیم واپس لے لی اور غلام خان بوند خور کی ترمیم

کو لکھی پھر اسے شامی ہوئی اور یہ تجویزیں کثرت رائے سے منظور کر لی گئیں۔

اس میں کے بعد صوبہ کے مختلف محسوس سے مرکوزہ خدائی قدرت کا مدد کے دھڑا

دھڑ بیانات اخبار میں چھپنے لگے جن میں خدائی کے مدد کی تائید ہونے کی ان میں سے ایک

بیان یہاں درج کیا جاتا ہے

ہم صرف خدائی خدمت گاریں گے

ہم نیچے دیے شدہ رکن جو ان تک کانگریس (قومی جرگے) کے ممبر تھے اعلان کرتے ہیں کہ ان سے بعد ہم صرف خدائی خدمت گاریں اور کانگریس کی ممبر شپ سے استعفیٰ دیتے ہیں اس لیے کہ ہمارے ماہنامہ خزانہ نے کانگریس سے اس لیے استعفیٰ دیا ہے کہ کانگریس نے عدم تشدد کا راستہ چھوڑ کر تشدد کا راستہ پسند کر لیا ہے اور ہم خدائی خدمت گار عدم تشدد کے راہتہ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں اس لیے کہ ہماری تحریک خدائی خدمت گار کا بنیادی اصول عدم تشدد ہے اور ہمارا مضبوط عقیدہ ہے کہ ہمارے ملک اور قوم کا نام و عدم تشدد ہی میں ہے۔

محمود خان سوبانی ممبر، عبدالملک خان سوبانی ممبر، میاں جعفر شاہ ایم ایل سے
 سوبانی ممبر اباب، عبدالغفور خان فیصل ایم ایل سے، راحت خان سنا کوٹی سوبانی ممبر مولائی
 خان بانڈو، غیرود سوبانی ممبر، امیر محمد خان ایم ایل سے، مہر دل خان ممبر حلقہ کیٹی، محمد میت
 نعل ممبر حلقہ کیٹی، فضل کریم ممبر حلقہ کیٹی، آزاد خان ممبر حلقہ کیٹی، شیر دل خان ممبر حلقہ کیٹی، شاد محمد
 خان ممبر حلقہ کیٹی، میر جان ممبر حلقہ کیٹی، فقیر محمد خان ممبر حلقہ کیٹی، مسیح احمد خان ممبر حلقہ کیٹی
 مہر رحیم ممبر حلقہ کیٹی، روحان شاہ ممبر حلقہ کیٹی۔

ان اطلاعات نے تناطیل کھینچا کہ آخر اپنا پانچاں کو تنگ اگر اعلان کرنا پڑا کہ جو نگرہ جاتی
 طور پر کانگریس سے علیحدگی کا فیصلہ ہو چکا ہے اس لیے انفرادی استعفیٰ شائع کر سنے یا یہ
 پاس جیسے کی ضرورت نہیں۔

اپنا پانچاں کے اس اقدام نے ایک طرف ان لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت

بڑی سادی تو دوسری طرف مخالفین کو اپنے اس اعتراض کا کہ وہ کانگریس کے باقیوں کے
 چکے ہیں عملی جواب مل گیا اور انہیں بے مدد ملامت ہوتا پڑا۔ حقیقت بابا خان کے کردار کی
 یہ ایک بہت بڑی خوبی تھی کہ جس بامست کے ساتھ وہ کر انہوں نے قراینات دیں اور جس
 کی وجہ سے انہوں نے یگانوں کے طعن و تشنیع کا بدن بنے اور جس کے سربراہوں سے ان کے
 ناقابل شکست ذاتی مراسم تھے وہی بامست بب ان کے اصولوں کی راہ میں حائل ہونے
 لگی تو وہ فوراً اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔

بابا خان نے حکومت کو بتایا کہ وہ دھڑے بندی میں بکٹے ہوئے شخص نہیں بلکہ
 اپنے اصل کام کا سپاہی اور مہٹ کا پکڑا ہے انہیں نے کانگریس پر ثابت کر دیا کہ سرمدی عوام کے
 وہ با شرکت غیر سے واحد رہنما ہیں اور یہ تنظیم کانگریس کے کام سے جو یا
 خدائی خدمت گار کے کام سے ————— بد مران کا رہنا ہو گا یہاں کے عوام
 اور صریح ہوں گے۔

انہوں نے اقتدار پرستوں پر رنج کر دیا کہ ہم و ذاتوں کے بھوکے نہیں ہم نے
 بعض عوام کی خدمت کے لیے یہ کر بیاں قبول کیں اور جب ہمیں دوبار حکومت سے ملے
 لیا پڑی تو ہم ذاتوں کو ٹھوکر مار کر میدان میں کود پڑے۔

ہاتھ لگادی بابا خان کی اس اصول پرستی سے بڑے متاثر ہوئے اور انہوں نے
 اپنے اخبار پر یجن میں لکھا۔

کانگریس دکانگ کیٹی کے اشرم پر اپنے قیدیوں سے چل گئے لیکن
 ایک بابا خان تھا جو چہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر محکم رہا اسے اپنا
 آپ بھی طرح معلوم تھا اور اس کا بیان جو اس نے دکانگ کیٹی

مے متعلق ہوتے وقت دیا بہت سے بھائیوں کی آنکھیں کھول دے گی
بادشاہ خان فرماتے ہیں

کہ میرا اور کاٹھرس کا راستہ اس وجہ سے جدا ہوا کہ کاٹھرس نے
تشد کا راستہ اختیار کر لیا ہے اور ہمارے خدائی خدمت گاروں کا
راستہ عدم تشدد ہے۔ ہمارے خدائی خدمت گاروں کے اصول دوسروں
کے زور و حکم کو برداشت کرنا ہے نہ کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانا
پٹھانوں کے متعلق یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ وہ تو اردو بندو قوں اور جنگوں
میں پتے ہیں پر یہ ایک دوسری قسم کا پٹھان ہے جس نے اپنے رائے
سامعینوں دوستوں اور بھائیوں سے کہا ہے کہ ہر قسم کا اسلحہ چھینک دو
اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔۔۔۔۔ اب نہیں بے میرا مال
پتلے جب کہ رولٹ بن مونس وجود میں آیا تھا اسے اپنی قوم کا اچھی طرح
علم تھا اور وہ اس بات کو بھی سمجھتا تھا کہ پٹھانوں کا بھائی چارہ ٹھکر اور ٹھکانا
صرف ہتھیاروں کے ہاتھوں برباد ہیں پٹھانوں کا مقصد اور انتہا ہتھیار
تنگ پٹنا ہزاروں لوگ ہر سال بے گناہ قتل ہوتے اس کا دوسرا کوئی
سبب ہی نہ تھا۔

پٹھانوں نے جو میرا سخت اور بھائی بندی کا راستہ پٹھانوں کو دکھایا ہے
سو اسے اس ایک راستے کے پٹھانوں کے لیے جن غصوں سے غلامی کا
دوسرا کوئی راستہ نہ تھا اور جب انہوں نے میرا جنگ شروع کی تو ساری
دنیا پر ثابت کر دیا کہ میرا جنگ ٹھکر پوکوں کی نہیں بلکہ پہاڑوں کی جنگ

اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو یہ سچائی، ایمانداری، محبت اور صبر
کی جیت ہو گی۔

باجا خان اور قبائل | صوبہ سرحد کے آزاد قبائل کو مستظلم کرنے نہیں تسلیم و تربیت سے
پرہیز کرنے اور تہذیب تمدن سے متعارف کرانے کا

باجا خان کو شروع ہی سے احساس تھا چنانچہ انہوں نے ابتدا میں اپنے لگاؤں، تقان، زلی میں جو
آزاد رہ سہ سہم کیا اس میں بہت سے قبائل بچے جس مسئلہ تسلیم کیے اگر داخل ہوئے اور اس
کے بعد بھی انہوں نے قبائل سے اپنا مابعدہ رکھنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ لیکن انگریزوں کی
یہ بات نہیں پہنتے تھے اور باجا خان کی ان سرزمینوں کو شکوک و شبہات کی نظروں سے
دیکھتے رہنے ان کے راستے میں طرح طرح کی مشکلات پیدا کرتے رہے۔

اس خوفناک حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہوں گے کہ انگریز بھڑیوں نے
آزاد قبائل کے علاقے کو اپنے ڈگریٹ فوجیوں کے لیے ایک ٹریننگ سنٹر اور ایک وسیع
شکار گاہ بنا سکا تھا ہمارے نشانہ بازی کے تجربے اور چانداری کی مشق کے لیے انہیں بھیج
دیا جاتا اور وقتاً فوقتاً جوانی جہازوں کی بربادی کے تجربے بھی کیے جلتے تھے۔

باجا خان نے آزاد قبائل کے مشفق یوں اظہار خیال فرمایا ہے۔

”بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے قریب آزاد قبائل آباد ہیں اور

اگر ملک میں کوئی ہنگامہ ہوا تو وہ ہم کو کر کے ہمیں نقصان پہنچائیں گے مگر

میں کہتا ہوں کہ یہ بات درست نہیں آزاد قبائل کے لوگ ہمارے بھائی

ہیں جن کی ہم سے کوئی دشمنی نہیں بلکہ انہیں نہایت چاہاں سے ہم سے

جُبا لیا گیا ہے اور ہمیں یہ موقع نہیں دیا گیا کہ ہم انہیں سمجھا سکیں کہ

ہم تم بجائی بجائی ہیں غیر نہیں..... بے شک ان کے بعض کام
 اچھے نہیں لیکن اچھے اور بُرے لوگ تو ہر قوم میں موجود ہیں اور اگر بات
 درست ہے تب تو دنیا کی کوئی ایسی مشکل ہے جس کا حل نہ ہو۔ کوئی ماضی
 ہے جس کا علاج نہیں..... ہم اس بات کا حل سوچ سکتے ہیں بشرطیکہ
 ٹیک فنی کے ساتھ اس کے پیسے ہیں موقوفہ کیا جائے۔

لیکن انگریز حکومت نے مختلف اوقات میں مختلف بہانے بنا کر ان پر مشق عوامی
 رکھی کہیں ان پر سرکاری حدود میں نوٹ ہمارے ان بات لگائے گئے کہیں قبائلی علاقوں میں
 شرکیں بنانے کی ہم شروع کی گئی غرض کہ ان کی طرف سے سلسلہ ہمدانگریزی میں ہمیشہ جاری رہا
 ۱۹۲۹ء کے آخر میں جب برطانوی سامراج نے ہندوستان کے بے گناہ انسانوں
 پر چھائی چھانڈوں کے ذریعے شدید زیادتی کی اور توپوں، تین گنوں اور ہندوؤں کے ذریعے
 ان غریبوں پر آگ کا سینہ برسایا تو اس ظلم، استبداد کے خلاف پٹنادر کے سیاسی قتلوں میں بڑی
 پھل پیدا ہو گئی۔

یہاں کے یہاں رہنا، جس نے حکومت کو اس وحشت و بربریت سے باز رکھنے کی کوشش
 کی اور جس کو حکومت کی اس بے رحمی سے آگاہ کرنے کے لیے جھگڑے سرکارِ ہندوستان پر پڑا
 عوام کو یوں ہے ایک میر میں تو یہ کہنے کے جرم میں گرفتار کر کے پانچ سال قید، سخت کیڑا
 دی گئی۔

انگریزوں کی اس دشمنانہ رویہ کا رد عمل یہ ہوا کہ ان قبائل کے لوگ مستقل ہو کر انتقام
 برآ کر آئے اور موثر پاک انگریزی طاقت میں ڈاکے ڈالتے شروع کیے، نوٹ مار کی وارداتیں
 مہم ہونے لگیں اور لوگوں میں جان اور پریشانی پھیل گئی۔

انگریز اس چیز کی آڑ لے کر سرحدی علاقے پر سختی کرنے لگے اور سیاسی تحریکوں کو نقصان پہنچنے لگا۔ باپا خان کو اس سے سخت تشویش ہوئی اور انہوں نے باہمی صلہ و مشورہ سے ایک سیاسی رہنماؤں کا وفد آزاد قبائل میں بھیجا جہاں باجوہ وہاں جا کر ان سے دوستانہ بات چیت کی۔ اس سلسلے کو کسی نہ کسی طرح بند کر کے لیکن حکومت نے انہیں یہ وفد وہاں بھیجنے کی اجازت نہ دی۔ اس واقعہ کو باپا خان خودیوں بیان کرتے ہیں۔

سرحد کے ٹیگور کے متعلق ہماری مہارت نے موجودہ گورنر کے پاس ایک وفد بھیجا کہ ہم یہ کاروائیاں برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم آپ نے ساتھ اس کام میں تعاون کرنے کو تیار ہیں آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی ذمہ داری پر قبائل میں جاؤں اور جس شخص پر آپ کو پورا اعتماد ہو اسے میرے ہمراہ کر دیں میں نے گورنر کو یہ بھی یقین دلایا کہ میں قبائلیوں میں حکومت کے خلاف کوئی سازش نہ پکینڈا نہیں کروں گا۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ گورنر کی مصلحت میں وزیرستان کے سرداروں کا ایک جلسہ بلایا جائے اور اس مسئلہ پر غور و فکر کی جائے لیکن گورنر نے یہ دونوں تجویزیں نامکمل کر دیں:

اس کے بعد باپا خان نے تمام مہارتوں کا ٹکڑا ٹکڑا کر بھیج دیئے چنانچہ وہاں کافی بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ ہوا کہ وہ اپنے دور مہمانوں کو وزیرستان بھیجیں جو وہاں کے سرداروں سے مل کر مصالحت کو سلجھائیں لیکن اس تجویز کو بھی حکومت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ایک عرصہ تک ڈاکے پستور پڑتے رہے اور انگریز پر پکینڈا کرتے رہے کہ انی سرحد نہ ان کو روٹ رہے ہیں اور ان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں حالانکہ قبائلیوں

کے اس انتقام کا شکار ہندوستان کو، عیسائی بھی کو ہونا پڑا لیکن ہندوؤں کے سٹنے
 کو زیادہ اہمیت دی گئی اور اسے متعصب خیارات کے ذریعے ہواد سے گرفت چھیلانی گئی
 ملک آزاد ہونے کے بعد گزشتہ دس برسوں میں اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ
 قبائلیوں نے کسی پاکستانی علاقے پر ڈاکہ وغیرہ ڈالا ہو اس سے مثبت ہوتا ہے کہ قبائلیوں کا
 یہ اقدام محض انگریز دشمنی کی وجہ سے تھا اور انگریز محکمہ نوں نے غلط جہاز مانہ پالیسی کا لائن نتیجہ تھا

خدائی خدمت گار تحریک

کا

دوسرا دور

باچا خان کی کانگریس میں دوبارہ شمولیت

باچا خان نے اصولی اختلاف پر کانگریس میں ملحدگی اختیار کرتے وقت فرمایا تھا کہ اگر سپاہی کی فتح ہوگی اور کانگریس جی نے بھی باچا خان کے موقف کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر باچا خان کامیاب ہو گئے تو یہ سپاہی ایمانداری، مبرا اور محبت کی جیت ہوگی۔

آخر رہی ہوا زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ کل انڈیا کانگریس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے جنگ عظیم میں انگریزوں سے تعاون کرنے کی تجویز واپس لیتے ہوئے اپنے اس فیصلے پر پشیمانی کا اظہار کیا اور آئندہ عدم تشدد کے اصولوں پر پابند رہتے ہوئے حکومت سے عدم تعاون کا فیصلہ کیا۔

باچا خان کی یہ حیرت انگیز کامیابی تھی اور ان کی فراست، ایمانی اور دوراندیشی کی یہی نادر مثال تھی جس کا قائل ہوتے ہوئے ہندوستان کے بڑے بڑے جنرل اور لیڈروں کو باچا خان کے سامنے جھکنا پڑا۔ چنانچہ اس موقع پر باچا خان نے مدلی خدمت گاہوں اور اپنے ساتھیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا.....

۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ سر جبرائیل کو کانگریس ورکنگ کمیٹی نے دہلی میں اور

باپا خان کی کانگریس میں دوبارہ شمولیت

باپا خان نے معمولی اختلاف پر کانگریس سے علیحدگی اختیار کرتے وقت فرما تھا کہ اگر سپاہی کی فتح ہوگی اور گاندھی جی نے جی باپا خان کے موقف کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر باپا خان کامیاب ہو گئے تو یہ سپاہی ایماندرانی ممبر اور محبت کی جیت ہوگی۔

آخر وہی ہوا زیادہ دن نہیں گزروے تھے کہ کل انڈیا کانگریس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے جنگ عظیم میں انگریزوں سے تعاون کرنے کی تجویز واپس لیتے ہوئے اپنے اسی فیصلے پر پشیمانی کا اظہار کیا اور گاندھی مدد و تشدد کے اصولوں پر پابند رہتے ہوئے حکومت سے عدم تعاون کا فیصلہ کیا۔

باپا خان کی یہ میرٹ انگیز کامیابی تھی اور اس کی فراست و فہمائی اور دوراندیشی کی یہی نادر مثال تھی جس کا قائل ہوتے ہوئے ہندو مسکن کے بڑے بڑے بھائی بیٹروں کو باپا خان کے سامنے جھکا پڑا۔ چنانچہ اس موقع پر باپا خان نے مذکورہ مذمت گاہوں اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔۔۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ سرجوانی کو کانگریس ورکنگ کمیٹی نے دہلی میں اور

جوانی کو الٹا کانگریس کمیٹی نے پڑا میں ایک قرار اور پاس کی تھی جس میں عدم
تشدد کے بجائے تشدد کا راستہ اختیار کیا گیا تھا چونکہ میرا عقیدہ اور راستہ عدم
تشدد ہے تو اس لیے چار سے خدائی خدمت گاروں اور کانگریس کے
راستوں میں علیحدگی آگئی اور میں نے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا تھا اب
جب کہ وہ رہبر کو بھیجی ہیں کانگریس وہ کنگ کمیٹی اور الٹا کانگریس کمیٹی نے
مجھ کو عدم تشدد کا راستہ اختیار کر لینے اور وہی کی تجویز پریشانی کا اظہار
کر دیا ہے تو اس وجہ سے خدائی خدمت گاروں اور کانگریس کا راستہ پھر
ایک ہی ہو گیا ہے ۔

کانگریس کمیٹیوں کی مثال مول کی ہے اور خدائی خدمت گاروں کی مثال
ایک فوج کی ہے اگرچہ دونوں باخس کے مقاصد میں کوئی فرق نہیں لیکن
میں کہ آپ کو معلوم ہے کہ مول نے بے عیدہ لوگ ہوتے ہیں اور
فوج کے بے عیدہ ۔۔۔ یعنی مول کا عیدہ اپنی مانتا ہے اور فوج کا عیدہ ۔۔۔
اس طرح ہمارے ہر بھائی ہر گھنٹہ سے نہیں وہ صرف کمیٹیوں ہی کے
کام کریں گے اور جو کہ خدائی خدمت گار ہیں وہ خدائی خدمت گار ہی ہیں
گے ایک شخص دونوں کام نہیں کر سکتا البتہ جو شخص بزرگ سے خدائی
خدمت گاروں کی طرف آنا چاہتے تو وہ شخص پہلے بزرگ سے استعفیٰ دے
لے گا اور اگر بزرگ کا ہر خفا پاس ہے تو وہ خدائی خدمت گار ہی سے مستعفی ہوگا
لیکن یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ کسی بھی حال میں یہ بزرگ کا ہر خدائی
خدمت گار نہیں بن سکتا اور نہ ہی ایک خدائی خدمت گار وہ کانگریس کمیٹی

جرگہ کا ممبر بن سکتا ہے اور نہ ہی ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت
 کرے گا اور نہ ہی ووٹ دے سکے گا جرگے اپنے خادما کے
 قواعد اور قانون کے مطابق کام کریں گے اور خدائی خدمت گار اپنے
 قانون اور قواعد کے زیر اثر رہیں گے میرا قنق دونوں کے ساتھ ہو گا یہ
 میں خدائی خدمت گار ہی رہوں گا اور میرا سارا وقت خدائی خدمت گار
 کی خدمت اور اسلان کے لیے وقف ہو گا اس لیے میں چاہتا ہوں کہ
 خدائی خدمت گار کی پاک درمات ہو اور تمام کے بجائے کام اور
 عمل کی خدائی خدمت گار ہی پیدا ہو اس لیے کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ
 پٹھان کا یہ برباد ویران گھر عورت سچی خدائی خدمت گار کی برکت ہی
 سے آباد ہو سکتا ہے :

وَعِبَادُ الْعِفَارِ عَفْوٌ سَيَكُونُ مَعَهُمْ

خدائی خدمت گار تحریک کا پہلا دور وہ تھا جب سلاطین میں اتقان نہ تھا اور غلام شاہ
 کافر نس میں اس کی بنیاد ڈالی گئی لیکن اس تحریک کی قسمت بن کچھ ایسی تھی کہ سر اٹھاتے
 ہی اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء تک اس پر دس دس برس
 کی عمر میں ایک دن کے لیے بھی اسے اہم درمکان نصیب نہ ہو سکا۔ دشمنوں نے چاہا کہ
 اسے پیدا ہوتے ہی پھیل کر دکھایا جائے تاکہ اس شخص سے معصوم پوسے کو نشو و نما
 پانے اور چھوٹے پھیلنے کا موقع ہی نہ ملے یا نہ ملے اور اپنے اس ارادے کو عملی جامہ
 پہناتے ہوئے انہوں نے غلام دستار اور استقبالیہ سے کام لینے میں کوئی کسر اٹھانے
 رکھی۔ ان دس برسوں میں تقریباً چھ برس قویہ تحریک صوبہ سرحد میں خدات قانون پر ہی

سکریٹری پر وہ وہ قیامت تو ٹپی گئیں کہ پتہ بندا —————

تصدق احمد خان شیرانی مرحوم نے سنٹرل اسمبلی میں خدائی خدمت گار تحریک سے پابندی ہٹانے کے ایک رزلولیشن کی تائید کرتے ہوئے ۱۹۲۵ء میں اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔

برطانوی حکومت نے خدائی خدمت گاروں پر ایسے ایسے شرٹناک منظر قریب ہے کہ درودِ وحشت میں بھی ان کی مثال نہیں ملتی، انہوں نے صرف اسی پر لیں نہیں کیا بلکہ گناؤں کا حمامہ دیا اور جا کہ اس مکان پر قبضہ کر لیا جہاں خدائی خدمت گاروں کا دفتر تھا نہ صرف مگر قبضہ کیا بلکہ سبجے نہایت نفوس کے ساتھ موزم کارن سیکرٹری کے سامنے اس کا انبار کرنا پڑا ہے کہ اسی نکالوں نے خدائی خدمت گاروں کو چھت سے نیچے پھینک دیا ان میں سے اکثر کی ٹانگیں بازو اور سر ٹوٹ گئے۔ یہ بگ و فز ہلا کر ہلا کر دیا گیا اور اس کے باوجود حکومت کہتی ہے کہ خدائی خدمت گار تشدد سے معافی تھے اس سے یہ نہیں ضرور سزا ملنی چاہیے۔

اس پر فنانس سیکرٹری مشرا یہی اسے ایف شکات اٹھے اور انہوں نے کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ وہاں گورنمنٹ کی طرف سے کچھ افویس تاک تشدد کے واقعات ہو سکے ہیں بالکل تسلیم کرتا ہوں میں اس کے لیے بہت زیادہ افسوس کرتا ہوں میں بہت جلد موقع پر جا کر ان کالونیوں کو قطعی روک دوں گا۔

اس کے بعد شریروانی نے مزید کہا شروع کیا بھون کے پھینے میں پولیس نے

دیہات کو تھیرا دو گوں کو ہر مقام پر نہیں پہنچ رہی تھی وہاں پہلے سے کھڑا
 کر دیا گیا نہ صرف یہ بلکہ جہاں پہنچاں کی گزروں میں باندھ کر نہیں پہنچاؤں
 کی چوٹیوں پر چڑھنے کے لیے مجبور کیا گیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اور یہ
 سڑک جن لوگوں سے لیا گیا جن کے متعلق سو دہا شوکت مرحوم نے کہا
 تھا تمام ملک کے لوگوں سے بہتر سمجھو۔ سرحد کے لوگ ہیں یہ بے وقت و
 محنت مزدور و بے صورت۔ یہاں اور ہیں :

(ریپورٹ سنٹرل جیسسٹس ایسوسی ایشن جڈرولم)

لیکن اس تحریک کا یہ تمام ساپا پورا بڑا سخت جان نکلادہ اپنے ہی خون سے چھوٹا چلتا
 رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک تین آہر و سخت بن گیا جس کی شانیں سارے صوبے میں
 پھیل گئیں اور اسے نیست و نابود کرنے والوں کے سارے منصوبے خاک میں مل کر
 رہ گئے۔

یہ ننھا پودا جو آگ کے مستدر میں پل کر جان بھائی ٹھٹھا تا دیا جو ملک و ملکوں
 میں بکھرنے کا مادی بنا، یہ بے سہارا سفینہ جو خود بخود لہروں کے ریلوں اور دبے دھم سارے
 کے تھپڑوں میں دھما دھما رہا۔

اب زمانے کے سرد و گرم نے سے اتنا سخت بیان بنا دیا تھا کہ عوام کا سنا
 اس کے لیے بچوں کا کیسل تھا اور باد مخالف کے تیز دھند بھونکنے اس کی تفریح کا سامان
 بن چکے تھے۔

لیکن بلا تفریق و دشمن اپنے اذائے ہوئے بازوؤں کو ایک دفعہ پھر انہوں نے کا تھیر کر چکا
 تھا اور اب کے وہ پہلے سے کہیں زیادہ قوت کے ساتھ حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا تھا

اور خدائی خدمت گار تواریک کا بڑھا جرنیل باپا خان بھی کئی گویاں نہیں کھیلا تھا
 اس کا اکثر کام کار خیزیں اور تجربہ کار نظریں فوراً دشمنانیت کو جانب لیں اور اس نے
 اس دفر اپنے بچاؤ کے لیے نئے نئے مورچے بنانے شروع کر دیئے۔ اپنی جماعت کو نئے
 طریقہ سے منظم کیا اور نئے قواعد پر اسے کے لیے بالکل نئے انداز سے رضا کاروں
 کی صفیں اُتار کر نئے شروع کیں۔

باپا خان نے تحریک کو زیادہ موثر زیادہ مستحکم، زیادہ منظم بنانے کے لیے
 اب اپنے گاہن، اتان، زلی کے قریب، سر دریا ب، کے نام سے اپنا ایک مرکز بنایا
 جہاں رضا کاروں کو تربیت دینے کے لیے نئے ڈھب سے کام شروع کیا ان
 کے مختلف گروپ بنائے اور اتنے زور شور سے کام شروع کیا کہ اس بڑھتی ہوئی تنظیم
 اور بیداری سے حکومت کے ایوان دراز اٹھے اور انگریزوں کو اپنا مستقبل خطرے میں نظر
 آنے لگا۔

انتظامات ختم ہونے کے بعد باپا خان دوبارہ کانگریس میں شامل ہو گئے۔ اب
 کانگریس حکومت سے عدم تعاون کا فیصلہ کر چکی تھی۔ وہ لکھاؤ کے مکانات، مسافروں کے
 تھے۔ جس کے لیے باپا خان نے بھی سے تیاریاں شروع کر دیں۔ اب وہ ایک وسیع تنظیم اور
 نئے انداز سے میدان میں آنا چاہتے تھے۔ پرانے حربوں میں انہیں جو کمزوریاں اور خامیاں
 نظر آئیں۔ نئے تجربے میں ان سے جان بچاؤ اور اپنی قوت بڑھانا ان کا مقصد تھا اس کے
 لیے انہوں نے ایک نیا پروگرام بنایا اور اسے عملی بنانے کے لیے مختلف مجسم شروع
 کر دیں۔ ان میں سے پہلی تقریر جو آپ نے خدائی خدمت گار کے عظیم نشان اجتماع میں کی اس
 سے آپ کے عزم و کوشش کی بڑی جگہ پڑتی ہے۔

بجائے آپ لوگوں کو پختون ہر سال کے ملے اور عام جلسوں میں میری
تقریر سے یہ معلوم ہوا ہو گا کہ میں نے ایک نئے تجربہ کا اعادہ کیا ہے
اس سلسلہ میں میرے رمانج میں کچھ نئے خیالات پیدا ہوئے ہیں اور
مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہم پرانے دستے سے اپنی منزل مقصد تک نہیں
پہنچ سکتے مگر اس بات کو سمجھ کر میرا یہ نیا تجربہ کون نئی بات نہیں بلکہ
حقیقت میں وہی خدائی ندرت کا تحریک ہے جو مئی ۱۹۳۰ء میں
شروع کی تھی۔

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میری دوستی میں غم و آلام کے سوا کچھ
نہیں ہیں جس واسطے کامیاب ہوں وہ کانٹوں سے لپا پڑا ہے۔ میری
دوستی صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے
اپنی جانوں کو خاک میں ملانے کو تیار ہوں اس راہ میں صدہاتیں نہیں
برنیلیاں نہیں ڈسٹرکٹ بورڈ اور سبلی کی ممبراں بھی نہیں اور نہ ہی اس
میں ذرا تھیں ہیں بلکہ قربانی اور صرف قربانی ہے مناسب و آلام کو
براہ راست کرنا ہے دینا ہے لیا ہرگز نہیں ہے۔ اور اس وقت تک
کہ یہ بد قسمت ملک کمال طور پر آزاد نہ ہو جائے اور حکومت کے
تمام اور ہر قسم کے اختیارات ہمارے ہاتھوں میں نہ آجائیں۔
اس لیے میری دوستی کرنے میں آپ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ
بھی طرے سوچ سمجھ لیں غور و فکر کریں ایک آدمی کسی سے یہ فروری

نہیں ہے کہ وہ تمام کو پر کر کے سُرخ کپڑے زیب تن کرے صرف نام
 پر نہ کہ سُرخ اور کپڑے سُرخ کرنے سے کوئی میرا دوست نہیں بن سکتا
 میں نے اکثر آپ لوگوں کو یہ کہاوت سنائی ہے کہ سانپ کا کاٹا رسی سے
 بھی ٹدھتا ہے اس لئے کہ ازل کم آپ لوگوں کو یہ بات ضرور سمجھانا چاہتا
 ہوں کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ جس درخت نے
 پٹھانوں کے خون سے پرورش پائی ہے اور جس کے بیٹے قوم کے
 مرد مل اور عورتوں سنہ قسم قسم کی جانی اور مالی قربانیاں دی ہیں آج
 اُسے میری آنکھوں کے سامنے کھڑا ہوں سے کاٹا جانے اور لوگ اسے
 برباد کریں اور اس کی جڑوں کو کھودیں اس سے میں اس مرتبہ بہت
 سوچ اور فکر کا کام کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں سانپ کا دُسا ہوا ہول
 اور دسی سے بھی خوف لگاتا ہوں جو شخص پارٹی بازی تک نہیں کر سکتا
 اور ایس کی دشمنی اور بغض و عداوت کو نہیں چھوڑتا ظلم اور جبر سے
 باز نہیں آ سکتا اور ظلم و زیادتی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا
 بچے، خلاق، نیک طاقتیں اور ایمانداری و دیانت دہری پیدا نہیں کر
 سکتا میں اس سے صاف صاف کہوں گا کہ صرف زبانی کہنے سے
 تو میں کسی کو اپنا دوست بنانے کے لیے تیار نہیں۔

جو شخص بھی میری دوستی کا طلب گار ہے وہ مجھے میرے پاس آئے
 اور مجھ سے تبادلاً خیالات کرے اور خدائی خدا کا نامی کے لیے تیار
 ہو اور ان شرائط کی پابندی کر سکتا ہو جن کے پابند کو میں سچا خدائی

خدمت گزار اقامت تو وہ میری دوستی کے لیے تیار ہوئے اور مہل شریف
 کو سب سے قریب بھی میں اسے اپنی دوستی میں اس وقت تک نہ لوں گا جب
 تک میں اس کے بھائی اس کے عزیزوں و رشتہ داروں اور بھائیوں
 سے دریافت نہ کروں گا کہ اس کے ہاتھوں کسی کو آزاد تو نہیں بنایا۔ اور
 خدمت ختم کسی قائد سے کے لیے تو نہیں کرتا اور خدائی خدمت گاروں
 کے تمام اصولوں کا پابند ہے یا نہیں اس کے بعد میں اسے بنا دوست
 بناؤں گا۔

آپ لوگ کچھ غور و فکر کریں کہ ہم خدائی خدمت گار ہیں یا وہ لوگ جو ہر
 جگہ ہمارے خدمت کرتے ہیں جہاں ہم جاتے ہیں وہ ہمارے لیے چارپائی
 لاتے ہیں، حاسنہ کو روٹی اور پائے دیتے ہیں و ضرور کے لیے پانی پیش
 کرتے ہیں غرض ہماری جو بھی ضروریات ہوتی ہیں ان سب کو یہ لوگ
 بھی کرتے ہیں اور اس میں غرضی اور محبت معمولی کرتے ہیں ایسی حالت
 میں اپنے گریبان میں منڈال کر دیکھنا چاہیے کہ خدائی خدمت گار ہم
 ہیں یا وہ لوگ۔ میں آپ سے صاف صاف کہتا ہوں کہ
 میں اپنی اس نئی دوستی میں اس شخص کو لوں گا جو خدا کی مخلوق کا خدا کا
 بھرا اور اپنی خدمت دوسروں سے نہ کرے گا۔

میں نے ارادہ کیا ہے کہ خدائی خدمت گاروں کی تربیت کے لیے ایک
 مرکز تیار کروں جس میں میں خود بھی رہوں گا اور میرے سنے خدائی خدمت گار
 بھی درجہ بدرجہ وہاں رہائش اختیار کریں گے۔

پہلا درجہ ان خدائی خدمت گاروں کا ہو گا جو میرے ساتھ اس مرکز میں
 رہیں گے اور جنہوں نے اپنا تمام وقت اس کام کے لیے وقف کیا ہو گا
 اس مرکز میں۔ یہاں انتظام کیا جائے گا کہ ہم اپنی ضروریات کو محنت و مشقت
 کر کے خود ہی پیدا کر یا کریں۔ یوں کہ ایک خدائی خدمت گار کے لیے بیکار
 رہنا مناسب نہیں اور سچا خدائی خدمت گار وہ ہے جو ہر کی طرح
 دنیا میں کام کرے اور اپنے ہاتھ پاؤں کی مشقت سے خود کو پاسے اور
 دوسروں کا محتاج نہ ہو۔

دوسرے درجہ میں ایسے خدائی خدمت گار ہوں گے جو کچھ عرصہ اس مرکز
 میں تربیت حاصل کریں گے اور اس کے بعد باہر دوسروں پر جائیں گے
 اور خدائی خدمت گاری کی تبلیغ کریں گے۔ یہ لوگ اپنا گزارہ ہی خود کرینگے
 تیسرے درجہ میں ان لوگوں کو یا جائے گا جو خدائی خدمت گاری کے
 اصولوں سے اپنے آپ کو واقف کریں اور اس کے بعد اپنا گزارہ کر سکیں
 یہ لوگ تبلیغ و شامت کا کام زیادہ تر نہیں کریں گے لیکن خدائی خدمت گاری
 کے اصولوں کے پابند رہیں گے اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے جو ان اصولوں
 کے خلاف ہو۔

بھائیو! دنیا میں کسی قوم کو بیدار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے مگر قوم
 کا بنا بہت مشکل کام ہے اور یہ بغیر غریب تربیت کے نہیں ہو سکتا۔
 بیداروں تو ہر جگہ ہی حرم میں چٹانوں میں اس حد تک پیدا ہو گئی ہے
 کہ ہندوستان کی کسی اور قوم میں نہیں گھر اس بیداری سے نازہ اٹھانا

اچھی تربیت پر منحصر ہے۔ وقت ایسا ہے کہ ہم قوم کی تربیت کا کام اپنے
 ہاتھوں میں لیں اور اسے ایسی تربیت دیں جس کی اسے ضرورت ہے
 میں یہ بات پھر کہتا ہوں کہ کسی خدائی خدمت گار کو بندہ گار نہیں رہنا
 چاہیے اور ایسے شخص کو خدائی خدمت گار کہنا درست نہیں جو اپنے
 ہاتھ سے کوئی کام یا کسب نہیں کرتا۔ خصوصاً میرے ساتھی اور سنے
 خدائی خدمت گاروں کو تو اس بات کا پختہ عہد کرنا چاہیے کہ وہ اپنے
 تمام کام خود اپنے ہاتھوں سے کریں گے اور پیسے میں ایک روز
 ایسا کام کریں گے جس کا نامزدہ قوم کو پیسے یعنی خدا کے پیسے اور اپنی
 قوم کی بھلائی کے لیے کام کریں گے۔ اگر اس قسم کے لوگ ہر گاہ میں ایک
 ایک دو دو بھی پیدا ہو جائیں جو صحیح طور پر خدائی خدمت گار ہوں اور خدائی
 مخلوق کے ساتھ محبت رکھتے ہوں اور بغیر کسی لالی کے ہر انسان کے غم و رنج
 اور خوشی میں شریک ہوتے ہوں تو مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کے فوٹہ کو
 دیکھ کر گاہاں کے دوسرے دل بھی اسی رنگ میں رنگے جائیں گے اور محبت
 سے لوگ ان کی تقلید شروع کر دیں گے اور تمام قوم کے درمیان رشتہ
 محبت استوار ہو جائے گا۔ اور اس طرح وہ تنظیم خود بخود ہو جائے گی
 جس کی میں آرزو اور تمنا رکھتا ہوں اور ایک مدت سے میں جس دور کا
 خواب دیکھ رہا ہوں وہ بھی صحیح آجائے گا۔ موجودہ حالت میں ہمارا رنگ
 لوگوں پر اس لیے نہیں چڑھتا کہ ہم خود بے رنگ ہیں۔

سردیاب میں قومی مرکز کا افتتاح

ایک عرصہ کی جدوجہد کے بعد آخر ۱۲ جون

۱۹۹۷ء کو باپا خان نے اپنے گاؤں تان

ڈن کے قریب موضع سردیاب میں علاقائی خدمت گاروں کے لئے قومی مرکز کیلئے
بگڑ مقبہ لائی اور پھر کے یہ ایک ستون گار گھر میں تاریخی قومی مرکز کا افتتاح کرتے
ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا۔

”بھائیو! آج ہماری مدت کی آرزو پوری ہو گئی، ہم یہاں اپنے
مرکز کا افتتاح کرنے کے لئے بن ہوئے ہیں۔ جس کے لئے ہم ایک
عرصے کی کوشش اور بہت سے بے صورت حالات سے یہ معلوم ہوا
ہے۔ کہ اب تک میں اپنے مقصد میں اس لئے کامیابی نہیں دے رہی کہ
ایک بڑی عمارت ہماری راہ میں مٹانوں کا پردہ پڑا ہو، حالانکہ قایلو
پھر بھی آج ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر مہینہ
۱۵ ہر تقریب کے لئے ایک مرکز کی اشد ضرورت ہے جہاں سہل
کر کام لے سکیں۔ جو لوگ ایک مرکز پر بحث نہیں ہوتے وہ کبھی اپنے مقصد
سے ہٹتا نہیں ہو سکتے۔ نئے وقتاً درج ایسی خبریں پہنچتی رہیں جن سے
معلوم ہوتا تھا کہ اس مرکز کے انوار میں مخالف طاقتوں کا ہتھ کس طرح
کار فرما رہا ہے۔ اب وہ بیرون سرحد کے وجہت پسند عناصر
کے علاوہ بہت پرندہ نہاد طاقتوں کو بھی اپنے پردہ پوشی کے لئے
آواز دے رہا ہے۔ چنانچہ ہمارے علاقے پر ہر گنڈا کیا جاتا ہے
کہ ہم یہاں گاندھی انشورم یا دھرم سال بنانا چاہتے ہیں۔ فریڈک اس طرح

وہ ہمارے خلاف فکرت چینٹ کے تمام نابھتہ ذرائع مل میں لگتے
 ہیں اور لا بہے میں لیکن اس پر پگنڈے کا اثر غور پختاؤں پر کچھ
 نہ ہوا اور خدا سے ہمارے مخالفوں کو اس طرح ایک عبرت ناک شکست ہی
 میں یہاں اعلان کرتا ہوں کہ مجھے وجہ سے پسند اجازت اور حکومت
 کے خلاف پگنڈے کی ذمہ دہریہ نہیں۔ کیونکہ ہمارے خلاف حق
 پر نہیں باطل بد ہیں۔ اور وہ ہمارے خلاف صرف اپنے رویہ کے خلاف
 سے پگنڈے کر رہے ہیں۔ میں اپنے مخالف بھائیوں یعنی خدائی خدائوں
 کو غرہا کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں اور دشمنوں میں پروا نہ لیں اور تقابل
 کی مانند تیز کریں۔ اور ہمیشہ غل و غر سے کام لے کر سچیں اور حقیقت
 کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہر کچھ خود بخود دوسروں کو بھی وہ سمجھیں
 تاکہ ہر لوگ ہمارے خلاف فریب پر پگنڈے کرتے ہیں وہم ان کو بھی
 پہچان لیں آپ میرا پیغام تو مہم پہنچا دیں کہ وہ کسی بھی مذہب
 کہنے پر پگنڈے نہ کرے۔ ہرگز متاثر نہ ہو۔

ہم منقریب اسی مرکز سے اپنی نئی تحریک کا آغاز کرنے والے ہیں اور
 یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گشت سے ہی اس تحریک کا آغاز کر دیا
 جائے گا۔ اس مرکز سے ہی ہمارے خدائی خدمت گار میدان مل کی
 طرف روانہ ہوں گے۔ اور صوبہ کے تمام دارکن اسی مرکز میں جمع ہو
 کر اپنا کام شروع کریں گے اس کیپ کے انتظام پر تمام خدائی خدمت گار
 اپنے اپنے حالات کے مطابق میں میں بائیں گے اور اپنے نیک عمل

کی تعین شروع کر دیں گے۔

ہم بن کر گزرتے ہیں اور مناسب ذیل کر دیں گے۔ انہیں جو راستہ کو یہاں غلبہ
 کروں گا۔ اور ان میں سے تین یا کچھ کے متعلق جیسے یہ فیصلہ ہو جائے گا۔
 کہ وہ اپنے مقررہ محل سے ہم قشدد کی جگہ میں پورے آتے ہیں۔ ان کے
 قافلے میدان میں کی طرف روانہ کر دیں گے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ
 اس وقت سب کے جٹ کی وجہ سے حالات بدل رہے ہیں یہیں مرکز
 کے لئے یہ جگہ نہ یعنی چاہیے تھی۔ لیکن میرا فیصلہ ہے کہ ہمیں اس مرکز میں
 ہی قیام کرنا چاہیے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہ میری قبر بھی یہاں
 ہی بنی چاہیے۔

(عبدالغفار - پختون سنگلنگ)

سرور یاب میں قومی مرکز کی بنیاد رکھتے ہی آپ نے نئے عزم اور نیت سے کام
 شروع کر دیا۔ مارے میں طوفانی دوسرے کیے۔ اور گاؤں گاؤں اور گھر گھر پناہ پیغام پہنچایا
 لیکن اب آپ کے راستے میں پہلے سے کہیں زیادہ مشکلات حاصل کر دی گئیں۔ مخالفت جماعتیں
 درمیان آ گئیں۔ اور جاوید دست لوگ حکومت کے خلاف سے لوگوں میں جھگڑے پھیلانے لگے
 لگے کہ باہا خان نے سرور یاب میں آفرم بنایا ہے اور دھرم راست کی بنیاد رکھی ہے
 جہاں مزدوروں کے بھین لگتے جاتے ہیں اور پٹھانوں کو گتیا پڑ جاتی ہے وہ ہندو
 دھرم کا پھار کیا جاتا ہے۔

یہ پروپیگنڈا اس زبردستی سے کیا گیا کہ بڑے بڑے لوگ بھی اس سے متاثر ہو گئے۔ نیز
 درجہ اور بعض بنیاد جموں دار معزات میں باہا خان کے قتل کے متعلق شک و شبہ کا اظہار

کرنے لگے۔ لیکن وہ ان باتوں سے بے نیاز ہو کر اپنی لگن میں لگن رہے، اور انہوں کی طرح اپنے کام میں شب و روز منہمک رہے۔ اور اُنے نالی جنگ آزادی کے بڑے زور شور سے تیاریاں کرنے لگے۔

قومی مرکز میں رہنا کارروائی کی حریت کے بڑے سنٹرل پوائنٹ تھا اور صوبے کے مختلف حصوں میں ترقیاتی مرکز قائم کر کے غذائی خدمت کاروں کی ایک ایسی فوج بنادیا جو کئی جگہ دیکھ کر مخالفوں کے حواس نہ ہو گئے۔

مخالفت جتنی بڑھتی جاتی جا رہا تھا ان کی ترکیب اتنی زیادہ مقبوضہ ہوتی جاتی۔ اس میں وہ نال کی بات جسے مخالفت منفرکہ کرنے سے مابقی تیار تھی کہ باپا جان علی آدمی تھے وہ مخالفوں کا جواب دینے میں وقت نہ لے کر اُن کے بھائے کاہ کو بہتر سمجھتے تھے۔ وہ اپنے مشن میں پکے اور مخلص تھے اور انہیں یقین تھا کہ آمرانہ سہائی کی فتح ہو کر رہتی ہے اور مجسٹ چاہے وقتی طور پر کتنا کامیاب کیوں نہ ہو جائے چونکہ اس کے پاؤں نہیں ہوتے اس لیے وہ چنپ نہیں سکتا۔

اب انہوں نے زیادہ جیسے اور تقریریں کرنی میں چھوڑ دیں۔ اور عملی کام میں پورے ہرگز کو حصہ لینے لگے۔ ان کا مقصد تھا کہ زیادہ تقریروں سے قوم نہیں جیسا کہ قریب ہمیشہ عمل سے بنتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے باپان جنگ میں شریک نہ ہوا تھا یہیں زیادہ ضرر نہیں تھا۔ لیکن اس کے جنگ میں کوڑا پڑنے سے قریب ہر پہلو پہنچ گیا ہے انہوں نے قوم کو بتایا کہ یہاں جا پانی نہ سکتے ہیں۔ برمن — اگر کوئی نہیں غلام بنائے گا اور کارکن کسیے گا قریب ہر شخص ہوں گا۔ ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے واضح طور پر اس جنگ کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا موجودہ جنگ ملک اور آزادی منڈیاں حاصل کرنے کے

یہ لڑکی بھاری ہے۔ اور ہندوستان ایک بہت بڑا ملک اور تجارتی منڈی ہے۔ انہوں
 نے بتایا کہ ہر خدائی خدمت گار ہیں اور ہمارے کام خفیہ نہیں ہوتے۔ خفیہ کاموں سے پہلی
 پیدا ہوتی ہے۔ میں نے صوبے میں کئی کمپ تیار کئے ہیں جن میں ویسے لوگوں کو تربیت
 دی جاتی ہے جو ملک میں قیام امن کے لئے کام کریں گے۔

باپا خان اپنی ایک تقریر میں اس سول نافرمانی کی وجہ و فسادت فرماتے ہیں۔

”یہ سول نافرمانی جس وقت سے کہ شروع ہوئی ہے تو بہت سے
 بھائیوں نے غلوں، زبانوں اور ایک دوسرے کے ذریعہ پہلی کیا ہے
 کہ ہم میں جانے کے لئے قیاد بیٹھے ہیں جس آپ کے ملک کا اختلاف ہے
 — اس مسئلہ کے متعلق میں نے چھتوں کے گزشتہ پرچہ میں لکھا تھا
 اللہ سہ پر مکتا ہوں کہ آپ بھائیوں کا اگر یہ خیال ہو کہ ہمارا اصل مقصد
 بیل جانا ہے تو آپ یہ خیال غلط ہے۔ ہمارا اصل مقصد بیل
 جانا نہیں بلکہ اپنی قوم و ملک کی خدمت کرنا ہے اور ہر خدائی خدمت گار
 کو اپنے آپ میں ایسی صفات پیدا کرنی چاہئیں کہ جس کی وجہ سے اپنی
 ساری قوم کی تنظیم کر سکیں اللہ اپنی قوم سے ہر قسم کی بُری عادتیں دور
 کر سکیں، ہے شک سول نافرمانی میں چھتہ وقت کے مطابق ایک مذہبی
 کام ہے۔ ہر سول نافرمانی سے ہم بیل جاننے سے فائدہ حاصل نہیں کر
 سکتے، فائدہ تو ہمیں اس وقت سے ملے گا کہ ہم بیل جاننے سے ہر اپنے
 آپ میں وہ اہمیت پیدا کریں کہ جو ایک سول نافرمانی کرنے والے فرد کو
 اپنے آپ میں پیدا کرنی لازمی ہے۔ آپ سمجھیں کہ سول نافرمانی تو

ایک جنگ ہے اور جنگ میں ہمیشہ وہ سپاہی آئے اس کتاب
 کہ پہلے وہ پڑھ لکھئے۔ آپ دنیا کی مام جلیں دیکھتے ہیں کہ بریل لکھی
 بھی اس سپاہی کو موسیٰ کی طرف روانہ نہیں کرتا۔ جو کہ پڑھ میں کوئی
 نہ ہو چکا ہو۔ تو آپ بھی قومی جنگ کے اس مورچے کی طرف جانا چاہتے
 ہیں تو پہلے سمجھ لیں کہ اس جنگ کے سپاہی کے سینے کو کون سی پیر
 لکھنی لازمی ہیں اور اس جنگ کے مورچے پر کس قسم کا سپاہی بھیجا جائے
 گا؟ تو جو بھائی اس جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو وہ پہلے پڑھ لکھ
 لیں اور میں وقت دقیقہ حاصل ہو جائے گا۔ کہ یہ سپاہی مورچے کی
 طرف جانے کے قابل ہے تو اسے بھجورنا جائے گا، اور اگر اس قسم
 کے سپاہی کو موسیٰ کی طرف بھجوانے کا موقع ملے۔ تو قومی فرض تو درگزر
 لوگوں کی نسبت اچھا دلا کرے گا۔ اب میں آپ کو دو باتیں سمجھانا
 چاہتا ہوں جو کہ موجودہ سول نافرمانی کے سینے لازمی ہیں۔ پہلا وہ ہے
 گذشتہ دنوں کانگریس دھڑلے کیٹی کے جو کس پر واردہ چلے گئے تھے اور
 کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ سول نافرمانی کے اختیارات صرف گاندھی جی
 کو حاصل ہوں گے تو میرے خیال تھا کہ اگر گاندھی جی ہر صوبہ میں ہوتا
 ایک ایک نائب مقرر کریں۔ اور سب سول نافرمانی شروع کریں تو
 بہتر ہو گا۔ پھر ہر صوبہ میں جو شخص موزون سمجھا جائے گا تو وہ آگے
 گا۔ گاندھی جی کو یہ بات پسند نہ تھی تو میں وقت میں یہاں آیا اور
 میں نے خود دھڑلے کے ساتھ اپنے صوبہ کا اندازہ کیا۔ تو میں نے کہا کہ یہ

سب ٹیک بنی ہوتا ہے کہ میرے پہلے خیال کے مطابق فیصلہ نہ ہو سکے۔
 میں نے کہیں دیکھا ہوں کہ ایک فرد بھی ہے ان شرائط پر پورا اترنے
 کے مطابق نہیں معلوم ہوتا، جو کہ موجود سول تافزانی کے لئے رکھی گئی ہیں
 اب میں آپ کو وہ شرائط بیان کرتا ہوں۔ جو کہ جنگ آزادی کے
 سپاہیوں کے لئے، مقدموں، عدم خدائی، خدمت کاروں کے لئے، باہم
 مفروضی ہیں۔ — ہر غرض یہی شرط ہے۔ — جو سپاہی اگر اس جنگ
 میں شمولیت کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ ہر روز گھنٹہ آدھ گھنٹہ پرچہ پلے گا
 میرے بہت سے بھائی جتنے ہیں کہ پرچہ لے لی تو اتنی مزدت نہیں ہے
 مگر میں کہتا ہوں یہ بات بالکل غلط ہے دنیا میں ایک فوج کا بہترین سپاہی
 وہ ہوتا ہے جو کہ ملک ماننے، آپ دنیا کی فوجوں، ماں معلوم کریں تو بہت
 سی باتیں آپ کو کہنے میں تفرائیں گی۔ اور غرض ان کے نہ کرنے
 سے آپ کو کوئی بھی نقصان نہ آئے گا۔ ہر ایک سپاہی کی یہ خیالی نہیں
 ہوتی کہ اس سے انکار کرے اور نہ ہی اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس
 بحث کرے کہ اس کی کیا مزدت ہے؟ تو اسی طرح ہادی اس موجودہ
 جنگ کے برٹل شدہ ایک فرد رکھی ہے۔ ہر سپاہی کا یہ فرض ہے کہ
 اس ملک کا احترام کرے اور بغیر ایسی بحث کے اسے تسلیم کرے۔
 — — — — — وہاں شہرہ مشہور کے اصولوں پر مبنی ہے جو
 انھیں کہتے ہیں، غلام شہرہ مشہور کا پانچ بنو، شہرہ گامان پاس لکھا
 ہوتا ہے تو وہ اسی حق کا حامل ہے کہ ان کے وہ شہرہ کے اصولوں

کی خدمت درازی ہو تو وہ اس جنگ کے قابل نہ بجا جائے گا۔

نعمتیں — تیسری شے نعمتیں ہیں جو شخص کو پرے بننے کے لئے
قومی خدمت کے سلسلے میں کوئی خود غرضی نہ کرے۔ اور فلاحِ اُمّی
کی خدمت کرتا ہو۔ تو وہ اس کا اہل بجا ہائے گا۔ — کہوں گا
زمانی میں سے آگے کیا جائے۔

اپنے حال میں — چوتھی شرط، چھ اخلاق ہیں جو شخص کو بد اخلاق
کرتا ہو بد دیانت، بھونچا، افسانہ گو، تو وہ بھی اس کا اہل نہ
گروانا جائے گا۔ — اس لئے کہ یہ ایک پاک عریض ہے اور
اس میں شک و پاک لوگ اپنے جانیں گے۔

پس یہ ضروری شرائط تھیں۔ اور جن کا موجد، نیک نادی میں حجت
لینے کا مشا ہو کر آئی سے ان باتوں پر میں دعا شروع کر دے اور
اپنے آپ کو اہل غایت کرے بہت لوگ کہتے ہیں کہ بھائیانا بہت
جدا افتار ہو جائے گا۔ تو پھر ہم اپنی مرضی کے مطابق سول آزادی شروع
کر دیں گے۔ یعنی یہ شرائط ہوں ہی رہیں گی۔ اور ہم پہلے کی طرح
جیل چھ جائیں گے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ایسا کام اپنی جہالت
سے بغاوت ہے۔ اور جو قوم کہ اپنی مرکزی جہالت کے فیصلہ کے
مخلاف اقدام کرتی ہے تو وہ قومی خدمت نہیں بلکہ قوم کے ساتھ غداری
کرتی ہے۔ قوم، بہترین سپاہی و مہم جو کہ اپنے عزیزوں کے علم کے
مطابق عمل کرے اور رتی برسرِ ملک کے خلاف نہ جائے۔ — یہی ہے کہ

میرزا جیسے خدائی خدمتگار بھائی ان شرلوہ کی پابندی شروع کر دیں
گئے اور جنگ آزادی کے پٹے اپنے آپ کو اہل ثابت کر گئے :

(مہاراجہ غلام —۔ پتھون اور (مہاراجہ سنگھ ۱۹۲۱ء)

بیت المال کا قیام | باپا خان نے خدائی خدمتگاروں کی تنظیم جدید کیسے روپا
کو مرکز بنانے کے بعد اس کے ہیٹے بیت المال کے قیام کی ترکیب
شروع کی اس کے پٹے جیسے گئے اور اپنی تقریروں میں بیت المال کی اہمیت واضح کی آپ
نے لوگوں کو بتایا کہ - جماعت کے پٹے قومی خدا کا ہونا ضروری ہے تاکہ جماعت کی ضروریات
کے عہدہ اس کے ذمے ان غریب اور بے سہارا خاندانوں کی امداد کی جائے جن کے چیل
جائے کے بعد ان کے بال بچوں کو جو کامنا پڑ سکے۔ انہوں نے صاحب تعلیمت کو جس
اوپر کی کہ ہر کام دنیا میں تقسیم کار کے اصولوں پر چلتا ہے جو لوگ چیل جانے کو تیار نہیں یا
ان کی محسوسات اس کی اجازت نہیں دیتیں وہ قومی خدمت میں چند حصے کر سکتے ہیں خدمت
میں ہمارا ہاتھ بنا سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ساتھ جو بچے کی بنا پر دیکھا کہ ہمارے ملک کا نائب
مملوک اہل طبقہ ہمیشہ ہر قربانی کے لیے پیش پیش رہتا ہے۔ یہ عزت کس لوگ جو اپنے ناندن
کے واحد کفیل ہوتے ہیں۔ جب عمل سیاست میں آئے کے بعد محنت و مزدوری کے پٹے
وقت نہیں پاتے تو ان کے اہل و عیال بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

باپا خان نے بیت المال کے قیام کے لیے ان حکم نامہ کیا ان کے ارادے بہت بلند اور
پردہ گاہ نہایت حسین قابلین یہ ایسا نامہ تھا کہ کسی حکم نامہ کی شکل کے لیے فرصت نہیں آ سکتی تھی۔ کیا
حالات لکھ پلٹ بدلتے رہتے تھے اور دوسرے رہنماؤں کی طرح باپا خان کو بھی کئی کام اور
چھوڑ کر نئے پردہ گاہ کی طرف توجہ دینی پڑتی۔

دیجئے انگریزی قبیلہ گروہ کی حیثیت میں نہ رہ سکی بلکہ سلطنت میں یہ ایک حوامی تحریک بن گئی اور اس زور شور سے گرفتاریوں کا سلسلہ چلا کہ سابقہ تحریکوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔
 ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا کانگریس نے مکمل آزادی کا ریفرنڈیشن پاس کیا جس کے ذریعہ بعد حکومت نے ورکنگ کمیٹی کے اراکین کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بعد ہر گیر تحریک شروع ہو گئی۔

معدوم سرحد میں کانگریس کے دس ایم ایل اسے حضرات کو بھی گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور ان کے علاوہ ہزاروں غذائی خدمت کار صوبے کے طول و عرض سے پکھڑیاں پکھٹا کر لے کر گرفتاریاں دینے کے لیے امنڈ پڑے۔

دس کانگریسی اہلی کے گروہوں کی گرفتاری سے مسلم لیگی تحریک کے بڑے میدان صاف ہو گیا اور انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صوبے میں گورنمنٹ ختم کر کے مسلم لیگی ولایت بنانے کے لیے ملک و دوشروع کر دی۔ حکومت نے بھی اسے غیبت سمجھا اور بیرونی دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ مسلمان میثیت قوم کانگریس کے خلاف ہیں مسلم لیگیوں سے ساز باز کر کے انہیں مئی ۱۹۴۷ء میں ولایت بنانے کی اجازت دے دی۔

یہ ہنگامہ ۱۹۴۷ء تک گرم بنا۔ غذائی خدمت کاروں پر حکومت نے اپنے مظالم کی دھماکا کر دی۔ جتنے اور پرامن رہنما کاروں پر لاشی چارج تو روزانہ کا معمول بن چکا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں باپا خان خور ایک جتنے کے ساتھ پکھنک کر رہے تھے کہ پولیس نے اتنی بے دردی سے لاشی چارج کیا کہ باپا خان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لیکن آپ کو ہسپتال لے جانے کے بجائے اسی حالت میں گرفتار کر کے جیل میں دیا گیا۔ اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب جمہوریت کے قیام کو اتنی بے رحمی سے قیام کو مدت بنایا گیا تو

دوسرے عام خماروں پر کیا یہ منظم : توڑے گئے ہوں گے پولیس کو کہیں اختیارات
 حاصل تھے اور انہیں خاص ہدایت تھی کہ جہاں تاک ممکن ہو انہیں عمر و تشدد کا نشانہ بناؤ۔
 اور ہر تاک سرزنشیں دیا کہ دوسرے لوگ بہت حاصل کریں اور ترکیب میں حصہ لینے کی
 ہرکت نہ کریں۔

بہت سے دیہات پر مشرک رہا جس نے گئے۔ لیونگ ڈال کے لوگوں نے ترکیبیں
 بڑھ چڑھ کر سمجھ لیا تھا۔ جو عیب اور درازت بڑھانا کر سکے ان کے لئے سارا ان فیلام کر
 یہ نکتہ حکومت نے ایک خاص سرکار نے زمین دیہات میں، خواتین اور معاصی اثر لوگوں کو
 علم دیا کہ وہ کسی مذہبی خدمت گزار کو اپنے ہاؤس میں رہنے دیں اور ان سے تعلقات اور
 راز و رمق ترک کر دیں ورنہ ان سے زمینیں چھین لی جائیں گی اور خانی کی مرعات واپس لے
 لی جائیں گی۔

خدائی خدمت گاروں کو شک کر کے ہر عام پٹوایا جاتا اور ایسی ہی شرمناک سزاؤں دی
 جاتیں کہ تہذیب، شرافت اس کے بیان کی بجائے نہیں رہتی۔ ان کے عزیزوں اور ہشت
 واروں کو سرکاری مدتوں سے برہنہ کر دیا گیا۔ ان کے بچوں کو سکولوں سے نکال دیا گیا، حتیٰ کہ
 ان پر دانا پانی بن کر دیا گیا۔

وہاں کہ یہ دود مذہبی خدمت گاروں پر انتہائی آزمائش کا دور تھا، لیکن باپا خان نے
 ان کی تربیت پر ایک ڈھنگ سے کی تھی کہ ان فزوں کا ان پر کچھ اثر نہ ہوتا بلکہ جتنی زیادہ
 سختی ان پر کی جاتی ترکیب اور زیادہ دوسرے بھرتی اور لوگ اور زیادہ ذوق و شوق سے
 اس میں حصہ لیتے۔

کچھ پچھنے تو یہ ایسا سبب تھا کہ جس نے پائیس کا خدائی خدمت گار بننے پر مجبور کر

ویا۔ جن لوگوں کو خدائی خدمت گاروں سے کوئی تعلق بھی نہیں تھا وہ جب حکومت کی
 بے رحمی اور انتقامی اور دایاں دیکھتے اور عزیز، اقارب، بھائی بندوں و درجہ داروں کی
 ہنر و تلی دیکھتے اور غم کی بے مددی، شک و دلی اور ہندو الخانیوں پر غم کرتے تو غم و
 غم سے دیوانے ہو جاتے درجہ داروں سے بھڑک کر پکڑا لیتے۔ اگر حکومت ایسے ہی
 ادا کیے متھیادوں پر اڑائی جائے تو ان سے ہم بھی خدائی خدمت گار ہیں۔ ہر پٹان خدائی خدمت گار
 ہے ہر قوم پرست اور مریت پسند انسان خدائی خدمت گار ہے۔ ایک یہاں تھا۔
 ایک ٹھکان تھا جو تھنے میں نہیں آتا تھا۔ حکومت کی ساری طاقت، سارا دور، ساری قوت
 ساری فوج اور پولیس اس کی بھی تحریک کو دیا نہ ملے۔ کچھ نہ ملے۔

یہاں تک کہ جہوں میں جگہ نہ رہی تو سیدہ کیوں اور یوں میں بھر کر شہر کے میلوں
 دوسرے جا کر پھرتے دیا جاتا، جہاں سے وہ بھاگے پیاسے پا پیادہ شہر آتے لیکن آتے
 ہی پھر اپنے نماز پر پہنچ جاتے۔

خدائی خدمت گاروں کی جھل جانے سے روکنے کے لیے تشدد کے ایسے طریقے
 ایجاد کئے گئے جو کسی کے تصور میں بھی نہ آسکتے ہوں۔ خدائی گاروں کو ہسپتالوں میں
 غلط، ایسے جاتے تھے بدن ملتی ریت پر لٹا دیا جاتا۔ پتھر ملی بڑا کواڑ کھینچا جاتا۔ یہ تو
 دھمک کے وہ ہر ایک طریقے تھے جن کی وجہ سے بی بیوں مریت پرست و جوان خدائی
 بن گئے۔

لیکن یہ پوچھنے تو صوبہ سرحد میں پھر بھی غیریت رہی۔ لیکن یہاں ہر جگہ ۱۹۴۷ء
 کو آل انڈیا کانگریس کے ریڈیویشن کی توثیق نہ بعد بھی برصغیر میں ہندو پر تحریک
 ہوتے رہے۔ اس کے برعکس ہندوستان میں دوسرے رنگ کے خدائی گاروں کو آل انڈیا کانگریس

نے ملکی آزادی اور صوبہ دستان چھوڑ دیا۔ زونیشن پالیسی اور عمران کے تمام دہا
 جیہوں میں ٹھونس دیئے گئے جس سے تہ ملک میں لڑا شروع ہو گئی۔ اس پر حکومت کی
 تشدد واذ پالیسی نے جاتی پستی کا کام کیا۔ یہ حکمت نوجوان حکومت سے آخری ٹکڑے کے
 بیٹے میدان میں کود پڑے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں دھکوں مریت بہارت انسان
 از دہی وطن کی شمع پر پروانوں کی طرح تھوڑے ہی عرصہ میں لال مسکراتے ہوئے
 سولی پر چڑھ گئے۔ ہزاروں نے قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں اور لاکھوں پولیس کی لکھوں
 اور ٹینکوں سے غارت ہوئے۔ جیلوں میں بھی رضا کاروں پر وہ مظالم مارے جاتے کہ
 پناہ مند۔۔۔ نہیں عزت و حق کی اہمیتیں دے کر معافی مانگنے پر مجبور کیا جاتا۔ انتہائی سخت
 مشقت لیا جاتی بات تسمات پر چڑھا جاتا۔ ٹوٹا کا انتہائی خراب دہی باقی۔ اور اکثر ان خوداک
 دہی باقی جو بالکل نا کافی ہوتی۔ اس سے قیدیوں کی سب سے پرہیز برا اثر پڑا۔ علاج معالجے
 کی یہ حالت تھی کہ یہاں قیدیوں کو ہسپتال کے پاس پھینک دیتے۔ جیسے انہیں طبی امداد پہنچاتا
 جیل میں مل کے خوف ہو۔

محمود سرحد کے عوامی رہنما مفتی۔ مدظلہ، بعد ازیں پورے ہندوستان میں ناقص غذا کی
 وجہ سے جیل میں دروز اور پورے کا شکار ہو گئے۔ اور حصول علاج نہ ہونے کی وجہ سے ان
 کی حالت ایسی بگڑی کہ وہ ہونے کے بجائے حالت سے زائد کے اور دو تین ہفتے بعد
 ملک کے اس جیل میں نے دائمی اہل کو لیک لیا۔

خود پناہ خانہ کو ایبٹ آباد کی قریب و قریب کو قریب میں لکھا گیا جو لکھنؤ
 کے ڈسٹرکٹ میں مشاہداتی دکان وہ تہا بہت اور کسی سے ملنے کی جہاں ابادت نہیں تھی ان
 سے کسی کلاس قیدیوں کا سا سلوک کیا جاتا۔ خوداک یہی دہی جاتی جس میں بیت اور کرتوت

وہاں شدید برف باری میں نہ صرف یہ کہ انہیں آگ کے بغیر ہی رہنا پڑا، بلکہ کبھی کبھی انہیں
 ریچھے لگے۔ اس تباہی بھائی ناقص غذا اور شدید سردی سے بچنے کی صورت نہ بننے
 سے وہ شدید طور پر بیمار ہو گئے لیکن انہیں طبی امداد تک نہ دی گئی۔

۱۹۴۵ء میں دوسری عالمی جنگ کا میلاد
باپا خان کی ایک تاریخی تقریر

گورنار، یا گیاں عام سائی میں باپا خان جی رہا ہو کہ ہر اکے توانان زکی کے ایک عظیم شان
 اجتماع میں جو آپ کے استقبال کے لئے آپ کے ہاؤس میں جمع ہوئے تھے۔ باپا خان نے صبح
 ذیل خیالات کا اظہار فرمایا:-

”جتنو اور جائیو! میں آپ لوگوں کی اس محبت کا جس کا اظہار آپ
 نے کیا ہے، شکریہ ادا کرتا ہوں اور خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں
 کہ اس کے فضل و کرم سے مہربانی سے ہمیں یہ ایک مدت کے بعد یہ ملے
 میں ہونے کا موقع دیا۔ پیارے بھائیو! میں ان تکالیف کو محسوس کرتا
 ہوں، جو میری جیل جہنم کے بعد آپ کو پہنچی ہیں، لیکن قوموں کی
 آزادی کی جدوجہد میں کبھی ہار نہیں ہوتی ہے کہ ان دی کی نعمت تکمیل
 اور مصیبتیں برداشت کیے بغیر نہیں ہو سکتی اور اس راہ میں مشکلات کو
 غم و پریشانی سے برداشت کرنا ضروری ہے۔ دور دراز قوموں پر آزادی کا
 کی مدد وہاں میں جتنی تکمیل اور مصیبتیں آئیں گے وہیں ہم نے اسی تک
 اتنی تکمیل نہیں نہیں اٹھائی ہیں تاہم ہم نے جس قدر قربانی دی ہے وہیں
 کی ہے۔ خدا کی نگرانی اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنی قربانی

سے زیادہ فائدہ پہنچایا ہے۔

آج ہیں آپ لوگوں سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ ہم یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ میں جو پوچھ کر دوں اس سے آپ لوگوں کو بے خبر رکھوں اور نہ میں اپنی باتوں کو آپ لوگوں سے چھپا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ باتیں یہ ہیں کہ آج کل ہر جگہ پارٹی بازیاب ہیں اور لوگ یہ باتیں کہتے مقرر آتے ہیں کہ ہم نے میں آزادی کا وعدہ کیا تھا مگر اب یہ کیا تھا یہ وہ آزادی نہیں مل گئی اگر نہیں تو یہ اعلان اب بھی قائم ہے یا واپس لے لیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعلان ہمارا نصب العین ہے اسے کسی طرح ترک نہیں کی جاسکتا یہ مستقام ہے۔ اور رہے گا جب تک کہ ہمیں آزادی کا مل کی نعمت حاصل نہ ہو۔ آزادی کے حصول کے لیے جو ہر دگرہ مرتبہ کیے جاتے ہیں ان میں عداوت کے مطابق تہذیبیاں ہوتی رہتی ہیں جیسے آپ لوگوں نے موجودہ جنگ میں دیکھا ہوگا۔ کہ گندسی، بلہائی اور جرمی جرمیوں نے کبھی سوچے آگے بڑھے اور کبھی پیچھے۔ لیکن اس کا مطلب نہ ہوتا تھا کہ وہ جنگ سے یا اپنے منہ مدد سے دست بردار ہو گئے۔ پس یہی حالت ہماری جنگ کی ہے کہ ہر تہذیبی اعلان یعنی مذہب، العین، وجود ہے البتہ پورا کام میں تبدیلی آگئی ہے۔ سب کام ہماری زندگی ہے۔ ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ قوم اور وطن کو آزادی کی دیہی سے ہمکنار کریں۔ جس طرح جو ہر تہذیبی اعلان کو فرطوں کی غلامی تسلیم نہیں کرتے۔ تھے آج بھی

نہیں تسلیم کرتے اس لیے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اس ملک کے عوام کی حکومت ہونی چاہیے۔ موجودہ حکومت ہماری مرضی کے خلاف ہے اور بدتر قائم ہے جو ملک جیوں سے رہا ہو کر آتے تھے ہیں ان کو بھی یہی کہتا تھا کہ باہر جا کر اپنی بددعہ جاری رکھنا ہی میں سب سے کہتا ہوں کہ آزادی کی جدوجہد اس وقت تک ہماری ہی چاہیے جب تک کہ ہم اپنی منزل مقصود پر نہ پہنچ جائیں۔

لیکھا اور مزید بات یہ ہے کہ میں آپ کو کھانا پکھانا ہوں کہ جنگ دو طرف سے لڑی جاتی ہے۔ ایک تشدد سے اور دوسری قدم تشدد سے یعنی صبر سے۔ تشدد کی جنگ میں فتح و شکست دونوں کا امکان ہے لیکن قدم تشدد کی جنگ میں شکست کا احتمال نہیں۔ اس میں ہمیشہ ہی فتح ہے تشدد سے قوموں میں نفرت اور بغض دیکھنا پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ دوسری اور تیسری جنگ کی صورت میں نکلا ہوتا ہے جس طرح ۱۹۱۷ء کی تشدد کی جنگ کے نتیجہ موجودہ خون ریز جنگ کی صورت میں نکلا ہوتا ہے لیکن قدم تشدد قوموں میں محبت پیدا کرتا ہے اور اس کا نتیجہ امن ہے اور عدم تشدد کی جنگ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں ہے یہ جنگ دہشت جو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے رسول اکرم نے نبی کی زندگی میں لڑی تھی۔ لیکن جو لوگ قدم تشدد کے اصول سے واقف ہیں۔ ان کو یہ غلط نہیں ہے کہ ہم کو شکست ہو گئی ہے لیکن حقیقت یہ نہیں کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم برباد شدہ زمینوں سے باہر آئے تو قوم

میں ہمدردی اور محبت کے جذبات کہیں قدر بڑھے ہوئے تھے۔
 ۱۹۳۲ء میں حکومت نے ہم پر جو ذات آمیز تشدد روا رکھا۔ اور
 مجھے ہب سے چھ سال کے لیے ہذا رکھا گیا۔ لیکن حکومت ہمارے
 جذبات کو نہ دبا سکی۔

ہم نے سلسلہ میں تیسری عدم تشدد کی جنگ لڑی اور ۱۹۴۵ء
 میں آپ دیکھتے ہیں کہ قوم میں جذبات محبت اور بھی زیادہ ہو گئے
 ہیں۔ میں تو آپ کے چہروں کو دیکھتا ہوں تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے
 کہ آپ میں ملک اور قوم کی ذات کا احساس پیدا ہو گیا ہے اور جب
 کسی قوم میں اپنی ذات کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ ذات کو دور
 کرنے کے لیے تیار ہو جائے تو پھر اس کو دنیا کی کوئی طاقت تشدد
 سے نہیں دبا سکتی۔ آخر جب جنگی ہمارے جائزہ مرتب کر رہے ہیں
 دبا کے تو پھر شکست کہاں ہوئی۔

تیسری بات یہ ہے کہ بعض لوگ ذہنیت کے قیام پر یقین ہوتے
 ہیں میں اس سلسلہ میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ جب میں جیل میں
 تھا تو میرے پاس کچھ ایسے سلسلہ میں آئے تھے تو میں نے ان سے
 یہ دیا حال میں دنیا تو ان کے نظریات پر مبنی ہے اس لیے کہ
 یہ ہمارے اعلان ہر تمبر سلسلہ کے خلاف ہے۔ میں جن کاموں میں
 لوگوں کا فائدہ نہیں دیکھتا اس کے متعلق جرأت کے ساتھ اپنی رائے
 کا اظہار کیا کرتا ہوں۔ میں جو قوم کی خدمت کرتا ہوں تو یہ کسی

معاوضے کے لئے برکھ نہیں کرتا۔ اگر مجھے آپ لوگوں نے اپنا بڑا
 جرنیل مقرر کیا ہے تو پھر میرا کام ہے کہ میں سلاہوں آپ کو بھلا
 کس بات میں ہے اور کس بات میں نہیں ہے۔ میں اگر وزارت سے
 اتفاق نہیں کرتا تو اس لئے کہ پرانا تجربہ ان کے خلاف ہے مجھے
 ابھی طرے یاد ہے کہ گذشتہ وزارت کے دنوں میں تجبیوں اکھبروں اور
 اور تحالوں میں آپ لوگ چلتے پھرتے نظر آتے تھے اور فرائی خدنگاروں
 نے نوابوں اور فرائوں کی جگہ سے لی تھی۔ اور سفارشوں پر قوم کی توجہ
 مرکوز ہو گئی تھی۔ اور جب ان کے مطالبات پورے نہ ہوتے تھے
 تو وہ ایسے پریچٹس لہ کرتے تھے کہ الامان والمہینہ۔۔۔ میں ایسی
 حکومت نہیں چاہتا۔ میں کو عوام کی خدمت کرنے کا اختیار ہماری
 مرضی کے مطابق نہ ہو۔ میں خدا کی مخلوق کی آزادانہ طور پر خدمت
 کر سکیں۔ میں حکومت کے لئے طاقت حاصل کرنا نہیں چاہتا بلکہ
 مخلوق کی خدمت کے لئے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ
 وزارت میں فرنگیوں نے وزارت سے تعاون نہیں کیا بلکہ اس
 کے سامنے طرف عرب کی شکایت پیدا کیں۔ اب بھی میں مئے ان کو
 یہ موقع دیا ہے کہ اگر موجودہ وزارت نے عوام کی خدمت نہ کی بلکہ
 فرنگیوں نے ان کے ساتھ تعاون نہ کیا تو میں اس کے لئے ذمہ داری
 قبول نہیں کروں گا۔

میں ہمیشہ آپ لوگوں سے دینی کہتا ہوں جس میں آپ لوگوں کا بھلا

ہو۔ دنیا کی تاریخوں تمام ابہامی قوتوں سے یہ ثابت ہے کہ جس قوم
 کے خالق حاصل کر کے مظلوموں کے غلاموں میں سے ایسے لوگ
 پیدا ہوئے جنہوں نے مظلوموں کے خلاف غزوہ بندی کیا اور اس کے
 تذاریف کے لئے میدان میں ڈٹ گئے۔ باوجود اس کے کہ ان میں طاقت
 تھی اور غلاموں کے حامی غور سے اور کمزور تھے۔ لیکن ہمیشہ حق کے
 مقابلے میں باطل کو شکست دینا ہی ان کی زندگی کا مقصد نہ ہو سکتا
 تھا۔ اور یہ بات نہیں کہ سچی جگہ چھوٹی جگہ تھی اس کے لئے کافی جگہ
 ہے۔ لیکن کس جگہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان میں غلام
 اور غلام ہو۔ محبت ہو۔ اتفاق ہو اور اس جگہ کے لوگوں کے
 اور اسے منظور اور ذاتی اثرات سے پاک ہوں۔ حق کے مقابلے میں
 صرف باطل کو شکست ہی ہوتی ہے بلکہ اس کے تمام ساتھیوں اور
 معاونوں کا نشان بھی غمگین ہستی سے مرث بایا کرتا ہے۔

اہل حق کی ہمت کو قرآن میں "حزب اللہ" و "غدا کی خدمت" قرار
 دیا ہے اور جو لوگ باطل کے طرفدار ہیں ان کو "حزب الشیطان" کے
 نام سے یاد کیا گیا ہے۔ پس جو ظالموں کو درست ہے وہ باطل کا دوست
 ہے اس کو شمار حزب الشیطان میں ہے جس وقت باطل کی تباہی
 ہوگی وہ اس کے ساتھ تباہ ہوگا۔ میرے دل میں خدا نے آپ کی
 محبت پیدا کی ہے کہ اگر آپ میری مخالفت بھی کریں تو یہ مخالفت
 بھی مجھے آپ کی خیر خواہی سے نہیں روک سکتی۔ اس لئے میں آپ

لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ میرا پیچہ دم کو پہنچا دو گنا باطل سے ملے گا۔
 جو ہلے۔ ہاں تباہ ہونے کو بتایا: یہ تو کہ تم سب ایک دوستی
 میں تباہ ہو جاؤ گے۔ میرے دل سے یہ بات کہتا ہوں کہ آپ
 میرے رفیق میرے دوست ہیں یا نہیں؟ آپ کی مرضی ہے۔
 میں کسی کو زبردستی اپنا ساتھی بنانا نہیں چاہتا میرے بچے میرا خدا
 کا بیٹا ہے۔ لیکن باطل سے ضرور ہٹا دیا جائے۔ اور اس کی دوستی
 سے باز آجائے۔ جسے اس بات سے انتہائی ڈر کو پہنچتا ہے کہ ہمارے
 بعض بھائی ہم سے اپنے آپ کو جدا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ
 نہیں ہے۔ جلد حقیقت یہ ہے کہ تمام بھائی قوم ایک ہی، آپ
 کی اولاد ہے۔ ان کا نام اور خوشی ایک ہے۔ ہم سب ایک ملک
 کے رہنے والے ہیں۔ اور ہمارا حق و نقصان ایک ہے۔ ایسی حالت
 میں ہم ایک دوسرے سے کس عرصہ جدا ہو سکتے ہیں۔ میں کسی کو
 اپنے سے جدا نہیں سمجھتا۔ اس لیے جو لوگ ہم سے اپنے آپ کو جدا
 سمجھتے ہیں ان کو بھی اس مسئلے پر غور و فکر کرنا چاہیئے اور میری باتوں
 کو غور سے سننا چاہیئے :

دوسری جنگ عظیم دنیا سے اپنے جوتیاں تیں سے کرنازل ہوئی۔ ان
 میں بھوک اور قحط ہندوستان کے کچھ حصے میں لڑا۔ جنگ کے اختتام پر

بہار کا دورہ

۱۹۴۷ء میں بہار و بنگال میں خوفناک قحط پھوٹ پڑا۔ لوگ دانے دانے کو ترسے
 گئے۔ بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرنے لگے۔ ہیٹ لی آئن سمجھانے کے لیے مائیکن پکس کو

بھائی بہنوں کو، شوہر بیویوں کو اور دوست عزیزوں کو اپنے دوستوں کو اپنے پر مجبور ہو گئیں اور
 طرف ایک حشر ہوا تھا، سارا ملک ایک دم آؤڑتے مریض کی طرح کراہ رہا تھا۔

ایک دھڑکی کوٹشٹوں کے بعد کہیں جا کر قحط کا زور ڈھکنا تو دبا نہیں پھوٹ پڑی۔
 جو لوگ قحط سے بچ گئے وہ وباؤں کی تذر ہو گئے اور مہرب و باؤں پر قابو پایا۔ تو
 نواکھی رہا حال سے فرقہ وارانہ فساد کی آگ دہی بھڑکی کہ بہار کو بھی اپنی پیٹھ میں لے
 لیا اور اس طرح اس مہرب کا آخری الم ناک باب ختم ہوا۔

بہار کے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی داستانیں ہندوستان کے دوسرے حصوں
 میں پہنچیں تو تمام سیاسی جماعتوں نے ان کی مدد کے لیے اپنے رضاکاروں اور کارکن
 بھیجے۔

محبوبہ محمدیہ سب سے پہلے ہاجا خان خدائی خدمت گاروں کا ایکسپریس
 دستے لے کر جا پہنچے۔ اس کے بعد سولہ ایک اور خاکسار جماعت نے بھی اپنے رضاکاروں
 کے دستے بھیجے۔ جنہوں نے وہاں قابل قدر خدمات انجام دیں۔

ہاجا خان نے بہار پہنچتے ہی سارے صوبے کا دورہ زما شروع کیا ایک ایک
 گاؤں میں پایادو پہنچے اور دھکی لوگوں کو ہر طرف کی امداد پہنچائی۔ انہیں موت کے چٹل
 سے نکال کر نئی زندگی سے ہمکنار کیا۔ اور اپنے قریبی دورے کے دوران میں انہوں نے
 ہزاروں لاکھوں قیمتی انسانی جانوں کو نجات دلائی۔

مسلم لیگ کا آغاز

لیگ وزارت کا قیام اور شرکت

پشاور شہر کے وہ پرانے سیاسی کارکن جو کانگریس سے بعض اختلافات کی بنا پر مختلف اوقات میں علیحدہ ہوتے رہے۔ اب تک کسی باقاعدہ تنظیم میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ اگست ۱۹۳۲ء میں انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کی دعوت پر پہلی دفعہ بہان مسلم لیگ کی تشکیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ مرزا سلیم خان کے مکان پر ایک غیر رسمی میٹنگ ہوئی جہاں جس میں مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت کی۔ سردار اورنگ زبیر خان، میاں ضیاء الدین خان، حاجی عبدالجبار، اللہ بخش یوسفی، رحیم بخش خزنوی، مرزا سلیم خان۔ اس جلسہ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی اور کرمہ، ابریشہ، گلستانہ اس کا پہلا جلسہ کیا گیا۔ جس میں اللہ بخش یوسفی اور رحیم بخش خزنوی نے تقریریں کیں۔

۱۹۳۴ء کے جنرل الیکشن میں کانگریس کی حیثیت سے دعوت کے الیکشن ڈی لیگس مسلم لیگ ہی اس حیثیت میں نہیں تھی۔ اس لیے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کسی نے الیکشن لڑنے کی جرأت نہیں کی۔ بہان تک کہ سردار عبدالرب خان نشترا اور پیر بخش خان کو قائد اعظم نے خود پیش کش کی لیکن انہوں نے پیش کش ٹھکرا دی اور آزاد امیدوار کے طور پر مقابلہ کیا۔ اور عبدالعزیز سوم خان سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے جو کانگریس ٹکٹ پر کھڑے ہوئے تھے۔ صوبہ میں الیکشن کو قریب کانگریس کے حق میں شان دار رہا۔ اور ۱۹۳۵ء میں کانگریس کی یہاں وزارت عمل میں آئی جو ۱۹۳۷ء میں مستعفی رہی۔

۱۹۴۹ء میں سرحد کانگریس وزارت آل انڈیا کانگریس کے فیصلے کے مطابق مستغنی ہو گئی۔

لیکن ۱۹۴۲ء میں سوہاں گوندہ ماچہ رہا کیونکہ اکثریت کانگریس پارٹی کی تھی اور اس کی موجودگی میں دھرمی کوئی پارٹی وزارت بنانے کا خواب نہیں دیکھ سکتی تھی۔

ہر تقریباً ۱۹۴۲ء میں سرحد کانگریس کمیٹی نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے مکمل انداز کے ریڈریشن کی توثیق کرتے ہوئے سربے میں سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز کیا۔ حکومت نے کانگریس رہنماؤں کی گرفتاریاں شروع کیں۔ اس سلسلہ میں دس کانگریسی ایم ایل اے بھی گرفتار کر لیے گئے۔

اس وقت مسلم لیگ کا اصرار سرحد میں کافی بڑھ چکا تھا۔ اور اس کی بھارتی حکومت کو بہت سے وقت شناس لوگ جو پہلے مسلم لیگ میں شامل ہوتا اپنی توہین خیال کرتے تھے انہوں نے قائد اعظم کے پہلی بار پشاور آنے پر ان کے بار بار جانے پر بھی ان سے ملنا نہ کوازا کیا۔ اب مسلم لیگ کے نئے سادھار فضا دیکھ کر اس میں شامل ہو چکے تھے۔

دس کانگریسی ایم ایل اے گرفتار ہوئے تو مسلم لیگ بڑھا اور صوبہ سرحد کے اولین مسلم لیگی سربراہان ملک ذیب خان نے گوندہ سرحد سے مل کر سرحد میں مسلم لیگ وزارت بنانے کے لئے تمام دود و شریعت کر دی۔ اور حکومت بھی بیرونی دنیا پر یہ ثابت کرنے کے چہرے کو سامان بحیثیت قوم کانگریس سے الگ ہیں مسلم لیگ سے بھڑکتے ہوئے مضامند ہو گئی۔ اور اس میں تقریباً ۱۹۴۲ء میں صوبہ سرحد میں پہلی مسلم لیگ وزارت قائم ہو دیں آئی۔ جس کی تشکیل یہ تھی۔

سربراہ ملک ذیب خان وزیر اعلیٰ

سربراہ عہد لارپ نشتہ وزیر خزانہ

سرور اجیت سنگھ
نشین جہان خان
وزیر صحت
وزیر تعلیم

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ سرور مہدارب خان فشر وزارت کی تشکیل سے ایک دن پہلے تک مسلم لیگ کے سخت مخالفت تھے۔ لیکن راتوں رات سوجھ بوجھ کے بعد انھیں روز وہ سب سے بڑے مسلم لیگ تھے۔

یہ وزارت برقی سلسلہ تک یا بالفاظ دیگر اس وقت تک قائم رہی جب تک کانگریسی رہنما جیلوں میں تھے اور ان کی رہائی کے ساتھ ہی قدرتی طور پر ٹوٹ گئی۔ کیونکہ یہ کانگریس کے دوسرے ایسے ایسے رہنما جو چلے گئے اور ایمان میں کانگریس پارٹی کی اکثریت تھی۔ اس لیے گورنر کی دعوت پر ڈاکٹر خان صاحب نے ہمیشہ وزیر داخلہ کے برقی سلسلہ میں دوسری مرتبہ صوبہ جدید میں وائس وزارت کی ایک دور رسجا اور جو شے برعین قیام پاکستان تک قائم رہی۔

مسلم لیگ وزارت کے دوران میں چشتی سے کانگریس کی سول ناویشانی کی تحریکوں پر فحش اور عدالتی عدالتوں پر حکومت بے پناہ مخالف توڑی تھی۔ اس لیے انہوں نے مسلم لیگ وزارت کو اس کا ذمہ دار متعین اور اسے بدنام کیا۔

ان ہی دنوں شہنشاہ میں پشاور میں قائد اعظم کی مدد سے کافی ہوا بھی ہوا کر دی ان کو ایسا شاندار تاجی استقبال کیا گیا جس کی مثال بہت دیر تک رہی ہے۔

دوسری سیاسی جماعتیں

خلافت کیلئے، انگریز کمیٹی، نوجوان بھارت سمیت، مسلم لیگ عوامی لیگ اور تحریک العلماء کے علاوہ عورتوں، برید میں، تانہ فوج جن دوسری مشہور کسبہ کاری جماعتوں نے حتی المقدور خدمات انجام دیں ان کو یہاں مختصر سا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مجلس احرار
 ۱۹۲۲ء میں مہتمم پشاور مجلس احرار کی شاخ قائم کی گئی۔ جس کے صدر مولانا عبد القیوم پانڈی اور سیکرٹری نیکر عبد العزیز چغتائی مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ ضلع ہزارہ میں بھی مولانا محمد طالت کی کن قلمک اشتغالات سے اس جماعت نے کافی ترقیت حاصل کی۔ پشاور اور ہزارہ میں مجلس احرار نے بعض ایسے ایسے اجتماع چکے جن میں سید محمد اللہ شاہ بخاری اور دوسرے مشہور معراری رہنماؤں نے شرکت کی۔ کٹیر کی ایجنٹیشن میں اس نے کافی دھڑ پایا اور مسجد شہید لعل کی تحریک میں اس کی شہرت کو خاصا نقصان پہنچا۔ اس وقت پشاور میں اس کے رہنما مولانا عبد القیوم پانڈی اور مولانا نور الحق نور ہیں۔

خواجہ غایت اللہ مشرقی نے سرحدی دہشت ترک کرنے کے لیے ملے دنڈ
 خاکسار
 ہیں خاکسار جماعت کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں پشاور اور اس کی تعلیم شروع کی۔ سب سے پہلے یہاں اس تحریک میں میاں محمد شاہ بیرشرز، میاں محمد صاحب صاحب، شجاع الدین خانمی وغیرہ شامل ہوئے۔ یہ تعداد روزوں تک جا پہنچی۔ بنیاد پر تحریک تھی۔ لیکن اس کو انجام پر، انمول مال، ہزار ہزاروں میں انگریزوں نے اسے پھٹنے کا فیصلہ کیا۔ مذکورہ شاخ

نے ۴۱۳ء شاہکاروں کا جھٹکا کر لیا۔ حکومت نے ان کی نقل و حرکت اور پیر پر پابندی لگا رکھی تھی۔ یہ جھٹکالاہور میں ماسی کرتا ہوا تھا۔ اس پہلے مدد خانہ فارنگ کی گئی۔ کئی فوجوان شہید ہوئے۔ جن میں اکثر عورتیں مردوں کے سمیٹے داسے تھے۔ بعد میں اس تحریک نے اسلام آباد اور حال ہی میں موٹری مشینوں کی حکومت اختیار کر لی ہے۔

بہامت اسلامی ۱۲۵۰ھ میں بہامت اسلامی کا کل بندہ جتان پٹھانوں میں ہوا۔ جس میں صوبہ سرحد سے مرث ۱۱۰۰ افراد شریک ہوئے۔ ان میں سے آٹھ لوگ بنیالیہ جن کے نام ہیں۔ مونا فضل مہسود، سہی الملوک، مولانا جدت اور سلیم جلال الدین، تاج محمد، پورہ، اکبر شاہ، اندام باب، نعمت اللہ۔۔۔ اس وقت سرحد میں پہلی بار بہامت اسلامی کی بنیاد پڑی۔ یہ مختلف اوقات میں بہامت کے عظیم الشان سالانہ اجتماعات ہوا کرتے جن میں امیر بہامت مونا ابوالفتحی مودودی نے بھی شرکت کی۔ ابھی تک ان کے ارکان کی تعداد وہاں پر ۳۰۰ سے زیادہ نہیں۔ اس لیے کہ میرپن کے لیے انہوں نے بہت اونچا معیار مقرر کر رکھا ہے۔ اس بہامت کے بھتیجے ایک سو تیس قوم و قارت میں قید و بند کی تکفیں بھی نہیں۔ یہ لوگ خاموش مزان ملک ہم کرنے میں مشغول ہیں۔

پشاور پولیس کا نفرنس یہ تیجی کا نفرنس ۱۲۰۰، ۱۲۰۰، ۱۲۰۰ اور ۱۲۰۰ میں منعقد ہوا۔

۱۲۰۰ میں منعقد ہوا۔ اس وقت صوبہ میں دو بارہ کانفرنس وزارت میں چلی تھی۔ اس سے کانفرنس کے نتیجے میں کافی سہولتیں میسر آئیں۔ شاہی بارہ کے وسیع وسیع علاقے میں نفوذ عظیم کیا گیا۔ جس کے چاروں طرف انقلابی لہر لگنے لگی۔ افغان نگر میں داخلہ کے لیے دو خوب صورت مرکزیں بنائی گئیں۔ ایک سترہ پورہ کی آمد و رفت

کے لئے تھی اور دوسری رضا کاروں کے لئے۔

لشکر پر ایک ہزار فوجی لیٹوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ اور جیسے جیسے میں ایک کھانسی کے لئے کھانسی تھی۔ پر میں کبھی میں چوس، پوٹوں کے لئے کھانسی کی کارروائی میں حصہ لینے کے لئے تمام ہولیتوں موجود تھیں۔ لڑائی کو چھوڑوں، نکالیں کاتھری چھنڈوں، موتوں کی لڑائیوں اور جنگی کے فتنوں سے آہستہ و سیرت کیا گیا تھا۔ ایسی کے ذہن وہ دماغ سے ہر مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، بابا جی انان اور مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی قیادت اور تقریباً ملکی ہائی تھیں۔ ایسی کے بائیں طرف مہران استقبالیہ کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ اور سامنے رت ہزار کارکنوں کے لئے ایک کھیری بنو ہوئی تھی۔ دائیں طرف فدائی فدرت گارڈوں، عظیم الشان لیمپ تھا۔ جس میں سارے صوبہ کے رضا کار باوجود ہی موجود تھے۔ اس کے قریب ہی اچھا خان کاخیمہ تھا۔ جس کے باہر کانٹوں کا تھکا ہوا بندھن تھا۔ اس کے دائیں بائیں سالار خان اور بدایونیٹ سیکرٹریوں کے ٹیمے تھے۔ لیمپ کے وسیع میدان میں ہمارے نیچے فدائی فدرت گارڈوں کی رائٹس کے لئے بنائے گئے تھے۔

عظیم الشان دشوکت، انی دھج، دیس انتظامات اور اپنی جگہ گیر افادی حیثیت کے اعتبار سے یہ کانفرنس اپنی مثال آپ تھی۔ یہاں تک کہ مہاراجاں کے بڑے بڑے رہنماؤں کو صرف کناہنہ کہ آں اٹھایا کانگریس کے سالانہ اجلاس میں ہی آئی تھیں۔ یہاں خوب صورت ہتھال اور اتنا دل نگر دوستی دیکھ میں نہیں آیا اور اس تمام کامیابی کا سہرا پشاور کے کانگریسی کارکنوں کے سر تھا جنہوں نے اس مقصد کے لیے رات دن ایک کر دیا۔

اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ سول، افریقی کی قریب کے بعد سرحد کانگریس میں جو مارغنی جیسو پیدا ہو چکا تھا اسے ختم کیا جائے۔ اور صوبہ کے تمام سیاسی

لایکھنوں کو جمع کر کے ان میں نئی روت چوٹی جاسے اس کے بعد وہ ہندوستان کی موجودہ صورت حال، کانگریس کے پروگرام، ورپن اور قومی عادت پر غور و خوض کیا جائے۔ اس کانفرنس میں صوبہ سرحد کے ناکساروں، سٹوڈنٹس یونین اور موجودہ بھارت سمیت کے علاوہ پنجاب کی سرسٹلٹ پارٹی، کیونسٹ پارٹی، کماچ پارٹی اور بمبئی کی سٹوڈنٹس ڈیڑریشن کے طلباء نے بھی حصہ لیا اور ان کا بیاب بنانے کے لئے حتی المقدور کوشش کی۔

۱۲ اپریل کی رات کانفرنس کے بعد ڈاکٹر سید محمود بخولا بانی ڈیپارٹمنٹ کے میرا پشاور شہر کے یٹن پر پینچہ ہمالیہ رازوں رضا کاروں اور لکھوں عوام نے ان کا استقبال کیا، اور ایک شاندار جلوس نکلا جو رات سے شہر کا چکر لگا کر افغان ٹرین میں آکر ختم ہوا۔ شہر کو پوری طرح سجایا گیا تھا، اور جگہ جگہ خوبصورت دروازے بنائے گئے تھے۔ بھی میں سے مولانا عبدالرحیم پوپڑی ٹیٹ، فز انٹان ٹیٹ، جلیٹ سٹوڈنٹ، ڈاکٹر سید محمود ٹیٹ، سید اکبر شہید ٹیٹ، جو اسرار ٹیٹ، اور آغا ڈاکٹر ٹیٹ قابل ذکر ہیں۔ ۱۲ اپریل سارے آندھے شب کانفرنس کی کارروائی شروع ہوئی۔ ابتدا میں چند حریت افروزہ نظمیں پڑھی گئیں۔ بعد میں مجلس استقبالیہ کے جنرل سیکرٹری سید قائم شاہ وکیل نے ہندوستان کے مقتدر رہنماؤں کے موصول شدہ بیانات پڑھ کر سنائے۔ جس میں جہانگیر خان، جی بلبل ہند، سراجی، ڈاکٹر ڈاکٹر حسین، مولانا حسین احمد علی، ابو لکھری سنگھ، سردار سنگھ سنگھ، مولانا احمد سید اور دیگر اکابرین ملت کے پیغام شامل تھے۔ اس کے بعد علی گان سردار مجلس استقبالیہ نے خطبہ استقبالیہ پڑھا جس میں سرپرست کی غنیمت اور ان کی چند قابل فراموش بھلیاں پیش کرنے کے بعد بتایا کہ یہاں کے لوگوں

تھے ابتدا میں سے مات کی جگہ آن دی میں بڑے بڑے کو حشر یا ہر وقت پر کسی قسم کی قربانی سے
 دریغ نہ کی۔ اور بر خالوی سامراج کے غم و تشدد اور قاتل کا ہمیشہ نشانہ بنے۔ انہوں نے
 مزید تپا لیا کہ اس آڑ سے وقت میں جب انگریزوں نے ہندی جمہوریت کو بالکل کچلنے
 کا تہیہ کر لیا تھا۔ مسک اکابرین کی مرد جبری نے انہیں کانگریس سے ہٹنے پر مجبور کیا۔ اور اس طرح ان
 کی سیاسی زندگی ایک نیا باب شروع ہو گیا۔ انہوں نے کہا سنگھ سے پہلے ہانا مسو بہ
 سرزمین سے آئیں تبت۔ قادیان ایک ایسی سرزمین اور محض رہنماؤں کو کششوں و مسلسل قربانیوں
 نے ہیں اس سستی سے نکالنا اور انگریزوں کو مجبور کر دیا کہ وہ یہاں اصلاحات نافذ کر کے
 اسے دوسرے مسو بہوں کے برابر کا درجہ دیں۔

انہوں نے آگے بڑھا کر بتایا کہ یہ سول مافرن کی تحریکیں ہندی مذمت فارم
 پر کیا ایک انقلاب برپا کرے گئے۔ لیکن ان پانچاخان کے بتائے ہوئے دم تشدد کے مسو بہوں پر
 سختی سے نوازے گئے۔ اور ہر قسم کے سائب جھینے پر بھی سزا سے موت تک نہ کی۔ انہوں نے
 کہا حکومت نے رضا کاروں کو اشتعال دلانے کے لیے پنے تمام مسو بہے استعمال کر دیے۔ مرن
 میں پر امن عوام پر گولی چلائی۔ پش دہریں۔ تمام دواں دواںوں نے اپنے رونا۔ سید اکبر خان کو
 لاشوں سے مار مار کر شہید کر دیا۔ یہ سب باتیں ٹنڈے سے ٹنڈے دل دواخان کے لوگوں کو
 بھی مشتعل کرنے کے لیے کافی ہیں لیکن پانچاخان جیسے ہڈیاں اور تیز طبیعت لوگوں کا ان سنا
 میں جی جی من رہا اسی غم و تشدد کی تعلیم کا محور ہے۔ جو پانچاخان نے انہیں دی ہے اسی
 کل دن نے اپنے نچھوہرے استقبالیہ کے آئینے میں کہا کہ یہی تاریخ کا یہ نہایت بڑا دور ہے۔
 ابھی تک ہمارے دل دواخان پر سلگتا ہے۔ اقدت ہر شے اور وہ زمانہ ابھی مرن نہیں
 ہوئے جو نہیں اس دور و جد میں اٹھنے پڑے۔ اس نے علاوہ بھی کیا۔ ہم ہر وقت سے

رہا جیلوں میں ہیں اور سارے ملک کی غریب بیماریوں کا لقرض پر مٹی ہیں کہ ہم اپنے اہم
فیصلوں سے ان کی رہنمائی کریں۔

اس کے بعد ہندو متیرم خان پر مشتمل لقرض کی وزارت کے لئے ڈاکٹر سید محمود کو نام
تجزیہ کیا جس کی تائید حکیم عبدالملک نے دی تھی۔

صاحب صدر نے اپنی عداوتی تقریر میں اہل ہند کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا کہ کس
طرح شرع میں ہندوستان واسے اور خصوصاً ہندو پٹھانوں کو تھاکہ کران سے ڈستے تھے۔
لیکن باپا خان نے یہ غیریت دھند کی دھچکے چند رسوں میں اہل سرحد کی بے نظیر قربانیوں سے
انہیں تمام ہندوستان کے لوگ عزت و احترام کی غرض سے دیکھتے ہیں اور انہیں اپنا بھائی اور
دوست مانتے سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا آج مجھے اس پر تعجب نہیں کہ پٹھان مشہور کے دلی
بے ہوئے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلا فیلڈ شورش و سوانی قادیان ایک پٹھان ہی تھا جس
نے ملک میں سب سے پہلے مشہور کا پوچھا تھا۔ آپ نے سارا تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا
کہ ان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری قزاقیاں رائگاں گئیں۔ ان کا نام نہیں ملے گا۔ اور ہندو
ملے گا۔ غرض میں آپ نے ڈاکٹر خان صاحب سے کہا کہ انہوں نے یہاں دوبارہ ڈاکٹر
وزارت بنائی ہے تو انہیں کوئی کام نہیں کر کے دکھانا چاہیے۔ سب سے پہلے صوبہ کے
غریب اور مزدور طبقہ کی حالت سنواری چاہیے پھر یہاں کے پسماندہ لوگوں کی تعلیم پر توجہ
دینی چاہیے۔

۲۲ اپریل کو دوسری نشست میں سب سے پہلے ایک قرارداد کے ذریعہ مولانا جلیلی
پوپلزئی، آغا گل پوشتا، حکیم آزاد، مہاراجہ ریشاٹی، سید اکبر خان، سید احمد اور کاہدار خان
کی بے وقت موت پر اخبارات میں شہادت کی گئی۔ ان شہیدوں کو مزاحیہ تھیں ان کی گائیاں جنہوں

مے آزادی دین کے لیے جا شہادت نوش کیا۔

اس کے بعد پانچاخان نے اپنی تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

”جنگ آزادی کے لیے ہمارا پروگرام وہی ہے جو پیش تھا۔ اگر اس میں

کوئی تبدیلی آئی ہے تو اس میں خدائی خدمت گاروں کا قصور نہیں۔

بلکہ قوم کا قصور ہے۔ جس نے پوری قربانی نہیں دی۔ چربی خدائی خدمت

گاروں کے جوتا بایاں دی ہیں وہ انہیں اپنی منزل کے قریب سے

اٹائی ہیں۔ اگر آپ کے میری بات مانی جوتی ہے۔ تاہم قوم کی

جی مدد کی جوتی تو آج ہم اپنے پروگرام میں کاہلیاں ہوتے۔ ہماری

خدا کی کاہلیاں ہے۔ اس ملک کی خدمت محض خدائی خدمت گاروں

نے نہیں کرنی نہ ہی۔ نہ صرف خدائی خدمت گاروں کا ہے جو

ملک کا ہے، بلکہ ہر سب کا ہے تو اس کی خدمت آپ کیوں نہ کریں۔

میں پانڈیٹ کی آدمی نہیں ہوں میں انقلابی آدمی ہوں۔ جو لوگ میرے

ساتھ ہیں، بستہ ہیں۔ وہ میرے خیالات سے اچھی طرح واقف ہیں جو

لوگ جیلوں سے رہا ہوئے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ آگاہی کے لئے

میں نہیں ہیں۔ کہہ چکے ہیں کہ سب سے خدمت گار ہی ہندو ہیں۔

میں یہ بھی نہ ہوں کہ آپ سے صرف آواز بھی نہ ملے گی۔ آپ کو نکالیں

بھارت میں ہیں۔ تاہم ان سے غرض نہیں ہوتا میں تو ملی آدمی ہوں اور

مل سے غرض ہوتا ہوں کہی لوگ۔ بے آپ کو بزرگ اور بڑے نام کہتے

ہیں۔ ان قوم کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتے۔ آج تک میں نے کچھ نہیں

جکی میں اور کئی طرح کی باتیں ہو رہی ہیں۔ لیکن ہمارا وہی نصب العین ہے
جو پہلے تھا۔ اب میرا پروگرام یہ ہے کہ آپ میں جو ایسی پیدا ہو چکی ہے
اسے بعد کو وہ کام آئندہ میں شکرت اور سلام کی گانام میں نہیں۔

جو لوگ میرے ساتھ رہے ہیں وہ ہر وقت ہیں کہ وزارت نہ تو ایک طرف ہے
میں تو ایک شے کے بھی خلاف تھا۔ آخر ملک کے دوران میں ایک شے کی کیا
مزدت۔ بے شک ہیں میں جب میں نے آپ کی دہائی اور فتح دیکھے
تو میں اس وقت سمجھ گیا کہ آپ وزارت چاہتے ہیں۔ وہ اس میں آپ تیل
کی نڈکی سے تنگ آئے تھے۔ میں اس وقت آپ کی نیت تارگی۔
میرے سامنے بھی ایسی نہیں ہوتی میں سمجھا ہوں وزارت میں اتنی طاقت
نہیں کہ دو ملک اور قوم کی خدمت کر سکے اس لیے اس سے یہ اعتداف
ہے اور اسی لیے میں اس کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

جو لوگ ہیں وہ باہر تھے اور جن کا حق و پارٹنری پروگرام ہے۔
انہوں نے مجھے کہا کہ اس سے ہم حرم کو کچھ نہ کچھ ناکام پنہا سکتے ہیں۔
جو میں نے خدا کی خدمت میں اس لیے میں نے کہا اگر تم اس میں قوم
کی بھائی بھتی ہو تو میں تم سے کہتا ہوں۔ وہاں نہیں بننا چاہتا۔
نہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے کہتے ہیں کہ باہا خان ہم جو کچھ کرتے ہیں آپ کے
پتے کرتے ہیں۔ لیکن میں اس کے پتے کرتا ہوں۔ میرے پتے کوئی کام
کرتا ہے تو اصل نہ کہ اسے اگر آپ خدا کے پتے کہتے ہیں تو میں میں
جو کچھ کتابوں خدا کے پتے کتابوں۔ میرا اس پر ہرسان نہیں۔

میں نے انوار، قلم کے رفیعہ دور کرنے کے لیے قبال میں دفن بھیجا۔
 لیکن اسے گرفتار کیا گیا ہے نہیں مجھ سکتا۔ کہ اس میں حکومت کو بااختیار
 ہے میں دعوت دیتا ہوں کہ حکومت پاکستان سے یہ مسئلہ حل کرنا چاہیے
 ہے نہ ہم اسے اپنے تعاون پیش کرتے ہیں۔ اگر میری قید پر عمل کیا جائے
 تو تھوڑے ہی عرصہ میں وہ لوگ جنہیں ہندوستان کا دشمن سمجھا جاتا ہے
 ہندوستان کے دوست کہلا جائیں گے۔

باچا خان کے بعد بیرون بنال زبانی، بابا مونس شاہ، مفتی ضیاء الحسن، عبدالصمد خان
 اہلوانی، غیر محمد بنالی، مولانا داؤد غزنوی، مولانا محمد احمد، علیم عبدالجلیل ندوی نے تقریریں کیں۔
 ۲۳ اپریل کو میونسپل کونسل میں امیر محمد خان پانڈیٹ نے ایک سٹیج پر
 پیش کیا جس میں سرکاری حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان پر برہمنی کا سلسلہ بدلتا جائے
 اس کے بعد پیر شہنشاہ، غلام غفران دین، شری مٹی امر کوہ، چوہدری محمد شفیع، مہر چند کھنہ
 تقریریں کیں۔ ان کے بعد شیخ عبداللہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا:-

"میں آپ کے سامنے صرف کشمیر کی فوجی نہیں کرتا، بلکہ ہندوستان کی
 ۵۰۰ ریاستوں کی فوجی کرتا ہوں۔ انگریزوں نے ہندوستان کو دو حصوں
 میں تقسیم کر رکھا ہے ایک ریاستی ہندوستان دوسرا برٹش انڈیا۔
 ریاستی ہندوستان میں اگر ڈیڑھ ملین اور سکھ بڑے ہیں ہندو
 خانی لاہور ہی نہیں بلکہ دہلی ہمارے چکر کے دو پاؤں میں بیٹھے
 رہتے ہیں جہاں اب آل انڈیا کانگریس کا تعلق ہے وہاں گاؤں یا کانگریس
 لگتی ہے کہ ریاستی لوگ اپنی قیمت آپ بنائیں۔ ہم ان کے معاملہ میں

دغل دینا نہیں چاہتے ہیں ریاستوں کے۔ اور وہ جانتے ہیں کہ لوگ ہندوستان کے
معاہدات سے بچا نہیں جاسکتا۔ ہندوؤں کی غلامی کو اپنی غلامی سمجھتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر سید محمود امجد القادر خان کے معلم و فضل اور
مذاہمت و قربانیوں کو جانتے ہوئے بھی سختی سے جانتے ہیں کہ ہندوستان
کے مسلمان انہیں بھگوان نہیں سمجھتے بلکہ پھر انہیں بھگوان سمجھتے ہیں۔ ہندو
نہیں جانتے ہیں کہ ہندو جو دھرم کے پیچھے لگا ہوا ہے، جو نہ علم
و فضل نہ قربانی میں ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی جب محمد علی جناح
کوئی آزاد اختیارات سے کہہ رہے ہیں مسلمانوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھتی ہیں۔
جب تک کہ باقیں آپ نہیں سوچیں گے کہ کیا یہی شکل ہے جہان کی بڑی
شب غلبہ تو اسے ہٹا دیں۔ یہ ہے تو اسے اچھا کہیں؟

انہیں تو کہہ دیجئے کہ اللہ کی تقریر کو ہم تسلیم کر دیتے ہوئے کہا۔
یہ نہیں چاہتے کہ ہندوؤں کی شہریت ان کی ہمت کو لوٹ کر ان کو خود غلامی
کہ آخر مسلمانوں میں وہ روز بروز کیوں مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔ انہوں
نے کہا ہندوؤں کو بھائی پرست سے اس ملک میں رہنا چاہیے۔
اور آزادی کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ ہندوستان حق نہیں ہوں
گے کہ وہ مسلمانوں کو مرنے کی کوشش کریں نہ ہی مسلمانوں کو آسانی سے
مٹ سکتے ہیں۔ اگر ہندوؤں کے ایسی ہیرو قوتوں کی تو مسلمان بڑی تعداد
میں ان کا مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے ہندوؤں کو ہندوؤں کے ہندوؤں کے
تو نہیں کہہ سکے۔ انہوں نے انہوں کے ہندوؤں کی توجہ دیکھ کر کہہ دیا

مردانہ اور عورتانہ ہیں۔ لیکن ایسا واقعی مسلمانوں کے
 لئے یہ سب نہیں ہے۔ میں جتنی کتابوں کو کانگریس کے اہلکاروں
 کی زبان سے سنایا ہے ان کے عقائد ایک ایک ایک ایسا عقیدہ ہے کہ ہندی زبانیں
 لکھ لیں۔ ہندوؤں کے پاس اتنا دھرم بھی نہیں جس سے وہ جلد انصار
 بنیں۔ مولانا ابوالفتح آزاد یا مجھے مزید کہیں۔ اگر کوئی دوسرا اہلکار آئے
 کے حوالہ کے لئے ہر تو ہم اس میں جاننے کے لئے تیار ہیں۔

صاحبِ صدر کی تقریر کے ساتھ ہی سہرا پریل کی ٹیم کو یہ تیار کرنی پڑی کہ جو
 لئی کانگریس کے حوالہ میں غرض سے نکال دیاں مشاہیر اور محرمات کا ہتمام
 بھی کیا گیا مشاہیر اور آزاد کے منتظر نمائندہ عام مرحوم تھے۔ جو تحریک کے بہت بڑے رہنما
 اور مشہور شخصیات تھے۔

سرمد اس کے دس کانگریسیوں کے
صوبہ سرحد میں کانگریس کے زوال کے اسباب | جیوں سے باہر تھے ہی اور سبھی میں

دورانہ کانگریس وادارہ کی تشکیل کی گئی۔ اس وادارہ میں ایک وزیر ہر چند ملتہ بھی پایا۔
 جو یہ تعصب ہندو تھا وہ ہمیشہ وہاں سبائی کر دے اور ہر بار ہر دست مکتہ میں رہا تھا۔ اس کے
 کانگریس وادارہ کے متعلق لوگوں میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

اور مخالفین کو اعتراض کر کے

ان کا زیادہ موقع دے۔

اس سے کچھ عرصہ پہلے کانگریس صاحب کے ایک سیکرٹریٹ کنزرویٹو متعلق
 سے اپنی لڑکی کو سول سروس کرنے کی ہدایت دے دیا۔ یہ بات کانگریس کے مسلمان رہنماؤں

کو سنت ناگوار گذری اور ابھاب جہد وغیرہ جیسے شخص اور دیرینہ کارکن۔ وہ ان کے بعض ساتھی
 شخص اس اختلاف کی بنا پر جماعت سے الگ ہو گئے اور بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے
 علاوہ ان کے باطل ایک نئی جماعت تھی۔ لیکن نمایاں نہ تھی۔ لیکن ان کے ساتھ سے لیکن ان کے ساتھ سے
 خوب فائدہ اٹھا۔

مسئلہ میں ملتی ہیں آل انڈیا کانگریس کے سالانہ اجلاس میں کانگریس کے مسئلوں
 کے حق و باطل اور اس کی ایک قرارداد پیش کرنے کی خواہش کی ہر ایک جماعت کے بعض کانگریسی
 مسلمان رہنا اور عام کنجی اس قرارداد کے حق میں تھے لیکن یہ ایک دور کے بدیر قرارداد
 اس دور میں پیش کرنے کی اجازت حاصل کر کے کانگریس کے مسئلوں میں پیش کرنے کے لئے
 آئے تو ملت میں ایک ہنگامہ ہو گیا۔ اور قرارداد پیش نہ کی جاسکی اس واقعہ سے ان لوگوں
 کو بڑا شاق ہوا۔ اور اب اس سے واپسی پر وہ کانگریس سے علیحدہ ہو کر مسلم لیگ میں آ گئے
 جن میں پشاور کے مشہور سیاسی کارکن اب انجمن برقی امداد کے ساتھی بھی شامل تھے۔

کانگریس وزارت بننے کے ساتھ ہی کانگریس کارکنوں اور رضا کاروں نے اپنی مجلس
 اس کے لئے وقف کر دیں کہ اپنی وزارت سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھایا جائے۔ موجودہ کے
 ہزاروں لاکھوں خدائی خدمت گاروں میں سے ہر ایک کو ہی چاہئے۔ اسے اپنی قربانیوں کا
 کچھ نہ کچھ حصہ دیا۔ مگر چاہئے۔ بھلا یہ ہے کہ ان سب کو خوش کرنا اور ان کی خواہش پوری کرنا
 وزارت کے لئے ہیں۔ اور ان کو نہیں تھا۔ نتیجہ کے طور پر بہت سے لوگ کامیاب ہو کر رہ گئے
 ایک ہو گئے۔ اور بعض تو مسلم کد نماضیوں میں چلے گئے۔ بعض نے جاوید جہاد میں شرکت
 شروع کر دی۔ اور جنہوں نے کچھ لا وہ بھی سبب نہ کہہ سکتے ہیں جنہوں نے ان کے لئے بیکار ہو گئے۔
 پانچ خان کی دور بین غور کو یہ تمام باتیں چہے ہی سے نظر آ رہی ہیں اور اس

یہ وہ اصول وزارت کے حق میں نہیں تھے۔ چنانچہ وہی ہو جس کی انہوں نے مشین لکھی
کی تھی یعنی تحریک کو صنعت پتیا اور یہ سواہ فی ہینکا پڑا۔

ان سب سے بڑا کریم کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں بعض متعصب ہندوؤں نے مسلمانوں
سے متقابل ہاں دے ماسلوک شروع کر دیا۔ اور ان کے مانڈانہ رویہ نے مسلمانوں کو بہت تک
کانگریس سے بدگمان کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہندوستان میں ہندو بہانے مسلمانوں کی مخالفت
بہت کرماندہ رخصت و منافرت ہو گئی۔ وہ یقیناً جو مسلمانوں کے درمیان ایک
تقابل برپا ہو چکا ہے۔ ملک میں بڑا بڑا ہندو مسلک فسادات ہونے لگے۔ اور روز بروز
وہ ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے۔

شدھی اور شمشان کی تقریروں نے سامے ملک کی فضا میں ذوق عامانہ نہر پیدا دیا اور
بعض تنگ منہ افراد فرقہ پرست ہندوؤں نے مسلمانوں کے مذہب اور ان کے پیشواؤں کے
خوف دل آلود کیا ہیں۔ ان میں سے اتحادی کا ایسا نامور پیدا کر دیا جس کا علاقہ
ناممکن تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ان تمام باتوں میں انگریز حکمرانوں کا ہاتھ تھا۔ انہوں نے ایک
سوچی سمجھی ہونی پالیسی کے مطابق بعض خود غرض لوگوں کو آزاد کار بنا کر سندھ و اٹال
کو ہواد کی اور ہندوستان میں متمدن قومیت کے نظریے کو بے کام بنانے میں کوئی
کسر اٹھانہ رکھی۔

لیکن ان لوگوں کی فرد گزاشتوں اور بعض ذمہ دار ہندو لیڈروں کی غلط روی سے بھی
انکار نہیں کیا جاسکتا جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ مسلمان ہندوؤں سے بڑا بڑا ہوتے گئے اور
کانگریس سے بالکل مسلم لیگ کی طرف مائل ہوتے گئے اور مسلم لیگ روز بروز مضبوط ہوتی

گئی۔ مسلمانوں کی فائدہ جماعت بنی گئی اور پاکستان کا مطالبہ زور پکڑا لیا اور آخری مطالبہ اتنی بے ٹیری اختیار کر گیا کہ ہندوستان کی تقسیم کو کسی قیمت پر منظور کرنے والی کانفرنس طغوت کو بھی سکھایا کہ اس مطالبہ کو تسلیم کرنا چڑا اور قیام پاکستان کا منصوبہ جسے دیوانہ و سحاب کہا جاتا تھا آخر ایک اعلیٰ حقیقت بن کر سامنے آیا۔

۲۴ جون ۱۹۴۷ء شہرہ میں باپانان
باپانان پر پنجاب میں داخل ہونے کی ممانعت

ہوسٹے تو انک کے ہٹی پر پولیس نے آپ کو ساتھ چھوڑ دیا۔ میں اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے کی اجازت نہ دی۔ اور آپ کو پولیس کی مرست میں کوٹ پختا پائی جہاں سے ایرسٹبل بھی دیا گیا۔ حالانکہ ان دنوں موہن مہر میں انکس وزارت قائم تھی۔ اور حکومت کو آپ کی جماعت کو تعاون حاصل تھا۔ مندرجہ ذیل بیان آپ نے ۲۴ جون کو ایسوسی ایٹ پریس کو دیا جس میں اپنی حراست کی داستان خود ہی پوری تفصیل سے بیان کی ہے۔

’’ انک پر میرے ساتھ جو سوک بڑا ہے۔ اس کے لئے ڈسٹرکٹ میجرٹ اور انک کی پولیس ذمہ دار ہے۔ میرا قلعہ ارادہ نہ تھا کہ پنجاب گورنمنٹ کی خواہش کے خلاف کسی پہلے میں تقریر کروں بیساکہ میں نے ڈسٹرکٹ میجرٹ انک کے اس نوٹس کے جواب میں لکھا تھا جس کی تیسل عمر سے لائی گئی تھی۔ لیکن میں کسی ایسے حکم کی تعمیل کے لئے تیار نہ تھا جس کا مقصد مجھے ایک چار من شہری کی حیثیت میں اپنے دوستوں کے وفات کرنے کے حق سے بھی محروم کرنا ہو۔

جب میں انک کے ہٹی کے قریب پہنچا تو مجھے ایک حکم اقامی دیا گیا

جو میں نے دستخط کر کے واپس کر دیا۔ اور پٹلی پارک کے جوب پنجاب کی
 مدد میں پہنچا تو مجھے پھر وہی نوٹس دکھایا گیا۔ وہاں کچھ پولیس افسر جو
 ایک گاڑی میں سوار تھے میری طرف بٹے اور مٹیر نے لو کہا جوب میری
 گاڑی کھڑی ہو گئی تو ایک پولیس افسر نے کہا کہ اگر ڈیوٹی ٹورس نے ب اور
 جی بی تو گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس پر میں اپنی گاڑی سے اتر پڑا، اور پیڈل
 کیبل پر کی طرف روانہ ہوا۔ اور ایک دھڑکت کے سامنے تلے اپنا
 بستر لگا دیا چونکہ تھکا ہوا تھا۔ جلد ہی سو گیا، آٹھ گھنٹے تو بھوکا اور پیاسا
 تھا۔ میں سکیم پولیس افسروں سے کہا کہ وہ میرے لیے کھانے کا انتظام
 کریں۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ آپ زیرِ حراست ہیں اس لیے
 ہم کھانے کا بندوبست نہیں کر سکتے۔ جب میں نے کہا کہ میں قرضی
 کھانے میں کھانے کے لیے جا چاہتا ہوں۔ تو مجھے وہاں جانے سے
 بھی روک دیا گیا۔

اتنے میں ایک ساؤ ٹائپل میرے پاس آ کر اور بولا کہ بٹے خوش
 نصیب ہیں کہ آپ کے دشمن نصیب ہوئے۔ اس پر میں نے میڈاں
 ہو کر کہا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ مجھ پر رائفلوں اور گولیوں کے استعمال
 کرنے والے گروہ کے آدمی میں میرا دشمن کرنے آئے ہیں۔ اس کے
 غصے کی دیر بعد میں نے ایک پورٹن افسر کو اپنی طرف آتے دیکھیں جو
 پنجابی بولتا تھا۔ وہ مجھے سسٹینڈ سے جانتا تھا جوب کہ وہ چار سڑک
 میں تھا۔ راجد اب میرے ساتھ تھیں انہوں نے شرم میں کہا تھا،

میں نے اسے کہا کہ میرا کوڑا دوست لاکوئی واردہ نہیں بشرطیکہ آپ مجھے شک نہ کریں۔ لیکن آپ نے اذیت معقول رو بہ اختیار کیا تو میں کسی غراب نیچے ہاؤس دار نہیں جب اس نے میری بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ تو مجھے مجبوراً عدالتی خدمت گاروں کو بلانا پڑا مگر ان کے دہاں پنپنے سے پہلے ایک اور یونین انسر نے جو شاید ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھا مجھے اکر کہا کہ آپ گرفتار کیئے گئے ہیں۔

میں خوش تھا کہ سب جیل میں لچر کیلئے کوڑے مارا اور آرام بھی میسر ہوا کریں یہ دیکھ کر میرا دل روگیا تو مجھے خوش حال گزار کی حرکت سے بھایا جا رہا تھا۔ مات کے۔ اچھے ہوں گے جب ہم جند پنپے اس وقت مور کی روشنی فیل ہو گئی اور اس سے آگے سے کہ کوئی حادثہ پیش نہ آئے گا یہیں کھڑی کر دی گئی۔ اور پولیس انسر لکھنا لکھنا سے مجھے بھی ہڈوں نے ایک چھاتی دی جو میں نے بڑھ کے ساتھ لکھائی۔

مات کے ایک نیچے ہم خوش حال گڑھ کے بل پر پہنچے یہاں میں نے سرحدی پولیس کے ساتھ ہڈی میں مات کافی سب میں انا د تھا۔ صبح کی نماز کے بعد میں نے عدالتی خدمت گاروں کے ساتھ جلسہ سمجھائی۔ اور ہڈی ٹوٹنے کیسبل پور کرنا چونکہ میرے پاس کوئی پیسہ نہ تھا اس لیے میں نے ٹکٹ نہ خریدا اور اس کے ساتھ ہی میلہ خیال بھی تھا کہ چوڑا گورڈنٹ مجھے یہاں میری مرضی کے خلاف لائی تھی اس لیے نصیر بٹ آباد حالت مزید کہ وہ لگی یہاں میں جا پہنچا تھا۔ جب یہاں کیسبل پور پنپا۔ تو

پولیس نے مجھے ایک فرمی دے دی میں بٹھایا اور سب سے پہلے انکی جہاں
مجھے سہ ہمدی پولیس کے حوالے کر دیا۔ جیسے میں کوئی بد معاش تھا اس سے
بعد مجھے راکر دیا گیا۔

اسی سال ۱۹۹۹ء ستمبر ۱۹ کو آپ نے دوبارہ وطن ہزارہ کے دورے کا ارمان کیا اور
ملاقات چیمبر کے پٹھان جانیوں سے ملاقات کا پروگرام بتایا اس کے لئے آپ نے تعمیل موہانی
کے کچھ خدائی خدمت گاروں کو روانہ بھیجا کہ ان لوگوں کو باجیا خان کی آمد کی اطلاع دیں کہ سب
لوگ ایک جگہ جمع ہوں تاکہ باجیا خان کو ان سے ملنے میں آسانی ہو۔ آپ نے اس کے ساتھ
ہی، ہایت میں کر دی کہ آپ وہاں کسی جیسے میں تقریر دینا نہیں کریں گے۔ یہ دھڑواہی کو
پیارا سدا ہی میں ڈپٹی کمشنر کیسیل پر کی طرف سے آپ سے ایک نوٹس کی تعمیل کرائی گئی۔ کہ
آپ ایک کے ضمن میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اسی شام کو آپ ہٹاؤ رکٹے اور دوسری صبح
ایم محمد خان، علی گل خان اور محمد امین بان کے ہمراہ موٹر میں رٹاؤ ہوئے ایک کے چل پر
حسب سابق پولیس نے نہیں روک لیا۔ لطف یہ کہ انہیں روکنے والی سرحد پولیس تھی۔
حالانکہ سرحد میں گاڑیوں کی وزارت و سر اقدار تھی۔ چنانچہ سب ادھر آکر ٹھہر گئے کہ ان کے
بعد سہ ہمدی پولیس نے انہیں جیلے دیا تو اسے پنجاب پولیس نے روک لیا اور گرفتار کر کے
پیسے کی حرت نوٹس میں گرفتار کر کے اور وہاں سے رٹاؤ کر دیا۔

کشمیر نیشنل کانفرنس | شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی صدارت میں ۲۱ اگست ۱۹۹۹ء کو
بقا۔ نوپور کشمیر نیشنل کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں باجیا

خان نے شرکت کی۔ اس سے پہلے سن ۱۹۹۸ء میں جی کشمیر نیشنل کانفرنس میں پٹھان بھٹے
تھے۔ اس وفد کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے کشمیر کے لوگوں کو بتایا کہ کشمیر نیشنل کانفرنس

کے قیام سے پہلے کشمیر کی حالت کتنی بہتر تھی۔ یحییٰ بن علی کا نفرنس کے قیام کے بعد گذشتہ
سور برسوں میں شیخ عبداللہ کی مسلسل جدوجہد نے کشمیر کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔

اس کا نفرنس میں پنڈت نرو بھی شریک ہوئے، باہر سے آئے ہوئے تمام مہاؤں کا
دربانی مہوس نکالا گیا۔ لیکن دودھ حکومت نے اپنے ذریعہ بھگتوں کے ذریعے ان کے خلاف
شدید مظاہرے کرانے اور مظاہرین کے اس مہوس پر ٹکسہ بازی بھی کی۔

اس سنگ باری پر باہا خان نے ناراض ہونے کے بجائے خوشی کا اظہار کیا اور کہا
شکر ہے کہ کشمیریوں جیسی مردہ قوم میں اتنی جرأت تو پیدا ہوئی کہ وہ پتھر بھانسنے کے قابل
ہوئے درندہ باں سپاہی تحریکوں سے پہلے تو بیرونی دلوں کی صورت دیکھ کر ہی گور
جاتے تھے۔

اس سنگ باری سے پنڈت نرو اور شیخ عبداللہ کو کچھ زخم بھی آئے تھے۔ اور پنڈت
نرو نے اپنی تقریریں دودھ حکومت کی اس ذلیل اور گھٹیا حرکت کی مذمت کرتے ہوئے کہا تھا۔

کشمیری بھائیو! شیخ عبداللہ نے تمہیں نئی زندگی

دی ہے خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ایسا

یاد دیا جو تمہارے سینے دنیا کی برحالت سے گرو

پینے کو تیار ہے۔ دودھ حکومت نے تمہاری دیر

کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تو یہیں بس کی

بہشتوں سے آج چرخہ گزرنے لگا ہے یہیں

نظر آ رہے جو یہیں غلوں سے لڑنے میں

قد زنی اور حکومت کے ہاتھوں ایک کرتی

اسی شخص کی مخالفت کر رہے ہو تو تمہارا بچا دوست

بھی ہے اور دشمن بھی۔

یہ الفاظ اسی پنڈت ہندو کے ہیں جس نے ہندوستان کی حکومت نبھانے کے بعد
لڈلٹھ آڈپکس سے ذمہ داری کثیر پر وہی ڈوڑو مانج سکتا کر رکھا ہے بلکہ اپنے پرانے ساتھی
اور کشمیریوں کے بچے دوست دشمن کہہ رہا ہے۔

پاکستان کے منعمت باپان کی زبان کی پانی کا ضروری فیصلہ

کہنے سے۔ تو جنوں میں پراڈشل کانگریس پارٹی کی ایک تاریخ میٹنگ ہوئی جس میں میٹنگ
پیش خا کہ پاکستان جس سے قیام کے امکانات اب صاف نظر آ رہے ہیں اگر مستقبل
قرب میں قائم ہو جائے تو خدا کی خدمت کا رہمت اور کانگریس کا رقیہ کیا ہو چاہیے
بہت سے ایسے لوگ جو قیام پاکستان کے بعد کلم لیگ میں شامل ہو کر بڑے بڑے کڑوی
عہدوں پر پہنچے۔ اس وقت کانگریس اور خدائی خدمت کا تحریک سے وابستہ تھے۔ اور
پاکستان کے سخت مخالف تھے اس میں کسی میں یہ لوگ یہ تجویز پیش کرنے میں پیش
تھے کہ ہمیں آزاد قبائلی علاقے میں ہجرت کر جانا چاہیے اور وہاں قبائل کو اس کے پاکستان
پر حملہ کر کے اسے ختم کر دینا چاہیے۔ لیکن باپا خان نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی
اور کہا ہم صرف ملک کی آزادی چاہتے تھے وہ خواہ کسی صورت میں بھی ملے ہیں اسے
بحول کر لینا چاہیے۔ اس پر اس گروپ کے باپا خان کی شدید مخالفت کی۔ اور اپنی
اسی بات پر اڑے رہے کہ پاکستان کے خلاف بغاوت کرنی چاہیے۔ آخر باپا خان
اس میں کسی میں یہ تجویز پاس کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ ہمیں خاموشی سے عداوت کا

بائزہ لینا چاہیئے اور چیز جانہ دار رو کر دیکھنا چاہیئے کہ پروہ غیب سے کیا ظہور میں
 آتا ہے اور اس کے بعد حالات کے مطابق سوچ سمجھ کر وہ رستہ اختیار کرنا چاہیئے جو
 مناسب و موزوں ہو اور ملک اور قوم کے لیے مفید ہو۔ باپا خان نے کہا اگر پاکستان
 میں کیا ترقی پاک ہے ہم اپنی اصلاحی تحریک عذائی خدمت کا۔ کو چلائیں گے اور
 رستہ سے قریب نہیں کریں گے۔

تعلف بہ کہ پاکستان بنتے ہی وہی لوگ جو اس وقت پاکستان کی مخالفت میں سب
 سے آگے تھے اور بغاوت کرنے پر تھے ہونے سے پاکستان کے دوست بن گئے اور
 وزارتیں، عمارتیں، عمارتیں کر نہیں اور دوسروں پر پاکستان دشمنی کا الزام لگاتے ہوئے انہیں
 ذمہ شرم نہ آئی۔

قیام پاکستان

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

خانم س اور سٹلم لیگ بین وقتے کی کوشش

۱۹۴۹ء میں جب دوسری عالمی جنگ ختم ہوئی تھی

اپنی حیثیت میں سے لیا۔ اور شہر نے تمام چھوٹے

پھولنے والی لاکھ پر قبضہ کر لیا۔ بعد اپنی قوم تو یہ اہمیت کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور رات

دن کی ٹوٹ ٹاک بہاؤ سے منہ نہ کر سکی۔ اور وہیں سے وہیں کو اپنی قوم کی حالت نظر آنے لگی

وہ بوجھ گئے۔ اور انہوں نے ہندوستانی قوم کے شعور کی عزت سے فخر کرتے ہوئے

فرہستہ بن کر ہندوستان کی بددیت کی۔ کہ ہندوستانی مخالفوں کے کھاتے کی آئی عبارت ہے کہ

پہلا نمبر ستمبر ۱۹۴۷ء کو دہلی کے ہندو قوم پر گندمی بی اور قائد اعظم محمد علی جناح نے

یکے بعد دیگرے دہلی سے فوجیں لیں گندمی بی نے اس وقت کے ہندو ملک میں ہونے کی

لہذا کوئی پر اپنی رہنمائی کا اہتمام کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس آڑے وقت میں انگریزوں کو گندمی کے قہر

کو قیامت بگھتے ہوئے تمام خلیات اسے سنبھالیں گے۔ لیکن دہلی کے قہر کے خلاف

کی فائزگی کے واسطے کوئٹہم نہ کرتے ہوئے ہندوستان کی تمام بیاض جہالتوں کے مہاذوں کو فرداً
فرداً بھڑایا۔ اور ان سے اس سلسلہ میں تباہی مچائی گئی۔ یہ طاقتیں وسط ایشیاء پر شکست جاری ہیں۔ اس کے
بعد انہوں نے لائڈس میں بی۔ او۔ قائمہ اعظم کو خصوصی طور پر گفت و شنید کے لیے بلایا۔ تاکہ ان سے
بھڑوت کرنے اور جنگ میں امداد حاصل کرنے کے متعلق کوئی بات نہ ہو جائے۔ لیکن یہ سب یہ دونوں
رہتا کسی نتیجے پر نہ پہنچے۔ تو لائڈس نے انہیں دوبارہ ان کی بہت سی کردہ باتوں کی نگرانی کے بعد ان کی
متحدہ بھڑوت کی شرائط پیش کریں۔

سب یہ دونوں رہتا مرچوں کو بیٹھے۔ لائڈس میں بی۔ او۔ قائمہ اعظم کو پیش کیا۔ اس
میں مندرجہ ذیل شرائط تھیں۔

ہندوستان اس شرط پر برطانیہ کو جنگ میں مدد دیتے
ہے کہ برطانیہ کو جنگ کے اختتام پر ہندوستان کا
مکمل طور پر آزاد کر دے۔ اور تمام حیدریت مندرجہ
کو سوپ دے۔

نیز انہوں نے اس سلسلہ میں تحریر کیا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا۔ کہ مسلمانوں کے حقوق کا
حفظ کیا جائے۔ اور مسلم لیگ کو مسلمانوں کی لائڈس بھڑوت تسلیم ہو جائے۔ اور وہ حق طو۔ پر اس بات
کا اظہار کیا جائے۔ کہ آزاد ہندوستان کا تمام حکومت مسلم لیگ کے مشورہ کے بغیر نہیں بنایا جائے
گا۔ لائڈس میں کو قائمہ اعظم کا یہ شرائط مقدمہ نہیں تھیں۔ اس لیے کہ اگر وہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی
قائدہ ہمت تسلیم کر لیتے تو لائڈس کی حیثیت ہندو جہالت کی رہ جاتی۔ اس طرح ایک طرف سے
کونین جہالت ہونے کا دھوکہ دیا جاتا تھا۔ تو دوسری طرف ٹیٹل مسلمان اس سے بگڑ جاتے
کہ وہ تمام عزتیں لائڈس میں مسلمانوں کے لائڈس کی حیثیت میں رہتے۔ اور پیش بہ قربانیاں

دینے کے بعد اٹھ ایک کوسٹاؤں کی نائندہ جہت تسلیم کرنے سے نفی و مسکراؤں کی حیثیت پیش
کے لئے ختم ہو جاتی۔ اور یہ ایک بڑا سیما و حد تھا۔

قائد اعظم ایسے بے پناہ انسان تھے گاؤں کے لئے ایسی شکل پیدا کر دی تھی کہ جسے
جہاں تاج مذہبی، جہاں برہمن، مولانا ابو، کلام کزاد اور باپا جتان ویسے دانشور، کانگریسی، جہاں بھی مل گئے
سے قمار تھے۔ قائد اعظم اپنی بات پر اڑے تھے۔ عادات و واقعات نے بھی خوش قسمتی سے ان کا
ساقہ دیا۔ انگریز ساری کی انتشار پسندانہ پالیسی بھی مہربان ہوئی۔ دو قوموں کا نظریہ تقویت حاصل
کرتا تھا۔ مسلمانوں کی حریت میں برقی گئی۔ اور قائد اعظم روز بروز اپنے مطالبے پر لڑا
زیادہ سختی اور زیادہ غصہ بولی اور بات قدمی سے جیسے ریت یہاں تک کہ گاندھی جی اور دوسرے
کانگریسی زعماء کی قائد اعظم سے بھڑکے کے سلسلے میں تمام تر کشمکشیں جیسے عادات ہوئیں بعد ازاں آخری
مرحلے پر آپہنچا تھا۔ انگریز ہندوستان کو آبادی دینے پر رخصتا منڈ ہو چکا تھا۔ یوں دو ملک کی باگ
دور صرف کانگریس کے ہاتھوں میں دینے کو تیار نہیں تھا۔ وہ مسلمانوں کی اکثریت کی نائندہ
جماعت مان چکا تھا۔ اور کانگریس سے یہ بات منوانے کے لئے اسے کلمہ ایک سے بھڑک کر گھٹنے کا آخری
موقع دست بردار تھا۔

گاندھی جی نے نائندہ جہت سے بھڑک کر گھٹنے کی بات کو کشمکشیں کیں۔ یوں وہ اپنے مطالبات سے
ایک لکھ اور دھڑکنے کوڑ نہیں تھے۔ جہاں تک گاندھی جی تھا۔ ہر کدوس ہو گئے۔ کچا پوچھے تو نہیں
مکھ یک کوسٹاؤں کی نائندہ جماعت، نئے میں ہی قابل تھا۔ لیکن ان کی راہ میں نفی و شکست مل رہی تھی۔
ان کے سینے ٹھکان تھا کہ وہ نہ جڑے ان جہاں تک رہتے۔ وقت نڈا لڑ رہی۔

پہنچا۔ اب یہ دونوں جہاں کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تو دونوں نے اپنی جہت و مفاد ٹھکانا پیش کر دیں۔
قائد اعظم کی شرائط یہ تھیں۔

۱۔ مسکریٹ کو منسوخ کیا جائے۔

۲۔ مسلم لیگ کے بغیر حکومت میں کوئی اقدام نہ ہو۔

۳۔ مسلم لیگ کو کانٹوں کی مانند حمایت نہیں دیا جائے۔

۴۔ ہندوستانی تاج بھائی ملک کے غوث احمد زکی جائیں۔

۵۔ انجمن کی آزادی کا اعلان کیا جائے۔

ان تمام شرائط کا بغور مطالعہ کر کے بعد ان کے ذمہ داری نے مطالبات کو ایک سرسبز کر دینے

اور قائد اعظم کے مطالبات میں تمام کے تمام منظور نہ کیے جس کی وجہ سے مسلم لیگ نے سیاست جنگ میں داخل

دینے سے انکار کر دیا۔ تو سری حیات انجمن نے بھی عدم تعاون کا فیصلہ کیا۔ اور سابقہ انجمنوں کی تجویز پر

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں ملک کی تمام انجمنوں کی وزارتیں متنازعہ رہیں۔

کانٹوں کے حقوق کے متعلق ہوتے ہیں مسلم لیگ نے حکومت سے عدم تعاون کا فیصلہ کرنے سے باوجود

وزارت سائنس کی جگہ شروع کر دی۔ اور انجمنوں کو انجمن اہل کی اقداری کے بعد وہ چند صوبوں میں اپنی وزارتوں

کے قیام میں کامیاب ہو گئی۔

مسلم لیگ نے ہندو اکثریتی والے پنجاب، اڑیسہ، بنگالہ، اور بھارت کے دوسرے

۱۔ ہندو اکثریتی والے کے لیے کانٹوں کو بھجوا دیا۔

۲۔ ہندو اکثریتی والے کے لیے

۳۔ ہندو اکثریتی والے کے لیے ہندو اکثریتی والے کے لیے

۴۔ مسکریٹ کے لیے یہ انتخاب دیا۔ جس میں ہندو اکثریتی والے کے لیے

ہندو اکثریتی والے کے لیے

۵۔ اڈولفی منور نے دے دی۔

۶۔ مسلمانوں پر ناجائز ٹیکس لگانے۔

۷۔ مسابہد کی بجائے وحشی کی بجائی۔

۸۔ وہ ہندو جو مسلمانوں کے تقویٰ میں ماٹوڑ تھے، مار کر دیئے گئے

انگریزی دلاؤتوں کے متعلق ہونے پر شکم ایک نے ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو یوم بھارت منایا۔

۱۱۔ مارچ ۱۹۴۷ء کو دہلی میں شکم ایک کا چھوٹا سا گھر، جس میں تھا کہ ہندوستان کے

شکم ایک کی بیٹا اور کارکن بھی تھے۔ اس جگہ میں سب سے پہلے خط پاکستان کی وضاحت کی گئی کہ

یہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ان علاقوں کو پاکستان کا نام دیا جائے۔ اور یہ علاقے مسلمانوں کے

حوالے کر دینے جائیں۔ اس اجلاس میں قرارداد پاکستان پاس کی گئی۔ اور اعلان کیا گیا کہ مسلمان اس کے

سوا اور کسی چیز پر برکھ نہ ہوں گے۔

۱۲۔ اگلے بعد شکم ایک اور کانگریس میں کھینچی برکھ گئی۔ اور دونوں جہاتوں کے رہنما اپنے

جلسوں میں شکم ایک کو دوسرے کی فحاشت کو نہ لگے۔ جو بعد اپنے لگے اور الزامات مانتے لگے

۱۳۔ ۱۹۴۷ء میں کانگریس نے ہندوستان ایک شہر کی کونسل قائم کی۔ جس کا کانگریس کو شکم ایک

دونوں نے ہائیڈرکٹ کیا۔

۱۴۔ ۱۹۴۷ء میں سرگرمی کی قیادت میں ایک وفد حکومت ہندوستان کی طرف سے ہندوستان

کی تقسیم، ستودہ سے کرپاں مار دیا۔ اس موقع پر بھی سوچی سمجھی ہو رہا تھا کہ کانگریس نے

(QUIT INDIA) "ہندوستان سے نکل جاؤ" کا یہ فیصلہ ہوش چاہا کیا، اور ہر گشت

۱۵۔ ۱۹۴۷ء کو کانگریس نے ہندوستان کو ایک شہر کی شکل دے دیا۔

۱۶۔ ۱۹۴۷ء میں کانگریس میں جیل میں شہید ہوا۔ جس کی بنا پر نہیں مارا گیا۔ اس

وفد کانگریس میں نے ہر قلمی فحاشت لڑ کر مجبوتہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پرکھ ثابت ہوئی۔

شملہ کانفرنس

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ۱۹۴۵ء میں لاہور ویول ہندوستان کے
 وائسرائے بن کر آئے۔ اور اپنے ساتھ کچھ نئی تجاویز بھی لائے۔ جون سنگھ
 میں تمام کانگریسی رہنماؤں کو رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد وائسرائے نے شملہ میں کانگریسی اور مسلم لیگ کے
 کی ایک کانفرنس طلب کی جس میں کانگریس کی طرف سے گاندھی جی، جواہر لال نہرو، باپا جی، مولانا
 ابوالکلام آزاد، راج گوبال چدریہ اور راجندر پرنس نے شرکت کی۔ اور مسلم لیگ کی جانب سے
 قائد اعظم، یگانہ علی خان، سردار محمد یوسف، حسین شہید سہروردی، حسین امام اور سر غلام حسین
 شامل ہوئے۔ ان کے علاوہ سکون اور جمہورتوں کے ایک ایک نمائندے کو بھی بلوایا گیا۔

شملہ کانفرنس میں کانگریس اور مسلم لیگ کے بھوتے کی آخری کشمکش کی گئی اور کوئی صورت
 بن نہ پڑی۔ تو وائسرائے نے تجویز پیش کی کہ سرکار میں ایک نمائندہ حکومت بنائی جائے جس میں
 پانچ ہندو، پانچ مسلمان، ایک سکھ، ایک پارسی اور ایک جمہورت نمائندہ شامل ہوں گے۔
 قائد اعظم نے تجویز منظور کرتے ہوئے کہا کہ پانچ مسلمان نمائندے شملہ ہی ہوں۔

کانگریس نے مطالبہ کیا کہ پانچ مسلمان نمائندوں میں سے چار مسلم لیگ اور ایک کانگریسی مسلمان ہوں
 قائد اعظم اپنی ہمت پر قائم رہے۔ اور کانگریس کا اصرار منظور کر دیا۔ چنانچہ کانفرنس بھی ناکام
 ختم ہوئی۔

اب قائد اعظم نے کو ایک اور اعلان کیا۔ یہ کہ ان کی پہلی کے انتخابات کا معاہدہ ہمارے
 لیے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اور ہر شملہ میں انتخابات ہوں گے۔ کانگریس کو ایک کے قریب کوئی
 خوش گوار نہ رہا۔

ان ہی دنوں حکومت برطانیہ نے ہندوستان کے سیاسی مسائل کو حل کرنے اور دلائل نمائندہ
 حکومت کو انتخابات سونپنے کے لیے تین نمبروں کا ایک وفد بھیجا۔ جو لاہور، شملہ، کانفرنس، فروری ۱۹۴۷ء

شملہ کانفرنس

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ۱۹۴۵ء میں لارڈ ویل ہندوستان کے نائب سربراہ بن گئے۔ اور اپنے ساتھ کچھ نئی جماعتیں بھی لے گئے۔ جون سشنز میں تمام کانگریسی رہنماؤں کو رٹا کر دیا گیا۔ اس کے بعد دائرے نے شاملہ کانگریسیوں کو مسلم لیگ کے ایک کانفرنس طلب کی۔ جس میں کانگریس کی طرف سے محمد امجد علی جواہر لعل نہرو، باچا خان مولانا ابوالکلام آزاد، راج گوپال اچاریہ اور راجندر پرشاد نے شرکت کی۔ اور مسلم لیگ کی جانب سے قائد اعظم، لیاقت علی خان، امروہو عبدالوہاب نشتر، حسین شہید شہرہ دہلوی، حسین امام اور سر محمد حسین شامل ہوئے۔ ان کے حوالہ دہ ملکوں اور جماعتوں کے ایک ایک نائب سے کو بھی بلایا گیا۔

شملہ کانفرنس میں کانگریس و مسلم لیگ کے بھوت کی آخری کوشش کی گئی اور کئی صورتیں بن گئیں۔ تو دائرے نے تجویز پیش کی کہ مرکز میں ایک نانہ حکومت بنائی جائے۔ جس میں پانچ ہندو، پانچ مسلمان، ایک سکھ، ایک پارسی، ایک اہموت، قائد و شامل ہوں گے۔

قائد اعظم نے یہ تجویز منظور کرتے ہوئے کہا کہ یہ پانچ مسلمان قائد سے سکھ لگی ہوں۔

کانگریس نے معاہدہ کیا کہ پانچ مسلمان قائدوں میں سے چار سکھ لگی، ایک کانگریسی مسلمان ہو

قائد اعظم اپنی بہت پرستش سے اسے اسے اور کانگریس کا معاہدہ منظور کر دیا چنانچہ یہ کانفرنس بھی ناکام

ثبت ہوئی۔

اب قائد اعظم نے سکھ لیگ کا دامن نہ لے لے کر اپنی پہلی کے انتخابات کا معاہدہ کیا۔

نے یہ معاہدہ منظور کر لیا۔ اور دہر شستہ میں بنگال، پنجاب، اتر پردیش، اتر پردیش کے قریب و دوری خوش گوار نہ رہا۔

ان ہی دنوں حکومت برصغیر نے ہندوستان کے یہاں مسلمانوں کو مل گئے اور وہاں نہ رہا

حکومت کو انتخابات سرانجام دینے کے لیے تین فیروزوں کا ایک فیروز، ایک فیروز، ایک فیروز، ایک فیروز

جائے گی۔ میں میں پندت ہنرو، پٹیل، راجندر پرشاد، راج گوپال اچاریہ، سرت چندر پوس
 آصف علی، شفاعت علی خان، سرمد یوسف، علی بخیر اور جنگ جیون سلف فادری ٹائیز کے
 اس پر مسلم لیگ کے رہنما نہایت برہم ہوئے۔ اور انہوں نے دائرہ کے اس فیصلے کے
 خلاف میاہ جھنڈیوں کے مظاہرے کیے۔ اور۔ جسے جلوسوں کے فیصلے پر زور احتجاج کیا۔

یہ حالت دیکھ کر دائرہ نے نے ہر قائد اعظم کو جو کہ ماضی حکومت میں مسلم لیگ ٹائیز
 شامل کرنے کی دعوت دی۔ ہر قائد اعظم نے قبول کر لی۔ اور نہایت علی خان، سرمد یوسف، شتر
 آئی، آئی چندریگر، منظر علی خان اور منڈل کے نام و زمانہ کے سینے پیش کیے۔

ماضی حکومت بننے کو تو بہن لگی۔ لیکن کوئی مستقل حکومت کی صورت ابھی تک پیدا نہ ہو
 سکی۔ ہنگ جیتنے کے باوجود اس کے شدید زلزلے نے برصغیر، دیوالیہ نکال دیا تھا۔ وہ انگریز
 جو کسی قیمت پر بھی ہندوستان کو آزادی دینے کو تیار نہیں تھے۔ آج اپنی فوج اس میں پاتا تھا۔
 کہ جتنا جلد ہی ہوسکے۔ یہ خواہ اپنے لئے سے آزاد ہونے کے۔ جب کہ اس نے ہوں گے تو ہوں گے
 کے وزیر اعظم سرائیل نے ہندوستان کے تمام میاں، مہاؤں کو لندن بلایا۔ وہاں بھی ہندو
 مذاکرات ہوتے رہے۔ لیکن کوئی نہ ہوئی۔ اور انہیں تمام ہونا پڑا۔ آخر حکومت ہوں گے
 ہر ڈیول کو واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ ہر ڈیول ہونٹ بین کو دائرہ کے بنا کو من دستاں بھلا
 جس نے آتے ہی کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان سے دوبارہ گفت و شنید شروع کر دی لیکن ہوں گے
 پارٹیوں میں سے کوئی ایک ہی اپنے موقف سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں تھا۔ اس لیے
 سمجھوتے کے تمام احکامات ختم ہو گئے۔

ان دنوں سرمد میں کانگریس وزارت برسرِ کار
 سرمد میں کانگریس وزارت کے مسلم لیگ کی ٹیکہ
 تھی۔ اور مرکز میں کانگریس اور مسلم لیگ کی

غلوٹ، زادت نام کو دی گئی۔ جس کے بعد پندت جو اہل لال نہر تھے، سرحد کاٹریں کھینچنے
 اس موقع پر پندت نہر کو سرحد آنے کی دعوت دی، مسلم ایک سفر یہاں لوگوں کو کانٹوس کے
 غوث کافی مشتعل کر رکھا تھا، چنانچہ پندت نہر وہاں آئے تو ان کے غایت مسلم ایک کانٹوس
 کھینچ کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان مظاہرہ کیا گیا، اس کے بعد پندت نہر پشاور کے راستے فیبر
 جانے لگے تو اسد میہ بھٹی کے قریب زیادہ جھنڈیوں سے ایک اور مظاہرہ ہوا، مجدد پسپے، تو
 قبائلیوں نے مظاہرہ کیا، اور لڑائی کوئی نہیں تو تازہ دست مظاہرہ ہوا، کہ ان کے مورچے ٹوٹ
 گئے، اور پندت نہر اور بعض دوسرے رضا کاروں کو غراٹھیں بھی آئیں، دوسرے دن پندت بھی
 مار کھڑے گئے، جہاں کم رنگوں نے زوریت مظاہرہ کیا، پندت ان کے مورچوں پر شدید شٹ ہار کی جس
 سے پندت بھی اور باچا خان کو کافی زخم آئے جس طرح وزیرستان اور ٹانک میں بھی مظاہرے
 ہوئے، اور پندت بھی گایہ دورہ حاضر خواہ دور پر کامیاب نہ رہا۔۔۔۔۔ ان مظاہروں کی قیادت
 اور تنظیمات پر صاحب مانگی شریف اور صاحب جلال خان نے کی، جو ان دنوں سکونیک کے
 نہایت سرگرم اور مقبول رہتے تھے، خصوصاً پر صاحب مانگی شریف کے متعلق تو یہ کہنا ہے جائز
 ہو گا، کہ محض ان ہی کی کوششوں، اثر و نفوذ اور مات دون کی مہم دوسرے اس سبب سے کم
 یا نہ تھا، زادت ہوئی، وہ اسے چھوٹے چھوٹے موقع پر۔

اسی دوران میں ایک واقعہ یہ پیش آیا، کہ ضلع ساہیوال کی ایک جنگ و لڑائی نے ہم مقبول
 کر کے ایک مسلمان نوجوان سے لڑائی کر لی، لڑائی کے والدین نے ڈاکٹر خان صاحب سے شکایت
 کی، جنہوں نے دونوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا، ہندوؤں کی کوشش تھی کہ لڑائی پسپہ
 کر دی جائے، لیکن ایسا نہ ہو سکا، اور ڈاکٹر خان صاحب نے ہی کو لڑنے پر آمادہ کیا، اس واقعہ کو مسلم
 یات نے خوب ہنسی، اور کانٹوس و زادت کے خلاف سرسید کر عوامی ہڈیات سے پڑا

پکڑا فائدہ اٹھایا، اور اس کے غوث باقاعدہ قریب شروع کر دی۔

اباب عبد الغفور خان آرگن ٹولک کمیٹی کے پہلے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ انہوں نے پہلے ہلر
چوکس یادگار پر کیا۔ جس میں تمام واقعات بیان کیے، اور ایک ہماری بیوس بنا کر مظاہرے
کے لیے ڈاکٹر خان صاحب کے بچے کی طرف روانہ ہوئے۔ ریڈیو کے پاس ڈپٹی کمشنر
ہیں۔ بی شاہ اور سردار عبدالرشید خان ہیں۔ پتی کی زیر نگرانی سب پولیس کی ہماری تعداد
موجود تھی۔ جس نے بیوس کو الٹک آدھ گیس اور دھاتی چار جی کے ذریعے منتشر کر دیا۔ لیکن بیوس
پھاٹک توڑ کر بڑھ گیا۔ گورنر کے بچے کے پاس پھر پولیس نے مزاحمت کی۔ لیکن بیوس ڈاکٹر
خان صاحب کے بچے پر پہنچ گیا۔ اس وقت ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ۔ میاں جعفر شاہ
پارلیمنٹری سیکرٹری اور تھیکے جان وزیر تعلیم کے برادر اپنے بچے پر موجود تھے۔ بیوس کے جہنم
ہی انہوں نے بچے کے دروازے بند کر دیے۔ اور اوپر کے حصہ میں چلے گئے۔ اس وقت
ہجوم کے سامنے اباب عبد الغفور خان نے تقریر کرتے ہوئے ہندوؤں کی مسلمانوں کے والے
کہنے اور وزارت کے مستغنی ہونے کا مطالبہ کیا۔

اس کے بعد ڈپٹی کمشنر نے پائیس پیچس ہوٹی کے سکیمیلی لارکنوں کو گرفتار کر لیا۔ اور
باقی ہجوم کو منتشر کر دیا۔ گرفتار ہونے والوں کے نااہل ہیں۔

اباب عبد الغفور خان۔ جیم ہنٹ غزنوی۔ خاں محمد خان وکیل۔ آغا بابا وکیل۔ الہ بخش بوسی
محمد اشرف خان۔ خات میر ہادی۔ جہانگوش سہاب۔ احقر سردار۔ اباب سکندر خان۔
حیثی خان غزنوی۔ غلام غوث سحرانی۔ حاجی کریم الہی۔ فضل محمود بیوان قمار محمد۔ دوست
خان کمالی ملوم محمد خان لونڈ خود۔ سید ایوب شاہ وغیرہ۔

اس کے بعد سارے صوبے میں عام ایکی ٹیشن شروع ہو گئی۔ اگلے روز مردان میں جلیل الرحمن

کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور پھر اقداد لوگ جیلوں میں چلے گئے۔۔۔ اس تحریک میں مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی نہایت بے بکری سے حصہ لیا۔ روزانہ پشاور شہر میں ہزاروں عورتوں کے جلوس نکلتے جن کا ایک ہی نعرہ ہوتا۔

مے گئے ہیں گے پاکستان

ہٹ کے رہے ا ہندوستان

وہ روزانہ جلوس کی صورت میں ڈاکٹر خان صاحب کے منگے پر جا کر مظاہرہ کرتیں۔ بازاروں میں تقریریں کرتیں۔ اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرتیں۔ لیکن حکومت انہیں گرفتار نہیں چاہتی تھی۔ صرف انہیں ملک بدر کر کے سے منتشر کرنے کی کوشش کی جاتی۔ اسی دوران میں سرحد وکیل کالمیشن شروع ہوا۔ مسلم لیگ کارکنوں نے کبیلہ والی کے سامنے مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس صبح ایک عظیم اجتماع جلوس کبیلہ والی کی طرف روانہ ہوا۔ ریڈیو کالمیشن کے قریب چٹانک کے پاس جلوس پہنچا۔ تو سامنے سے پولیس کے ایک دستے نے چٹانک ٹاور کے شروع کردی جس میں دس پندرہ آدمی اسے لئے۔ وہ بے شمار زخمی ہوئے۔

پھر ایک دن خیرآنی۔ کہ جیل میں سیاسی قیدیوں کو ایک جلسے میں بند کر کے ان پر ایک ڈرگس بھونٹ دی گئی۔ اور سینڈ گرائنڈ بم پھینکے گئے۔ جس سے پشاور شہر کے دو جوان شہید ہو گئے۔ جب اس ریڈیو کالمیشن کے لوگ کھینچا۔ اور مرکز میں خبریں نہیں تو لاہور موٹو بیٹن خود رات کو ہانڈہ بیٹن کے لئے پشاور آیا۔ اس موقع پر جب ٹرک پر سرحد کے طول و عرض سے دھوکے انسان موٹو بیٹن کے ساتھ مظاہرہ کرنے کے لئے کھم پادک کے قریب تیس ہو گئے۔ جن میں بے شمار عورتیں بھی شامل تھیں۔ اس وقت ٹرک یٹنی ہٹا چکیوں میں تھے۔ سردار جہانگیر نے جو مرکز میں کمیونی کیشن کے ذریعے تھے۔ وہی سے خاص طور پر آئے ہوئے تھے۔ اور موٹو بیٹن پہن

یہی اور سرکاری کیر و گور زمرہ مد کے ہر اد کلیم پاؤں پہنچے۔ یزدی مونس بین نے عورتوں کا
اور مونس بین نے مردوں کا مظاہرہ دیکھا۔ سردار عبدالرب نشتر اور غیر ذہان نون کے لوگوں
کی ترجمانی کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ سرمد کے لوگ اس خطے کو پاکستان میں شامل دیکھنا چاہتے ہیں
پناہ دہا کر کے دے دی جا کر صوبائی کانٹریس گورنمنٹ اور مسلم لیگ بنیادوں کے وفد سرمد
سے منگوائے۔ مندرجہ ذیل پشاور میں مسلم لیگ آرگنائزنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں تمام جیلوں
سے اراکین منگوائے گئے۔ عدالت سمین ہاؤس خان مرحوم نے کی۔ اس جلسے میں ایک وفد دہلی جینے
کے لیے پہلا گیا جس کی قیادت پیر صاحب ہاشمی شریعت کو سونپی گئی۔

یہ وفد دہلی پہنچا تو قائد اعظم کے مشورہ سے انہوں نے لاہور مونس بین سکونت گاہ پر
کی۔ اور آفریقہ پہنچا کہ سرمد میں پاکستان اور ہندوستان کے مسئلہ پر ریفرنڈم کرایا جائے ہنگامہ
اور مونس بین قائم مقام اور پٹت ہندو کے ایک ہی رات دہلی ریڈیو سے تقریر کرتے ہوئے تقیم
حک کے متعلق سمجھوتہ اور سرمد میں ریفرنڈم کرنے کا اعلان کیا۔

اس کے بعد تمام مسلم لیگی قیدی رہا کر دیئے گئے۔ اور منوہر ہیں۔ ریفرنڈم کی تیاریاں پورے
زور شور سے ہونے لگیں۔ سرمد ہنگامہ نے ریفرنڈم میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ سرمد میں
کانگریس کا اثر کافی تھا۔ لیکن ریفرنڈم کا فیصلہ مسلم لیگ کے حق میں ہوا۔ اور اس میں اسے
پاکستان کا حصہ تقسیم کر دیا گیا۔

آخر کار جون شمشاد کو اس پریسیر کی قہمت کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ اور اس وقت شمشاد کو
دست و دستوں پاکستان اور بھارت میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور اس وقت پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اور
حک کے دونوں حصوں میں کانگریس اور مسلم لیگ نے حکومتیں سنبھال لیں۔

مسلحہ لگیوں کی خود غرضی | قیام پاکستان کے بعد انگریزوں اور مسلمانوں کی اصولی جنگ ختم ہو چکی تھی تاہم شہریت کے ورثہ میں خیال کے لوگوں نے غیر مشروط

عوام پر پاکستان کو تسلیم کر لیا۔ اور اپنی وفاداری کا یقین دہایا۔ پاکستان کے عملی طور پر سامنے آنے کے بعد یوں بھی بے سامنے سے نکلا۔ ان کا وقت کے مزاج تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کچھ ایسے ہتھ بھر رہے تھے جو اپنی فائدہ پر اسے رہے۔ تقسیم ملک کا فیصلہ ان کی توقعات کے خلاف تھا۔ انہیں حقیقتاً اس چیز سے اپنی شاق تھی۔ اور وہ پاکستان کو چھوڑ کر ہندوستان میں جا رہے۔

لیکن جو سوچ رہے تھے۔ انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ اور اپنے دامن کو چھوڑنا پسند نہ کیا۔ کیونکہ تو ان کو پاکستان میں رہنا ہی اس امر کی دلیل تھا کہ وہ اسے پر فائدہ ثابت تسلیم کر چکے ہیں۔ لیکن جب مخالفین کی نیت میں متورہ دیکھا تو انہوں نے واضح ثابت انصاف میں کہا کہ پاکستان ہمارا دامن ہے۔ اور ہم اس کے دفاع میں شہری ہیں۔ جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا۔ وہ ہماری اصولی جنگ تھی۔ اور اب کسی سختی کی گنجائش نہیں رہی۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ مسلم لیگ حضرات سپورٹس میں پیرٹ کا خیراد کرتے ہوئے رہنے فحشیت بدایوں کے دوستی کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو پٹہ ہاتھ میں سے لیتے۔ ساتھ تمام اختلافات بھول کر انہیں ملے جاتے۔ اور اس میں شک نہیں کہ میں معادہ فہم اور یک نیت مسلم لیگ میں ہیں قائد اعظم مرحوم کا نام سر پرست ہے۔ اس کے لئے تیار بھی تھے۔ لیکن جب نہ راز من اور اتوار پرست لیگیوں کے کاؤں میں یہ جنگ ہوئی۔ تو وہ تلو آئے۔ انہیں اس اتحاد کے پردے میں اپنی موت مفرات نے دی۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ان کو امی دلوں کو سامنے آنے کا موقع ملے گا تو ان کے تھام سنبھلے۔ وہ پتہ ہو گا تب تب تب ہو گا۔ انہیں کوئی کوئیوں کے ہاتھ میں

نہیں پوچھے۔ ملک کی یڈر شپ ان کے ہاتھوں میں چلی جائے گی۔ کیونکہ درحقیقت وہی
عوام کے پتے یڈر ہیں۔ اس لئے انہوں نے سراج طرح کی سکیں بنائیں۔ ان پر غیر وفادار ہونے
اور ادا نام لگایا۔ مہاراجاں سے ان کے رابطے کے افسانے لکھے۔ ملک کی بات لکھنے کے عمل
میں گونا گوں غلطیاں پیدا کر کے انہیں مستوب و مقبول بنایا۔ کشمیر کے پتے عوامی رہنما شیخ مہاراجہ
اور قائد اعظم کے درمیان بکھڑے کی رو میں رکھا۔ انہیں ڈالی گئیں۔ اور باہا خان اور قتلہ اعظم
کو ایک دوسرے سے دُکھ کرنے کے لئے قباہت اور ہٹ اور کیا کیا۔ اس لئے کہ اس
مصالحیت کی زبردہ راستہ بغیر برسرِ اقتدار لوگوں پر پڑتی تھی۔ ان دنوں ملک کی یڈر شپ
ان کے ہاتھ میں تھی۔ وزارتوں کے منصب انہیں حاصل تھے۔ اور باہا خان اور اس کی پارٹی
کے میدان میں آنے سے ان کی بساطِ اقتدار کا اثر جاتا باطل جینی تھا۔

مسلم لیگ والی لکھنؤ سیمینار مہاراجہ اور باہا خان کی دوستی کو کرسی شدید نفی کی
جس پر اسے خود بھی جدید سمنسٹیشن ہونا پڑا۔ لیکن اس وقت موقعِ اقل سے نکل چکا تھا اور
یہ پیشانی لا حاصل تھی۔ اگر اس معاملے کو غور سے سمجھی سے بچایا جاتا۔ اور یہ وقت ان دنوں تھا
کا تعاون حاصل کر لیا جاتا۔ تو یقیناً ہی ملک کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ نہ کشمیر بھارت کے تقرب
میں ہانا نہ مکتوبہ سرحد میں حکومت کو اس قدر شکوت کا سامنا کرنا پڑتا۔ نہ ملک میں غور یڈر
شپ کو من مانی کرنے کا موقع ملتا۔ نہ یہی مکتوبہ میں اس قدر انتشار و فساد مکتوبہ میں
بمبھوری و قباہت پر جان پڑ جیتی۔ وہ نہ ہی ملک کے عوام کو اس قدر اہتر حالت کا سامنا
کرنا پڑتا۔

ان خود غرضی لوگوں کو مستقبل کی مدد بھی معاف نہیں کرے۔ جنہوں نے محض اپنی
ہنس اقتدار و شان کے لئے ملک کو صرف ان ٹکڑے یڈروں کی رہنمائی سے غرق کیا۔ بلکہ اسے

ایسی الجھنوں میں گرفتار کر لیا۔ جن سے شاید ہماری آئندہ نہیں بھی عہدہ برآئے ہو سکیں گی۔
 انہوں نے قائد اعظم کو دھوکا دیا۔ قوم کو دھوکا دیا۔ ملک کو دھوکا دیا۔ بدستور اس
 حادثے کی ذمہ داری ان فلول، خوشامدی اور مرعیں لوگوں کے سر ہے۔ اور اس سنگین الزام کے
 ایسے ثبوت موجود ہیں۔ جن سے وہ انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

تقسیم ملک اور فرقہ وارانہ فسادات | **تقسیم ملک کے ذلت جو حادثے گذرے ہر شے**
 بچے لوگ اس سے بے خبر نہیں۔ قائد اعظم مرحوم
 بڑے ذہین اور معاملہ فہم انسان تھے۔ لیکن انگریزوں کی دیانت داری کے متعلق انہیں
 حد سے زیادہ حسن ظن تھا۔ انہوں نے حد بندی کمیشن کے انگریز ممبروں پر یہ کی تھا دیا۔ اور
 وہ کچھ ایسی غیر منصفانہ حد بندی کئے۔ جس میں پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اور بعض
 مسلم اکثریت والے صوبے بدلت گئے۔ دوسری ذمہ داری قائد اعظم سے
 یہ ہوئی۔ کہ انہوں نے ریاستوں کو اختیار سے دیا۔ کہ وہ ملک کے دونوں حصوں میں سے
 جس طرف چاہیں اپنی غمشی سے شامل ہوں۔ حکومت پاکستان ان پر کوئی محاسبہ نہیں کرے
 گی۔ یہ اسی فیصلے کا نتیجہ ہے۔ کہ آج کثیر کی غمشی حکومت نے ہندوستان سے الحاق کرنے میں
 کوئی جھجک محسوس نہیں کی۔

تقسیم کے بعد دونوں طرف سے آبادی کا تبادلہ شروع ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ملک
 کے دونوں حصوں میں فرقہ وارانہ فسادات کا دھماکا پھوٹ پڑا۔ ان فسادات میں مشرقی پنجاب اور
 مغربی پنجاب کے لوگوں پر جو قیامتیں ٹوٹیں وہ لچہ انہی کا دل ہلاتا ہے۔

انسانی ہمدردی کا دھم کے واقعات سے بھری ہے۔ لیکن جو معاملہ ان فسادات میں مفہوم
 دے لیں اور بے گناہ ان لوگوں پر توڑے گئے۔ شاید ہی کہیں ان کی مثال مل سکے۔ اس مرگ مجروح

ہیں کوئی جی محفوظ نہ ہو سکا۔ ساٹھا سال کی مذہبی قدروں کا جہنم نکل گیا۔ اور انسان کو ہم انسانی
 خصائص کو جھٹک کر نکال دیا گیا۔ ہمارے دل میں ان بن گیا۔ اور دھندوں کی طرح اپنے جانی بندوں کو
 چماتے اور چماتے رہا۔

لوگوں کے جان و مال کے علاوہ ان کا شرم و عیا اور عزت و محنت سب محفوظ نہ رہی۔
 نوٹ کا بازار گرم تھا۔ جس میں ہر چیز ٹھیک سی تھی۔ دیکھین کے سامنے ان کی بچیوں کی مستی بٹھ
 رہی تھیں۔ اور وہ بٹھ بٹھ رہے تھے۔ لہ نہیں کر سکتے تھے۔ ہر شے ہر ذریعہ انسانی اور احمق
 و شرافت کے ٹیکیدار بھی اس مہذبانی طوفان سے بھاگتا رہا۔

جس میں دیکھیں ہر پر خون کی کوئی کھلی گئی۔ بڑے بڑے ستروں انسان فٹو سے بن کر میدان
 میں گود پڑے۔ ہندوؤں، مسلمانوں کی بھری ہوئی زمینیں ہر مونی کی طرح کھٹ کر رہ گئیں۔
 یہ ہنگامہ سارے ملک کو اپنی پیٹ میں لے چکا تھا۔ لیکن حیرت ہے کہ مسو، ہر مذہب
 سے بالکل متاثر نہ ہوا۔ آخر وقت تک یہاں سے غیر مسلم ہانے کو تیار تھے۔ وہ نہ شکان، نہیں
 نکالتے پر مہر تھے۔

مسلم لیگ نے پہلے تو ٹوٹ کا سلسلہ شروع کیا۔ اور چند ایک باضمیر لوگوں کے سوا باقی
 سب نے خوب جی میر کر غیر مسلموں کی دکانوں اور مکانوں کو ٹوٹا۔ اس وقت مسلم لیگ کی طاقت یہ
 پہلی تھی۔ مسلم لیگ فٹوؤں کو حکومت کی شرعاً ممانعت تھی۔ اس نے پورے ملک کو انہوں نے جینوں
 ٹوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔

اور عبادت سے مسلم جمہورین کا بے پناہ میلہ بڑھ پڑا۔ نے پٹے تباہ حال، حیران،
 پریشان، بزدلوں، دلوں انسان جن پر غرضیات قلب جو چکا تھا۔ جو اپنے وطن، گھر، پار، دل،
 ملک کو چھوڑ کر ہجرت کرنے گئے۔ اپنے خاندان کے خاندان پاکستان آئے کی ٹکس پر جینٹ

چرخا آنے تھے۔ جو پشتوں کے رشتے توڑ کر، صدروں کے ہنر مند کٹ کر اسلامی سطنت میں
 پہنا دینے کی دمن میں مرمت کر پیاں تک آپہنچتے تھے۔ اب نہیں یہاں سر چھپانے کی جگہ نہیں
 مل رہی تھی۔ ذہنوں کے ترسے پر سکم یگیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور یہ بے چارے ہنر
 جوان لڑکیوں، بیویوں، دریاؤں بہنوں کے ساتھ جلتے کچھڑوں کی فائش لگا دیں بے درد اور
 ملک دل لوگوں کے سینے تہ شاہنے ہوئے تھے۔

عبدالقیوم خان اور سکم یگ | اگر اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ملک کا اعلان کر دیا گیا۔ اور ملک
 کے دونوں حصوں میں انڈوس و رستہ پاک نے حکومتیں

بنی ہوئیں۔ لیکن اس وقت تک سرحدیں دستہ راکٹوں و زارات قائد قومی سکم یگیوں کی بات
 بہت نالو رکھ رہی تھی۔ بنوں نے قائد قلم سے برا کہا کہ پانچان اور ان کے ساتھی پاکستان
 کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور بنوں نے مشن پاکستان کی تقریب میں جھنڈا برسنے کی رسم میں حصہ نہیں
 لیا۔ درحقیقت بھی انہیں موقع ملے اور پاکستان کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ چنانچہ
 قائد قلم نے بحیثیت گورنر جنرل کے سرحد کی کانفرنس وزارت کو توڑ دیا۔ اور صوبے میں سکم یگ
 وزارت بنانے کے لیے گفت و شنید ہونے لگی۔

اس وقت سوانی سکم یگ میں بڑا اختلاف پیدا ہو گیا۔ پیر صاحب مائی شریف اور
 ابراہیم جہانگیر خان دھیرہ کی یہ رائے تھی کہ سرحد یگ یا سرحد یگ سبیل پارٹی کو اختیار دیا
 جائے کہ وہ اپنی مرضی سے وزیر اعلیٰ کا انتخاب کرے۔ اور انہوں نے عبدالقیوم خان کی غیر موافق
 یڈر شپ کی سخت مخالفت کی۔ مبینہ بدستور کاری نے قائد قلم و رہائے میں ناز و مزاج پر
 کچھ ایسا جادو چڑھایا کہ انہوں نے جلد قیوم خان کو سکم یگ پارٹی کا لیڈر مقرر کر دیا
 اور اس کے ساتھ ہی اس نے خود میاں میجر شاہ و شاہ پیتھ کے۔

اس کے بعد اختلافات کی نشی بڑھ گئی۔ پیر صاحب ہانگی شریف اور ان کی پارٹی کو
عبد القیوم خان کی بعض حرکتیں بہت ناگوار لگدیں۔ چنانچہ انہوں نے بہت سے دفعہ غلوک اور
شکایت ممبران کو بھیجیں۔ لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔

اسی دوران میں کل پاکستان مسلم لیگ کا ایک اجلاس لاہور میں منعقد کیا گیا تاکہ پاکستان
لیگ کونسل کا انتخاب کیا جائے اس اجلاس میں مولانا محمد کے تمام مسلم لیگیوں نے شرکت کی۔ ان
بیانات علی خان نے آل پاکستان مسلم لیگ کونسل کے لئے تجویز قواعد بنا کر منظوری کے لئے پیش
کئے۔ اس موقع پر وہاں پیر صاحب ہانگی شریف نے اس ترمیم پیش کی کہ جو مسلم لیگ حضرات
سرکاری ممبروں پر مشتمل ہیں۔ انہیں مسلم لیگ میں جماعتی طور کوئی حصہ نہ لینا چاہیئے

اس ترمیم کا اثر قائد اعظم محمد علی جناح اور بیانات علی خان پر بھی پڑتا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک
طرف مسلم لیگ جماعت کے صدر اور جنرل سیکرٹری تھے۔ دوسری طرف مسلم لیگ حکومت کے
گورنر جنرل اور وزیر اعظم میں تھے۔ اسباب وجہ منظور خان نے پیر صاحب کی اس ترمیم کی تائید کی
اور دوسرے لوگوں کے طور پر وہ ناخبر مسلمانوں نے بھی اس کے حق میں رائے دی۔
اور قائد اعظم بیانات علی خان اور تمام علو متی پارٹی اس کے سخت خلاف تھے۔ چنانچہ اس
ترمیم پر پورے تین دن تک بحث ہوئی رہی۔ اور وہاں قائد اعظم خود اس مضمون پر تقریریں
کرتے رہے۔ اس کے باوجود تیسرے دن رائے شماری میں دس ۰۰ نوں کی اکثریت تھی۔ ترمیم
پاس ہو گئی۔

اس کے بعد پھر وحری غلیق الزمان کو پاکستان مسلم لیگ کا آرگن قرار دیا گیا۔ جو اس کام
کے لئے بڑا اہل ثابت ہوا۔ اس نے تقریباً تمام صوبائی حکومتوں کو سوچ دیا۔ سرحد میں علی گڑھ
خان کو بحیثیت وزیر اس کی کام سپرد کیا گیا۔ جس نے مسلم لیگ کو ایک نماز سزا اعلیٰ بنا ڈالا۔

پیر صاحب اتنی شریف اور ان کی پانی کو ابتدائی کیفیت کے قایم رکھ نہ دیئے۔ اس کے نتیجہ
بہت شور و غوغا ہوا۔ مرکز کو دفعہ بھیجے گئے۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

بعد ازیں نون سنگھ ایک کو اپنی سونڈھی بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ تمام غلے وراثت دار
اور عہدیت پسند لوگوں کو اس نے سکیم ایک سے نکال باہر کیا۔ جن میں خدا محمد خان، الہ بخش
یوسفی، دین بخش غزنوی، آقا بابا خان، آقا بابا خان، اباباب سکندر خان، ڈاکٹر
عبد الرحیم، اباباب محمد آصف، ابوالیم خان، میر آفتاب، دم ساز خان وغیرہ شامل تھے۔
رحیم بخش غزنوی پر ایک من گھڑت مقدمہ چرایا گیا۔ ان کے جنار روزنامہ سرمد کو بند کر
دیا گیا۔ اور دفتر کا کام سامان ضبط کر لیا گیا۔ اور دوسرے غلے وراثت مسلم میگیوں پر ہمارے ہاں
توڑے گئے۔ اور اپنے گرد بعد ازیں خان نے ایسے لوگوں کو مین کر لیا۔ جو حد قسب کے لوگ
تھے اور اس کی آں میں ہاں دیا۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔ اس کا رد عمل یہ ہوا کہ
مسلم ایک کا دفتر گر گیا۔ جس کو شہر حکومت سے دیکھ کر تھک کر گئے۔

اس وقت میں ماہ ایکشن میں سب سے تمام اعتبار میں بعد ازیں خان نے وہ دعا خانی
پہلی کر دینا حیران رہ گئی۔ اس نے صرف اپنے تاثیر نشینوں کو کاہاب بنانے کے لئے کلونی
انسانی قدروں اور پابندیوں کو اٹھا کر طاق پہ رکھ دیا۔ اور ایسی ایسی حرکتیں کیں جن
کی مثال نہیں ملتی۔ دونوں کو راسے دھکے دینے کے علاوہ غلے وراثت کے پس توڑ کر دونوں کی
پہچان اپنے پس میں ڈال لیں۔ دونوں کو اٹھایا گیا۔ ان پر دباؤ ڈالا گیا۔ انہیں غریبوں
کی کوشش کی گئی۔ غرض جس طرح بھی چڑا۔ اس نے اپنے مخالفین کو نادم بنانے کی کوشش
کی۔ یہاں تک کہ جن لوگوں نے یوسف خٹک، ابوالیم خان، دینہ کو سکیم ایک سے
نکٹ دے دیئے تھے۔ لیکن وہ بعد ازیں سکیم کے خلاف تھے۔ ان کے متبادل میں غیر متبادل

کو اس نے لایا ب بنایا۔

ایکشن میں لایا جی کے بعد اس نے بے دھڑک جو کو اور زیادہ تشدد شروع کیا۔ لیکن
آخر اپریل ۱۹۴۷ء میں مرکزی وزارت میں انقلاب آیا۔ اور عبدالقیوم خان کا اقتدار بھی مرہد
میں ختم ہوا۔ اور اسے مرکزی حکومت میں وزیر مواصلات بنادیا گیا۔

اور مرہد سے جاتے جاتے عبدالقیوم خان نے یہاں مرہد عبدالرشید خان کو اپنا
جانشین بنایا۔ جو اس وقت یہاں ایئر جنرل پولیس تھے۔ یہ انتخاب جہویہ اصولوں کے
مرہد خلاف تھا۔ کہ کسی سرکاری افسر کو اس کے ہمدے سے متعلق کو کر پورا راستہ دینا
نام زد کیا جائے۔ لیکن یہ دھاندلی مسلم لیگ کے دور میں سامنے آگئی اس طرح پہلی بار
تھی۔ عبدالقیوم خان نے صرف اسی پر اتفاق نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ایک بھائی صاحبزادے کو چھپے
کھپے میں بلا مقبول کر دیا۔ وہ بعد میں وزیر بنایا۔

جب مسلم لیگ کے راہ راست پر آنے کا کوئی امکان
عبدالقیوم خان اور عوامی لیگ | نہ رہا۔ تو قاضی مایوسی کے بعد انجمن کھالی۔ اور عوامی لیگ
کے ہاتھ ایک مضبوط حزب مخالف بنائی جاتی۔

۱۹۴۷ء میں پیر صاحب مانگی شریف اور صاحب عبدالغفور خان نے
وند خور کے مل کر موافق شیعہ میں عثمانی۔ جس ایک سید اور صاحب افتخار حسین نے وقت سے
کیا۔ اور پھر پشاور میں مرہد کے مولد و عرفی سے اپنے ہم خیالوں کو ایک مجلس بنادیا۔
میں مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت کی۔

پیر صاحب مانگی شریف۔ پیر صاحب ہارون کی شریف۔ صاحب عبدالغفور خان۔ صاحب
خان وند خور۔ اسد اللہ جان خان۔ تاج علی خان۔ قاضی شیعہ قدیر۔ صاحبزادے صاحبزادے۔

شاگرد، میاں محمد ثناء، بابا علی محمد خان، نثار محمد خان، محمد سر قراخان، میاں
 مشرف شاہ، قاضی محمد اسلم، سید عبدالغنی میاں جی، میر غوث خان، تاج محمد خان، محمد فرید
 خان، حاجی فقیر خان، محمد عباس خان، عبدالغفور خان، والی، فضل حق شیدا۔
 اس جلسے میں مہربانی عوامی یگانہ کا دعوت پڑھایا گیا۔

پیر صاحب ماسٹر شریف

جنرل سیکرٹری

قاضی محمد اسلم

سینئر سیکرٹری

فضل حق شیدا

عوامی یگانہ بن گئی تو اس کے بعد حکومت میں تنظیمی کام شروع کیا گیا اس وقت سائے
 پاکستان میں کوئی پولیٹیشن باجھت نہیں تھی، اب ہندو قسطنطنیہ کے بعد ۱۰ آغاز ہوا، پشاور میں
 ہندو قسطنطنیہ کیٹیاں بنانی لگیں، اور جب بابا علی غفور خان کو لاٹ کے دورہ پر جانے
 لگے، تو انہیں روک کر لاٹ میں کوئل کے مقام پر جمع اپنے ساتھیوں قاضی محمد شریف، محمد آمنت
 خان، وکیل، ہمایوں شاہ، وکیل احمد شاہ، عبدالغنی خان کے ساتھ گرفتار کیا گیا، پیر صاحب
 شریف، پیر کوثری شریف، وفاق محمد خان، اندر خور کوہستان سے واپس آکر دیا گیا اور
 کوہستان میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی، چوتھے عوامی یگانہ کے جلسہ میں پیر صاحب
 گرفتار ہوئے، اسی نے حکومت کو بتا دیا کہ یہاں کوہستان میں پشاور میں گرفتار
 کی پیر کوثری کے بیٹے شاہ اور کوہستان کے تمام وکلاء نے ڈیفنس کمیٹی بنا کر تھانے میں منت
 کیا، اور گرفتار شدگان کو ضمانت پر رہا کر دیا، کچھ دنوں بعد جنوں میں عوامی یگانہ کے بہت
 سے کارکن گرفتار کر لیے گئے، اور بابا علی غفور خان اور ان کے ساتھیوں کو دوبارہ
 گرفتار کر کے ہندوستان کے تحت تین تین سال کی سزا دی گئی، پیر کوثری

اور عبدالحمید خان کو بھی یہی سزا دی گئی۔ اور تمام قیدیوں کو سنٹرل جیل چورس چٹان، دیو دیالی، جہاں ان کے پہنچنے سے پہلے وہ ہر صبح کے ٹانگری، جہاں چٹان، قاضی علی، اللہ مرہوم، میر محمد خان اور عبدالولی خان موجود تھے۔

عبدالقیم خان نے اپنے اقتدار کے تختہ کے نیچے میدان صاف کرنا شروع کر دیا۔ سارے سو بیسے میں بڑے بڑے لڑکیاں ہونے لگیں، ہر جگہ دفعہ ۱۴۱، نذر کر دیا گیا پیر صاحب انکی شریف پر پابندی لگائی گئی۔ اور قاضی محمد خان کو بد وطن کر دیا گیا یہ ہاں دھڑا ۹۵ سندھ صاحب کو بہرمن میں جاری رہی اور حزب مخالف کو کسی قسم کی تفریق نام کر کے لا موقع نہ دیا گیا۔

عبدالقیم خان اور خدائی قدرت گار
میں آیا۔ اور بہت بد عالمی مسنون میں پہنچی گئی قابل

۱۳۱ء میں وہ پہلی دفعہ ہانگوس میں شامل ہوا۔ اولی ذہین تھا۔ اور ڈپو میٹ بھی۔ بہت جلد باپا خان اور ڈاکٹر خان صاحب کے مزاج چاہ گیا۔ غصہ ڈاکٹر خان صاحب کی سادہ لاچی سے لڑا اس نے پو۔ پو سا فائدہ اٹھایا۔ اور انہیں اپنی دنیا داری لاہیا۔ قہر دیا۔ کہ وہ اس کے گن گمانے تھے، مراد عبدالرب نشتر جو شہری ملتے میں خان باوان لا ملتے پڑش تھا۔ ان دنوں ہانگوس سے کٹ چکا تھا۔ چنانچہ اس کی کئی بدستیرم فری نے آکر پوری کر دی، لیکن وہ حوام میں قبول نہیں تھا۔ کیونکہ ہمیشہ قربانی دینے کے وقت وہ پیچھے ہٹ جاتا۔ اور قید بند سے گھبراتا تھا۔ اس لیے وہ دفعہ ایک بعد میرے سرکاری کپلی کے ایکشن میں عبدالرب خان نشتر اور پیر عشق خان کے مقابلے میں اسے بری طرح ہزیمت اٹھانی پڑی۔

سندھ میں ڈاکٹر خان صاحب نے عموماً سرحد میں پہلی کانگریس وزارت بنائی۔ تو انہیں منٹون کبلی سے متعلق ہونا پڑا۔ اس وقت عبدالقیوم خان نے ڈاکٹر خان صاحب کو رام لسنے کے لئے نامعلوم کیا گیا جتنے کیئے اور آخر ڈاکٹر صاحب کو وہاں تک آنا دیا۔ کہ انہوں نے اسے نہ صرف اس سیٹ کے بیٹے پر مقابہ منتخب کرایا۔ بلکہ کانگریس ہائی کمانڈ کے کہہ کر کانگریس پارٹی کو ڈپٹی لیڈر بھی منتخب کرایا۔

ان دنوں عبدالقیوم خان مسلم لیگ اور پاکستان کا حامی نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے مسلم لیگ میں شمولیت سے صرف چند دن پہلے ایک انگریزی گپ گولڈ اینڈ گن انجمن جس میں پاکستان کے متعلق کوئی بھی مسئلہ نہ اٹھا رہا تھا۔ وہ ہندوستان کی ملکی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں فوج تھیں پیش کیا۔ اور انہیں اپنے ملک کا سب سے بڑا لیڈر قسیم کیا لیکن غلط یہ تھا کہ اسی اس گپ گولڈ میں بھی خٹک نہ ہونے پانی تھی۔ کہ وہ سونا بازی کر کے مسلم لیگ میں شریک ہو گئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب قسیم ملک میں صرف چند ماہ باقی تھے اور قیام پاکستان کے امکانات نہایت متعجب تھے۔

عبدالقیوم خان کے عموماً سرحد کی وزارت اسی کا منصب بننا تھا ہی سب سے پہلا دور اپنے منوں باپا خان۔ ڈاکٹر خان صاحب اور ان کی جماعت مذاقی مذمت کار ہو گیا۔ اس نے علی انصاف ان کی مخالفت شروع کر دی۔ اور محض اپنی پیڑرشت کے تعلق کے لئے باپا خان اور قائد اعظم کے باہن میں شد و مصالحت کو نہایت بڑا امر اور سازشوں سے ناکام بنایا اور قائد اعظم کو خان برادران کی پاکستان دشمنی کے من گھڑت انسانے منسوب کر کے ان سے اس مذہب بدل کر دیا۔ کہ قائد اعظم جیسے بڑے شخص باپا خان سے مخالفت کو نہ دیکھنے کے باوجود بعد میں نہیں دیکھتے سے انکوری ہو گئے۔

ہم تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ باپا خان اور قائد اعظم کی مناسبت میں بعض
 لوگوں کو اپنے اقتدار کی موت نظر ہی تھی۔ کیونکہ وہ سرحدی قوم کے جاثرات فیز سے
 مقبول اور موافق یڈرتھے۔ اور ان کے سامنے آنے کے کسی اور کے سینے
 پر اقتدار رہنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے وہ کسی قیمت پر بھی یہ نہیں چاہتے تھے
 کہ وہ قائد اعظم کے قریب ہوں۔ اور انہیں آزادی سے کام کرنے کا موقع ملے۔ چنانچہ
 لوگ آخر کار اپنی توششوں میں کامیاب ہو گئے اور ان کی طرف سے قائد اعظم کے دل
 میں ایسی فضا پیدا کر دیں جس کی وجہ سے باپا خان ہمیشہ کے لیے محبوب بن گئے۔

باپا خان کے محبوب بننے کے بعد ہندوستانیوں میں غلامی کا تصور تھا۔ یہاں کوئی اس کا مقابلہ
 نہ تھا۔ کوئی اسے ٹوکنے والا نہ تھا۔ تمام کرنے والا نہ تھا۔ اب وہ ایک ڈکٹیٹر کے روپ میں
 سامنے آیا۔ اور ایک ہی لاشی سے سب کو دھکے دیا۔ اس نے اپنے ہاتھ نہایت لگنے کے
 لیے دوسری جماعتیں تو ایک رہیں خود اپنی جماعت کو تسلیم کیا۔ یہاں پر تہذیب اور تہذیب
 پر تہذیب کا بھی بڑی طرح مستحضر رہا۔ عوامی ایک کو قائم کرنے کی غرض سے۔ اور غرض
 خدمت اور نو تو اس بڑی عزت رکھنے کی کوشش کی کہ تہذیب اور تہذیب کا کوئی حصہ
 نہیں تھا۔ جو ان کے خلاف استعمال نہ کیا گیا ہو۔

اس نے سب سے پہلے سیکرٹری میں موضع پورہ میں باپا خان کے مقبرہ پر تہذیبی خدمت
 گاہوں کے ایک پڑا من مہوس پر اس بے دردی سے قانون ملک لرائی کے لوگوں کو عہدہ عہدہ
 کے خلاف بھی قبول گئے۔ اس ویشاں قانون ملک میں سینکڑوں لوگ شہید اور زخمی ہوئے۔ جن
 میں سے بیشتر لاشوں کو نہایت پر اسرار طریقے سے لٹکانے لگا گیا۔ انہیں کو سرکاری ہسپتال
 میں داخل کرنے کی اجازت نہ دی اور انہیں فی ادا سے محروم رکھا گیا۔

اس سے پہلے ہاجا خان کو درجن سٹاکہ لوگ قمار کو کے تین سال کی مراد دی گئی۔
 اور اس کے اختتام پر بشمال ریگولیشن کے تحت انہیں تین سال لے بیٹے۔ مزید قید و بند
 کی مصوبت بھیجی نہیں۔ اور وہ سٹاکہ میں رہا ہوئے۔ اسی مدت ان کے بھائی ذوالفرقان
 صاحب کو ایسٹ انڈیا میں چھ برس تک قید بند رکھا گیا۔ وہ ہاجا خان کے بیٹے ولی خان
 اور ان کے دوسرے تمام ساتھیوں کو بھی ایک طویل عرصہ کے بیٹے چھوڑ دیں۔ ان کی دیا گیا۔
 جن میں ولی خان، امیر محمد خان، حسین بخش کوثر، عبداللہ اچکزئی، ماسٹر عبدالکریم وغیرہ شامل تھے
 ان رہائوں کو جیل بھیجنے کے بعد خدائی خدمت گار تحریک کو ضمانت قانون قرار دے دیا
 گیا۔ دربارہ میں دشمنانہ فائرنگ کی گئی۔ اور تحریک کے باقی ماندہ کارکنوں کو بھی گرفتار کر لیا
 گیا۔ اور رضا کاروں پر ایسے ایسے شرمناک معاملے توڑے جانے لگے۔ جن کی مثال بردھانی
 دور حکومت میں بھی نہیں ملتی۔

رہنما کاروں کو ننگے کر کے ان کے بھروسے نکالے گئے۔ ان کے مال و اموال ضبط کیے
 گئے۔ خانہ کاشیاں، عورتوں کی جہیزات، بوسہ پٹائی اور اس قسم کے سینکڑوں دوسرے
 واقعات نے لوگوں میں ہشت پیدا کر دی۔ اور یہ مدت ایک نام کیوسی اور بدولی چھائی
 بابرہ ذوالفرقان کے خورابہ چوک یا دار پشاور میں بدستیرم خان نے قرار کرتے
 ہوئے کہا: ارپشتون روزاق کے اصولوں پر اس نے بابرہ میں خدائی خدمت گاروں کو
 وہ بھق دیا ہے۔ کہ ان کی برباد رکھیں گے۔ یہ انگریزوں کی حکومت نہیں یہ مسلم کی حکومت
 ہے۔ اور اس کا نام بدستیرم ہے۔ خدائی خدمت گار ایک کے قتل ہیں۔ اور دو یہاں
 سے ان کا نام دشمن قرار دے گا۔

کشمیر کا قضیہ | تقسیم ملک کے بعد جمائے جانے والی ریاستوں کے متعلق طمان کر دیا۔ کہ وہ اپنی مرضی سے ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ الحاق کر سکتی ہیں۔ بھارت کی تمام ریاستوں میں جید آباد دکن اور کشمیر کی ایک جداگانه حیثیت تھی۔ جید آباد دکن بھارت کی ریاستوں میں پہلی ریاست تھی جس کا دانی مسلمان تھے۔ اور اکثریت آبادی ہندوؤں کی تھی۔ اور ہندو صوبوں میں گھری ہوئی تھی۔ دوسری ریاست کشمیر تھی۔ جو بڑی ہی تھی۔ اور اس واقع کے اعتبار سے بڑی اہمیت تھی۔ اور پاکستان اور بھارت سے ایک لازمی حقہ تھی لیکن اس معاملہ کو دیکھ کر ہندو اور آبادی مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل تھی۔ کشمیر کی ریاست جناب احمد سرحد کی مسلم آبادی میں گھری ہوئی تھی۔ لیکن تقسیم کے موقع پر انگریزوں نے گھری ہوئی تھی اور مسلمانوں کی اکثریت کے ایک صوبہ گرد سپہ۔ کو بھارت کے حصے کر دیا۔ جس سے کشمیر کی ایک شاہراہ بھارت کے قبضے میں چلی گئی۔

تقسیم کے بعد پاکستان کے ساتھ کشمیر نے ایک معاہدہ کیا۔ کہ وہ آخری فیصلے تک اپنی معاہدات برقرار رکھے۔ اور بھارت کے۔ نہ کوئی خاص تعلق نہیں رکھے گا۔ اس معاہدے کے بعد جید ہی ثابت ہو گیا۔ کہ کشمیر کو دیکھ کر بھارت سے ساز باز کرنا ہی پٹا پٹا اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے کشمیر پر صوبہ سرحد کے قبائلی پٹانوں نے حملہ کر دیا کشمیر میں قبائلی برمی بے جگری سے لڑے۔ اور قریب تھا کہ وہ کشمیر پر قبضہ کر لیتے۔ لیکن بعض خود غرض لوگوں کی غیر ذمہ داریاں حرکتوں اور غیر دانش مندانہ فعل اندازی نے اس کام کو ناکام بنا دیا۔ انہیں مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ اور ایسے حالات پیدا ہو گئے۔ جن کی وجہ سے کشمیر کا معاملہ آج تک کشمیری میں پڑا ہوا ہے۔

عبد القیوم خان کی آمریت | عبد القیوم خان نے اقتدار سنبھالتے ہی بے اختیار اپنا شروع کر دیں۔ اور حزب مخالف کے بے سازشوں کے ہمال

پھاڑ دینے۔ اس نے مسلم لیگ کو جماعتی طور پر ختم کرنا چاہا۔ خدائی خدمت گار جماعت کے تمام رہنماؤں کو جیلوں میں ڈال کر اس جماعت کو خدات قانون قرار دے دیا۔ خاکسار۔ مجلس امراء اور دوری تمام جماعتوں پر پٹے بندوں کی پابندیاں عائد کر دیں۔ عوامی لیگ کے رہنماؤں کو گرفتار کر کے سے محض کر دیا۔ وہ کوئی جماعتی تنظیم برخواست نہ کر سکتا تھا۔

اسی وقت میں علم لیگ پارٹی کے گوشش کی۔ کہ عبد القیوم خان نے خدات دم اتحاد کی تحریک پیش کی جائے۔ لیکن بعض گھٹاری نمبروں جن میں یہاں ممبر شاہ۔ نائب شاہ انار والا۔ محمد اسلم سالار۔ ادیب عبدالرحمن علی گڑھی اور عبداللہ خان وغیرہ شامل تھے۔ عبد القیوم خان کے ساتھ خفیہ معاہدہ کر کے ایک پارٹی میں شریک ہو گئے۔ اس کے باوجود مزید فیصلہ خدات نے تحریک دم اتحاد میں کرنے کا نتیجہ کر لیا۔

میاں شرف شاہ، مرزا اسد خان، نائب قصبہ القریہ خان، راجہ مرزا خان، ادیب محمد شریف خان اور عبد القیوم خان ساقی — انہوں نے اپنی ایک مشہور پارٹی بنائی۔ وہ انہیں عین تاکہ دم اتحاد کی تحریک یوان میں بھاری اکثریت سے پاس ہوگی۔

عبد القیوم خان کو اس بات پر پتہ چلا۔ اس نے فوراً اس تحریک کو اکٹھا کرنے کے لئے ہمال پال میں کہ بمبلی کے پیش سے صرف ایک دن پہلے پہلی میں حزب مخالف کے کانگریسی نمبر عبد الستیر خان ساقی، مہدی فیتہ خان اور بعض دوسرے لوگوں کو گرفتار کر لیا اور بتایا کہ انہوں نے اس کے قتل کی سازش کی کبھی تھی۔

چیر صاحب ماحی شریف نے لاہور میں صاحب اختیار لوگوں کو چیلنج کیا۔ کہ اس معاہدہ

کی آزادانہ تحقیق کی جائے۔ اور اگر یہ الزام ثبات ہو تو ان لوگوں کو پھانسی دے دی جائے
 ورنہ عہدِ قیوم خاق کو اس سیاسی دروغ بیانی کی مراد دی جائے۔ اور اسے سرحد کی رحمت سے
 ہٹا دیا جائے۔ لیکن تحقیق وغیرہ کچھ نہ ہوئی۔ اور کچھ دنوں بعد عہدِ قیوم خان نے انہیں بغیر مقدمہ
 چلانے دیا کر دیا۔ کیونکہ اس وقت مددِ اتحاد کی تحریک کا غور دل چکا تھا۔

کچھ دنوں بعد پھر سلسلہ ایک کونسل میں عہدِ قیوم خان نے خدمتِ بہت بڑا جھگڑا ہوا
 کیونکہ اس نے امراتہ طرہ عمل سے سب بے راستہ چنانچہ حضرت بادشاہ محل جو عہدِ قیوم خان کے مہمی
 اور موہالی یاس کے مدد تھے انہیں نے مجبوراً استغنے سے دیا۔ اور عہدِ قیوم خان خود ممدادت
 بنوانے کے لیے اتر پاؤں مارنے لگا۔ اس سلسلہ میں ریٹ آباد میں ایک ہنگامہ بغیر جبر ہوا۔
 جس کی مدد مت یاقوت علی خان مرحوم نے کی۔ اس وجہ اس میں بنایت جانب دہی اور بے
 انصافی سے کام لیتے ہوئے بغیر نائندہ لوگوں، مثال کو کے موہالی ایک کی مدد مت عہدِ قیوم نہیں
 کو دے دی گئی۔

اسی طرح اس نے جاس خان اور جلال بابا کو بھی پھنسا دیتے سے بنانے کے لیے
 نہ صرف اذاتوں سے ہمیشہ بلکہ پانچ سال تک انتخاب کا بل قرار دے دیا۔ اور
 سکھ ایک سے بھی خائف کر دیا۔

ان ہی دنوں پیر صاحب ماسی شریف کی سرکردگی میں سکھ مد کے پانچ دینیوں نے
 پورہ دوا داخل کیا۔ جس میں عہدِ قیوم خان پر سنگین الزامات چھانے گئے۔ ان میں سلطان محمد خان
 غلام محمد خان۔ قاضی محمد سکھ۔ ادیب آصف خان اور ڈاکٹر عبد الرحیم شامل تھے۔ لیکن مرکز
 کی سرکشی کے باعث گورنر جنرل نے پورہ دوا نامنظور کر دیا۔ اور تحقیقات کی رحمت گواہ
 نہ کی۔

تعملاً محمد علی جناح پہلے گورنر جنرل پاکستان کی وفات میں
جہدِ تسمیہ | **خان کا زوال** | انہوں نے ایک عداوت میں نبولی۔ اس کی تنبیہ میں جانے کا یہ

موت نہیں۔ ان کے بعد یاقوت علی خان نے قلم دان وزارت خود سنبھال لیا۔ اور خواجہ ناظم الدین
 کو جو بنگال کے وزیر اعلیٰ تھے جو گورنر جنرل بنا دیا۔

یاقوت علی خان کی وزارت چلنے کے روز میں پاکستان میں پارٹیشن کا وجود قائم کرنے
 کے لیے تمام حربے استعمال کیے گئے۔ ان کی حیثیت بالکل ایک آمر مطلق کی سی تھی۔ ملک میں
 شہری آزادی کا کوئی گھونٹ دیا گیا۔ جس سے عوام میں سخت بے چینی اور بالادستی پھیل گئی۔ سرحد
 پنجاب اور بنگال میں یاقوت علی خان کے خلاف سخت مظاہرے ہوئے۔ اور کالی بھٹیوں
 سے ان کا استقبال کیا گیا۔ لاہور کے ایک جلسے میں انہیں تقریر تک نہ کرنے دی گئی اور
 مرکز میں بھی ان کے خلاف شدید مظاہرے ہوئے تھے۔

عوام کے علاوہ فوجی میں بھی ان کے خلاف بے پناہ پھیل گئی۔ اور فوج کے اہلکاروں نے
 ان کے انکساروں نے پاکستان میں فوجی انتہا پسندی کو شمشک کی یہ واقعہ "راہِ پندی مابین"
 کے نام سے مشہور ہے۔ یاقوت علی خان کی زندگی میں ہی اس مابین کا انکسار ہوا۔ اور
 میجر جنرل اکبر خان میجر جنرل ندیم۔ ایڈموڈور محمد خان جنرل۔ بریگیڈیر عیسیٰ۔ کرنل اباب نیا
 محمد خان۔ فیض احمد فیض۔ بہادر خیر۔ محمد حسین علی اور بعض دوسرے فوجی افسروں کو گرفتار
 کیا گیا۔ اور پارلیمنٹ کے ایک خاص قانون کے تحت ان کے مقدمے کے بیٹے فیڈرل کورٹ کے
 ججوں پر مشتمل ایک خاص ٹریبونل متعین کیا گیا۔ جس نے انہیں مقدمہ کی سماعت کے بعد جہادی
 سزائیں دیں۔

اسی دوران میں یاقوت علی خان راہِ پندی کے ایک جلسہ عام کو خطاب کرتے کیے

آگے بڑھ گئے۔ کہ اس جیل میں سید اکبر نامی ایک افغان نے پستوں کے دو ٹائٹوں
سے انہیں شہید کر دیا۔ ساتھیوں نے نہایت ہوشیاری سے موزم کو بھی دیکھ کر دیا تاکہ
قتل کا نہ راز نہ مل سکے۔ چنانچہ آج تک یہ سازش بہ نقاب نہ ہو سکی۔

یہاں پر خان کی شہادت کے بعد خواجہ نامہ القیوم نے جو اس وقت گورنر جنرل
تھے۔ اپنے آپ کو ایڈمنسٹریٹر کے پاس جی۔ بی۔ ایچ میں ڈووی وزیر اعظم منتخب کئے تاکہ وہیں
سے ملک پروردہ حرم کے سینے کو گورنر جنرل ہفت کی سفارش کی جو منظور ہو گئی۔

پھر عرصہ بعد ہی گورنر جنرل اور وزیر اعظم کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ اور
یہ کشمکش رفتہ رفتہ شدت اختیار کر گئی۔ اگرچہ خواجہ نامہ القیوم پاکستان کے وزیر اعظم۔ وزیر
دفتر اور آل پاکستان مسلم لیگ کے صدر تھے۔ لیکن عوام کو ان سے محبت و محبت تھی۔ اور ان کا
دور ملک میں ذات اور محنت کا دور کہلاتا ہے۔

گورنر جنرل نے عوام کی مخالفت سے فائدہ اٹھا کر لاہور کے اکثر مبوروں کی حمایت سے
اور کمانڈر انچیف محمد ایوب خان کے مشورے سے خواجہ نامہ القیوم کو وزارت ختم کئے کہ وہ
سے معزول ہو کر دسے دیا۔ اور محمد علی بوگرا کو جو طریقہ میں سیر تھا۔ بلا کر وزیر اعظم
بنا دیا۔

خواجہ نامہ القیوم کی بطنی پاکستان کے عوام کو بڑی مسرت ہوئی۔ اور گورنر جنرل
کے اس اقدام کو سامنے ملک میں سررائی۔ اس وقت عبدالغفور خان کو بھی میں تھا۔ اسے
سرحد جانے سے روکا گیا۔ کیونکہ وہ خواجہ نامہ القیوم کے دھڑے میں تھا۔ لیکن عبدالغفور خان
نے یہاں ختم ہونے سے پہلے ہی سرحد جانے کی کوشش کی جس کی اطلاع پاکستانی گورنر جنرل
نے دی ہو۔ میں میجر جنرل اعظم خان کو جو ان دنوں دہلی میں تھے۔ ایڈمنسٹریٹر تھے۔ ٹیلیفون پر

حکم آیا۔ کہ عبدالغنی خان کو لاہور شیش پر مرست ہیں سے کر لکھی پانچ دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

مردار عبدالرب خان نشتر جو شروع میں مرکزی کابینہ میں وزیر داخلات پھر گورنر پنجاب اور پھر وزیر صنعت، واپکے تھے۔ بدقسمتی سے خواجہ تالم الدین کے دھوکے میں شکار ہوئے اور کابینہ سے الگ کر دیئے گئے۔ اور مردار صاحب کی وزارت صحت اور زنجیرل نے جملہ قیوم خان سے جوئے کو کہ مرید کی سیاست سے اس کا رشتہ توڑ دیا۔

جملہ قیوم خان کے وزارت سے الگ ہونے پر سامنے سرحد میں لوگوں نے عدم تشکر منظم کیا۔ شہر ان کے بگڑنے پر افسانہ لکھے۔۔۔۔۔ اب سوال پیش تھا کہ یہاں وزارت اعلیٰ کا ہیڈ کسے ہو چکا۔ عبدالغنی خان کی الگ شوئی کے ساتھ اسے سرحد بھیجا گیا۔ کہ وہی نے وزیر اعلیٰ کا انتخاب اسے یہاں اس کے سینے کابینہ کے دوران میراں جھڑا۔ ملک الرحمن کیانی اور سالار محمد یوسف خان کے درمیان بڑی کشمکش جاری تھی۔ اور ہر ایک اپنی پارٹی بنانے کے لیے ووٹر دھوپ میں مصروف تھا۔ یہاں عبدالغنی خان نے سب کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اور غیر متوقع طور پر عبدالرشید خان کو وزیر اعلیٰ بنا دیا۔ جس پر سامنے ملک میں قہقہہ اٹھایا گیا۔ اس نا دور روزگار سیاسی چال بازی کے بعد قیوم خان نے اپنے مخصوص دوست شمس الحق کو جی سرحد کابینہ میں وزیر صحت مقرر کر دیا۔ جو اس کو بھی لازم پھر قحقی اور پھر لعل بخش خاص کے باعث اس کا پارٹنر بن گیا۔ مگر بڑی رو چھو تھا۔ لیکن حکومت سے عرصہ بعد جی شمس الحق کے مدت عدم اعتماد کی قریب پریش کو دی گئی شمس الحق یہ صورت سے دیکھ کر فوراً گریہ کر پڑا۔ اور قیوم خان سے یہ وعدہ بیان کیا۔ اس نے شمس الحق سے ضمانت لی کہ وہ ضمانت کا رشتہ نہ درج کرے شہید ہو گیا۔ اور ابھی

سے اس ارادہ پر روانہ ہوا کہ سوہانی محل ایک کے سردار کی حیثیت سے سردار رشید کے تختہ
پائوی کشش کو مکے سے بنارس اور شتی و زبوت بنارس۔

اس مقصد کے لیے وہ سردار کے دوسرے لیے پہلے روانہ ہوا۔ لیکن یہ تمام خیمہ قیوم خان
کے آنے سے پہلے ہی سردار رشید کو معلوم ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی حیثیت خوب غیب
بنائی۔ اور قیوم خان کی آمد پر اس کے استقبال کو ہی نہ کیا۔ اور نہ ہی اس سے کوئی اوقات بتا
قیوم خان کو رنٹ ماؤس میں ٹھہرا۔ اور ان واقعات سے آگاہ ہو کر اور پریشان ہوا۔ کہ قیوم
شخص الملک کو ساتھ لے کر جناب ہو گیا۔ اور وہاں جاتے ہی اس کا استقبال ویزو ملنے کو بھول گیا
اور بعد میں خود ہی مجبور ہو کر سردار کی عداوت سے مستغنی ہو گیا۔ چنانچہ یہ عداوت سردار
جہل رشید نے سنبھال لی۔

سردار جہل رشید کا دوقیر سے بنانے میں ہی قیوم خان کی ایک خاص پھال تھی۔ اس
کا خیال تھا کہ چونکہ وہ کوئی سیاسی تجربہ نہیں رکھتا۔ اس لیے اس کے ہاتھ میں کٹہر بٹکی بنا ہے
گا۔ اور وہ اپنی من مانی کر سکے گا۔ اسی لیے اس نے سلم پٹ کی عداوت اور اہل کی رنجیت
اپنے ہاتھ میں رکھی تاکہ یہ بتا سکے کہ وہی وہ اس سردار ایک پٹنی کا لیدر ہے۔ لیکن اہل
واقعات نے ہٹا کھایا۔ اور رشید نے قیوم کے درمیان اختلافات کی درجہ بندی مافی ہو گئی ان
اختلافات کے بعد شروع شروع میں سردار رشید نے لوگوں میں اپنے آپ کو ہر دھڑ بٹانے
کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں اس نے متعدد خطرات اور دھبے بھی کئے۔ کہ وہ شہری
آزادی محال کر سکے گا۔ حزب اختلاف کو ہم کرنے کا موقع دے گا۔ اور آئندہ انتخابات
میں جانب دارانہ کر سکے گا۔ اس پینز نے وقتی طور پر اسے محام میں کسی قدر مقبول بنا دیا۔
چنانچہ جب ٹریرہ اٹھیل خان کے ضمنی انتخاب میں کھڑا ہوا۔ تو حزب خلافت نے اسے

جہاں قابیاب ہونے کا موقع دیا۔ اس نے ورجوری سٹیشن میں ٹوہپے کے تھامپا کی قیدیں
کو بھی غیر مشروط طور پر رہا کر دیا۔

لیکن جب یہ نظر بند بابہ آئے۔ تو اس کا رویہ بدلتے تھا۔ خدائی خدمت کا تحریک پر بہت
باندی رہی۔ اور باپان کو سرحدوں کے لیے کی اجازت نہ دی گئی۔

ٹوہپے میں پانچ سال کے قتل کے بعد مونی ایک نے باقی قیدیوں کے لیے ہم شری
کیا۔ لیکن جب رشید خان حزب مخالف کی سرگرمیاں برداشت نہ کر سکا۔ اور مونی سٹیشن میں سرحد کے
بدنام لاسے قوانین اور سیفٹی ایکٹ کے تحت حزب مخالف کے تمام رہنماؤں کو گرفتار کر لیا۔ اس سلسلہ
میں مونی لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو بابہ عبد الغفور خان۔ بابہ سید خان۔ محمد افضل خان بگٹ۔ منور حسین خان۔ غوث خان
خان ٹک۔ عمر فاروق۔ ماسٹر شیعہ علی۔ مولانا فوز الحق نور۔ مولانا امام شاہ۔ غلام محمد گاما۔ ماسٹر خان گل
سید فارغ بخاری۔

ان گرفتاریوں سے سب سے زیادہ عوام میں رشید وندت کے خلاف فہم و فہم کی لہر دوڑ گئی
اس دوران میں ایک بڑا واقعہ یہ پیش آیا کہ ٹوہپے میں فنی انتخاب ہونے لگے۔ ایک ہزار
میں اور دو مردان ہیں۔ ان میں حزب مخالف کی طرف سے مردان کے دونوں حصوں میں تمام
نہیں ہونے کو ان ہزارہ میں محمد اردن کو ٹکٹ دینے گئے۔ لیکن انتخابی پریوینٹنگ کے دوران میں یہاں
جنرل شاہ۔ سردار شیعہ اور لیائی نے جو تحریریں لکھیں۔ ان میں تمام جمہوری حریکوں کو باندھنے کا
رکھ کر پوری فضا پر مظاہرہ کیا گیا۔ انہوں نے اعلیٰ حزب مخالف پر پاکستان دشمن ہونے کا
الٹن لکھا۔ اور یہاں تک لہا کہ حزب مخالف کے قائد سے حکومت کی کیسیوں پر ہماری دشمنی سے
گذر کر ہی پہنچ سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا تھا کہ حکومت مسلم لیگ امیدواروں کو قابیاب بنانے

مشرک ہونے کی اجازت دی گئی۔

ان دنوں ایک یونٹ کا جہاز مرگرم تھا۔ حکومت پر دہلیکڑا کر کے اس کے بیٹے زمین پر مار کر مہی
تھی۔ اور اسے برقی قیادت پر تانڈا کرنا چاہتی تھی۔ دھڑکتے ہوئے لوگ اسے پسند کرتے تھے۔ کاپیٹن کے
ممبروں نے باپا خان سے مل کر انہیں ایک یونٹ کی حمایت پر آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن انہوں نے صاف
کہہ دیا کہ یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے ملک کو نقصان پہنچے اور امن و امان برسرِ
جہنم اور بد نظمی پھیل جائے گا۔ اندیشہ ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کہا کہ یہاں تک وہ
لوگوں کے خیالات معلوم کر چکے ہیں۔ تو ان کے خیال میں حوام بھی اس کے حق میں نہیں ہیں۔ اس
بیٹے پہلے تو انہیں یہ خیال ہی ترک کر دینا چاہیے۔ ورنہ حوام کی رائے معلوم کرنے کے بعد کوئی
قسم اٹھانا چاہیے۔ لیکن انہوں نے باپا خان کی باتوں پر دھیان نہ دیا۔ اور کہا کہ اب تو
ایک یونٹ متاثر ہو کر رہی رہے گا۔ کیونکہ یہ حکومت کے وقار کا سوال ہے۔

ادھر گورنر جنرل نے ڈائریکٹر خان صاحب سے بات چیت شروع کر رکھی تھی۔ چنانچہ ڈائریکٹر
خان صاحب کے حکوتہ ہو گیا۔ ایک یونٹ بنا دیا گیا۔ اور ڈائریکٹر خان صاحب کو اس کا وزیر اعلیٰ
مقرر کیا گیا۔ باپا خان کا اس سلسلہ میں ڈائریکٹر خان صاحب سے اختلاف تھا۔ لیکن انہوں نے ہار
نے کی۔ اور وزارت قبول کر لی۔

باپا خان پنجاب واپس آئے۔ اور ضلع کبیل پور میں حور فشی گاؤں میں سکونت اختیار
کی۔ صوبہ سرحد کے لوگ باپا خان پر ان فائدہ کو دہ پابندوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں
نے سول ناظرانی کی تجویز پیش کی۔ لیکن باپا خان نے اسے پسند نہ کیا۔

سندھ میں نئی پارلیمنٹ کے مری سیشن میں پنجاب اور بنگال کے سیدت و انور میں
پھر اختلاف پیدا ہو گیا۔ ان دنوں باپا خان کے ~~مجلس~~ دستور پابندی مانڈھی۔ انکو

نے وہاں بھی ایک روٹ کی پُر زور مخالفت کی۔ چرواہے نہیں سرحد میں داخلہ کی اجازت
دے دی گئی۔

۱۰ جولائی ۱۸۵۷ء بمطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ

باپا خان کا قیسر تارخی استقبال

مقرر رہا اور بانی خان عبدالغفر خان کے قریب سات
سال کے طریق حرم کی تقریبندی سے بعد اپنی صوبے میں پہلی بار قدم رکھا۔ حضرت کے مقام سے آپ کا
ہوس صیاب آٹھ بجے میں لیا گئے ایک کمرل پر پہنچا۔ یہ ہوس لا تعداد موٹر کاروں، جیپ کاروں
بسوں اور ویٹنوں پر مشتمل تھا، جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شامل تھے۔ باپا خان کی
کار ہوس کی قیادت کر رہی تھی۔ خود باپا خان کار کی چوٹی سیٹ پر دائیں طرف اور پیر صاحب
دایں شریف ہائیں طرف بیٹھے تھے۔ جوں ہی یہ ہوس ایک پارک کے صوبہ بند کی بند و دیوار میں داخل
ہوا، تو طوائفانہ استقبال یہ لیسٹی کے کارکنوں اور مردان اور صوبائی سے آئے ہوئے ہزاروں لوگوں
نے باپا خان کو استقبالیہ کیا۔ اور انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے باپا خان زندہ باد اور پیر صاحب
دایں شریف زندہ باد کے فریے لگائے۔ — ۱۰ گلوں کی ساجی کے ہدیہ ہوس خیر آباد گنڈ کی
طرف روانہ ہوا۔ شرک کے دونوں مات بجم باپا خان کے نمک نشوون فریے لگا۔ باپا خان
باپا خان سگراتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ ہار کار لوگوں کے سلام کا جواب دے رہے تھے۔
خیر آباد میں بھی باپا خان کو وہ گلوں کی ساجی دی گئی۔ باپا خان کو سات برس کی طویل مدت
کے بعد لوگ اپنے وہاں دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑے تھے۔ اودان کی انگلیوں سے
خوشی کے آنسو پھوٹ رہے تھے۔

خیر آباد کے بازار میں رنگین جھنڈیاں اور مختلف قسم کے ہشتیار آویزاں تھے۔ جن میں
باپا خان کو خوش آمدید کہا گیا۔ کاروں کا جوس خیر آباد کے بازار میں آہستہ آہستہ پھار رہا۔

لوگوں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن جوس بڑا کم سکا۔ اور بازار سے نکل کر پہاڑ کی طرف
بھاگ پڑا۔

جہانگیر دیر باپا خان کا جوس و بیچ پہنچا۔ جہاں آپ کو ۲۱ لوگوں کی سلامتی دی گئی۔ اور شہزادہ

استقبال کیا گیا۔ وہاں آپ کے ہزاروں لوگوں کے بچن سے شہاب کرتے ہوئے کہا —

"ہیں آپ کی محبت اور جوس کا فائدہ ادا کرتا ہوں میں کافی مرہم آپ سے دور رہا۔ لیکن قہر

لیکنے ہمارے ہم ایک دوسرے سے غور دہشتے۔ مگر وہیں جدا نہیں تھیں۔ قوموں پر اس قسم کے

انتقامات آتے رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے ہم اس آفتاب میں پڑے آہستہ۔ خدائی خدمت گار

قریب پشتوں میں اتحاد پیدا کرنے اور ان کا معیار زندگی بلند کرنے کی غرض سے شروع کی گئی۔ اس

حرکت کے عزم کے لئے جو کام کیا کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس قریب نے عزم میں سبھی شہر پیدا

کیا۔ اور آپ نے اتحادی حاصل کی۔ لیکن اپنی خود فریبیوں کی بناء آزادی کو مستحکم بنانے میں ناکام رہے۔

اور ملک کو ٹھوک۔ ملک اور بھارت کی شکست میں مبتلا رہا۔

انہوں نے کہا۔ میں نے سب سے پہلے میں یہ قریب شروع کی۔ آوازوں کو خود غرضی ترک کرنے

اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنے کی تمہین کی۔ لیکن لوگ اس تعلیم کو قبول نہ گئے۔ یہاں پیغام دیہات میں

پہنچا دیکھئے۔ اور لوگوں سے کہئے۔ کہ دھیری بنانی جوئی باتوں پر عمل کریں۔ کیونکہ یہی صورت میں رہا ہے

ملک اور آئندہ نسوں کو خوشحال بنا سکیں گے :

جوس جہانگیر سے اکوڑہ ملک اور وارانہ ہوا۔ تو ہزاروں لوگ باپا خان کو دیکھنے کے لئے

میلوں ملک ان کی کار کے ساتھ پیدل اور سداگوں پر جانے لگے۔ یہ جوس بھی ایک فرد ملک میں نہیں رہا

تھا۔ کہ مرکز پر کھڑے ہوتے لوگوں کے جوہر نے اسے ٹکے پر مجبور کر دیا۔ عظمت منداکے برعکس ان

سے مسافر کرتے۔ ان کے اہلکاروں کو دوسرے دیتے۔ شہر گرمی کے باوجود باپا خان پر فصل کاری میں بیٹھے

تھے۔ اور کھڑے کپڑوں میں بیٹھتے تھے۔ ان کے جسم سے پسینہ بہ رہا تھا۔ اور وہ مسکرا رہے تھے۔ موضع
 شیدو سے گزر کر یہ جہاں دس بیٹے اکوڑہ ٹھک پہنچا۔ یہاں جمل ٹھک۔ پیر صاحب اکوڑہ۔ بادشاہ گل
 صاحب اور ان کے جتہت مندوں اور ہزاروں لوگوں نے باچا خان کا استقبال کیا۔ انہیں ٹھکوں
 کے ڈالروں سے دے دیا گیا۔ اور گوروں کی سلامی بھی دی۔ باچا خان نے اکوڑہ میں بھی لوگوں سے خطاب
 کرتے ہوئے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

اکوڑہ سے یہ جہاں لاکھو شہر پہنچا۔ جہاں لاکھو شہریوں اور دیہاتیوں نے باچا خان کا نہایت
 گرم ہوشی سے استقبال کیا۔ چوہوں کے اڑھانے اور گوروں کی سلامی دی۔ لاکھو بازار میں لوگوں کا
 اس قدر جھوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ یہاں بھی باچا خان نے عوام سے خطاب کیا اور کہا۔
 ”دہی لوہیں ہمیشہ کامیاب ہوتی ہیں۔ جو پناہ دقت باتوں میں صانع کرنے کے بجائے زیادہ تر
 عمل کی طرف توجہ دیتی ہیں۔ انگریزوں کا دور ختم ہوگا۔ اب ہم آزاد ہیں۔ اس لئے میں آزادانہ طور
 پر سوچنا چاہیئے۔“

جہاں سے لاکھو شہر سے روانہ ہو کر ملت میں مختلف مقامات پر گھومنا پھارنا دیکھتے ہوئے
 پہنچا۔ وہاں بھی زبردست استقبال کیا گیا۔ اور ان لوگوں کی سلامی دی گئی۔ یہی کہے بانا۔ کوڑہ میں
 کی طرح بنایا گیا تھا۔ اور جہاں جگہ جگہ پر ٹھکانے اور قیام۔
 باچا خان نے وہاں بھی عوام سے خطاب کیا۔ اور ان سے متحد و متحد بننے کی بات کی۔ وہیں آپ
 نے یہاں قیمت رٹا کے ان دوپہر کا کھانا کھایا۔ اور کچھ دیر آرام کیا۔

باچا خان کا جہاں ساٹھ چار بجے پہنچے تھے۔ پشاور روانہ ہوا۔ اور مختلف مقامات پر گھومنا پھارنا
 ساٹھ بجے پہنچا۔ ایک ہفتہ پشاور تک یہاں رہے۔ وہاں کی طرف سے سینکڑوں خوش نا
 دروں سے ملنے گئے تھے۔ جنہوں نے ان کو جینے بھیجا۔ جہاں سے تھے۔ وہاں سے تھے۔ وہیں وہ

مقتول تھا۔ راستے میں کئی جگہ باہا خان کو پہنائے پیش کیئے گئے۔

آپ کا بوس جو میوں لیا تھا۔ اب پشاد کے قریب پہنچا۔ تو لوگوں کے ٹانگیں راستے بگڑ گئیں
سمندر کے بوس کو تیزی سے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اب یہ بوس نہایت معمولی رفتار سے پشاد کے
مختلف بازاروں سے گزرتا ہوا لشکر پارک پہنچا۔

یہ بوس سرمد کی تاریخ میں اپنی نظیر آپ کا قدم قدم پر ہزاروں عیدت مند چٹا پتھر پر دھڑکتے
تھے۔ شہروں قبیلوں کوہستوں کے لوگوں نے عید کی سی خوشی منائی۔ بوس پشاد پر پہنچنے سے پہلے
چما لاریاں اور ایک ٹینشن دہی جن میں خدائی خدمت گار سوار تھے مسرت کے فریاد کرتے تھے خدائی
سے گزرتے۔ اس کے بعد معمول نہ بگڑنے والوں کی لڑیاں گزریں۔ کچھ دیر بعد وہ اونٹنوں کا ایک
قافلہ گزرا۔ یہ قافلہ زبوت بگڑنے والوں کا تھا۔ اس کے بعد صیغہ گاریوں کا قافلہ اور پھر موٹر گاڑیاں۔

ان کے درمیان پیادوں سے لڑی ہوئی ایک سفید کار میں باہا خان اپنے عیدت مندوں کے
لغزہ ہائے مسرت کا جواب غمت بھری مسکراہٹ سے دے رہے تھے۔ بوس "کے ہڑتالی" اور
قتلہ خوالی سے ہوتا ہوا لاٹھار کی سڑکی سے ہو کر کلکتہ پارک پہنچا۔ جہاں آپ نے موسم سے
خطاب کیا۔

میرے بھائیو!

ہم بڑی مدت تک ایک دوسرے سے جدا رہے ہیں۔ لیکن ہمارے دل کبھی جدا نہیں ہوئے
ان آخر برسوں میں ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب میں نے آپ کو یاد نہ کیا ہو۔ آپ جانتے ہیں۔ میں
باتیں بہت کم کیا کرتا ہوں۔ اسی لیے کہ میرا عقیدہ ہے۔ کہ جو لوگ باتیں زیادہ کرتے ہیں وہ ترقی نہیں کر
سکتے۔ باتوں سے زیادہ عمل کرنا چاہیئے۔ لہذا میں مختصر الفاظ میں آپ کو بتاؤں گا کہ آپ پر جو اقتدار پڑی
ہے۔ اس کا باعث کیا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا۔ ہم نے اپنی تحریک کا نام خدائی خدمت گار رکھا تھا۔ اور خدا

سے دھوا لیا تھا کہ ہم لوگوں کی جو خدمت کریں گے۔ وہ صرف اللہ کے لئے کریں گے۔ لیکن جب آزمائش وقت آیا تو ہم اس میں ناکام ہوئے۔ اور جو کامیابی ہمیں حاصل ہوئی۔ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ہماری ناکامی کا سبب یہ تھا کہ ہم میں سے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ کامیابی اس کے لئے ہے۔ اس لئے پہنچے جب انہیں حکومت ملی تو انہوں نے وہ تمام وعدے جھٹا دیئے۔ جو انہوں نے مڈائی خدمت کار کی حیثیت سے کئے تھے۔ یہی وہ کمزوری تھی جس کی وجہ سے ہم بدامناً و پڑھی۔ قوموں پر ایسی محبتیں آتی رہتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنی کمزوریوں کو محسوس کریں۔ اور ان کی اصلاح کریں۔ لیکن حسد کا شکوہ ہے کہ اب محبت کا زمانہ گزر گیا۔ تاریکی و ظلمت ہو گئی۔ اور اجماع پھیل گیا۔

ہمیں دونوں میں جیل میں تھا۔ ہر چند آپ کو ڈھکیا دھمکیا جاتا رہا۔ تاہم میرے دل میں کبھی یہ خیال نہ تھا کہ کوئی تاریخی قربت کو دہرائے گا۔ میں کامیاب ہو سکے گا۔ اس لئے کہ مجھے یقین تھا کہ یہ ہمارا ملک ہے۔ اور اس پر ہم ہی حکومت کریں گے۔ اور یہاں کوئی بھی حکومت نہیں کر سکتا۔ میں نے ہمیشہ حکومت سے ہی کہا ہے۔ کہ میرا اصول عدم تشدد یعنی محبت ہے۔ میں تشدد کا قائل نہیں ہوں اس لئے کہ تشدد قوموں میں نفرت پیدا کرتا ہے۔ اس موقع پر آپ کو ایک قصہ سنانا چاہتا ہوں۔ جن دونوں میں جیل میں تھا۔ ان دونوں میں سنے وہاں مریضوں کے بچے ہال لگے تھے۔ مریضوں کے بچوں کو آپ ہانپتے تھے۔ انہیں کو پناہ دینا بھیجتے تھے۔ اس لئے کہ وہ ان سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ انہیں ذبح کرتا ہے۔ لیکن مریضوں کے بچے مجھ سے اس قدر ڈراؤس ہو گئے۔ کہ بچہ ہی میں انہیں جتا۔ نہ ہانپ کر میرے پاس آجاتے۔ اور کوئی لڑکی بیٹھا جاتا تو کوئی کندھے پر چڑھ جاتا۔ ایک دن میں اسی وقت مریضوں کے بچوں کو ذبح کرتے تھے۔ کہ اتفاقاً کمال سمیت جیو مکتب سے غرضی کے ساتھ آکر یہ پھیل دینے لگے۔ یہی تقریب پڑھتی تھی کہ وہ قریب آگئے۔ اور پوچھنے لگے۔ یہ تم کیا کر رہے

میں نے کہا جو تم بچہ ہے سو۔۔۔ یو سے کیا مطلب؟ میں نے کہا تم مجھ کو تو یہ لہا سے بیٹے
ایک سوتی سے۔ تم جانتے ہو مریاں ان کو دشمن سمجھتی ہیں۔ لیکن یہ مریخوں کے بیٹے میرے ہاتھ کیوں
ہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف محبت ہے۔

خیر یہ تو ایک قصہ تھا۔ ویسے میں نے طاقت علیٰ قانون کے زمانے میں مریخوں کو رول جڈل
سے یہ بات کہی تھی۔ کہ حکومت جو ظلم چاہے ہم پر اسے۔ لیکن ہمیں اپنا قصور تو ہٹانے چاہیے۔ میں نے کہا
تشدید کا نتیجہ یہ نکلیں ہوتا کہ اس سے نفرت میں ہے۔ مگر میری بات کسی نے نہ مانی۔ انہوں نے جو چاہا
کیا۔ مگر آپ نے دیکھ لیا کہ پٹنوں کا بن رہا کوئی تختہ باز نہ تھا۔ آج میں نے کہا ہوں کہ حکومت چاہتی
ہے کہ پاکستان قوی کیے۔ اور ایک مضبوط ملک میں جانے۔ قوت پنے قوم کا حق حاصل کرنا ہو
گا۔ اور اسے ہر کام قوم کی رشتہ اور مشورے سے کرنا ہو گا۔ اور حکومت ایسا نہیں کرے گی۔
تو ہم ایک دوسرے سے اُٹھ رہے ہیں۔

وہاں کے لوگ کہتے ہیں۔ مریخ میں سو پہنچی پیدا ہو چکی ہے۔ میں آج ہی یہاں آ رہا ہوں۔
مجھے علم نہیں کہ ایسا ہے۔ تو میں پٹنوں کا قصور نہیں۔ مگر ران کو تو کہتے ہیں کہ میں نے
یہ سلال پیدا کیا ہے۔ اور پٹنوں اور پنجابی کے ساتھ تو برادری ہے۔ وہ ایک حقیقت ہے کہ پٹنوں
اور پنجابی میں نفرت پیدا ہو۔

پٹنوں کے ساتھ نفرت نہیں ہے۔ ان سے نفرت نہیں۔ محبت کرتے ہیں۔ اور محبت
پر مبنی ہے۔

یہ تو راجک ہے۔ میں اس کی ان کی مذمت کے بیٹے بنا ہوں۔ بشرطیکہ وہ جمہور کی باتوں
پر چلیں۔ اور ہر کام لوگوں کی مرضی سے کریں۔ میں یہاں کی تمام جماعتوں سے ٹھیکہ دو خوشی یافتہ ہوا ہوں
ایک جو انسانی ذات کا ہے۔ یا کوئی اور۔ لیکن انہیں کہتا ہوں کہ یہ ہمارا ملک ہے ہم میں آباد

ہوں گے۔ اگر ملک تباہ ہو گیا، تو ہم بھی تباہ ہو جائیں گے۔

حکومت کی ہے، حکومت صحیح ہی ہمارے قدموں میں ہے مگر ہم قہر نہیں کرتے، اس لیے کہ
آپ حکومت نبھانے کے لیے ہیں، میں اس وقت تک حکومت نبھانے کو تیار نہیں ہوں جب تک
آپ میں حکومت نبھانے کی طاقت پیدا نہیں ہوئی۔

مجھے کے افغانی پشتو کے مشہور شاہ مجمل غیب کی یہ نظم تو فطرت پرانی تھی۔ میں نے حافظین
پر بعد کا سالانہ لٹری کر رہا۔

غزافانہ ستارہ ہم سر جہنم کا تھی ہر کہہ شا

اسے غزافانہ تیری آمد سے ہم میں زلزلہ آگن ہے خوش امید

اور فغانی پشتو نظم پڑھی میں کا مصرعہ تھا۔ کہ پشتو لوگ بابا ہر کہہ (پشاور) کے باب

غیبت آئے ہوں

ادھر چاقان کو سرحد میں دہلے کی اہانت تھی، امریک

یٹنی یونٹ فرنٹ اقام

یونٹ کو اعلیٰ شکل میں لے آئی تھی، آپ فغانی نے سرحد میں ایک سٹ

پشاور پر صاحبان کی غیبت اور اسباب غیبت فغانی سے مل کر سرحد میں یٹنی یونٹ فرنٹ بنایا، وہ

نہایت کج صحیح بنانے پر اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں، اس کے بعد یہ کا دوہ لیا، اور تقریروں اور خطے

میں سوں کی صورت میں ایک یونٹ کے خلاف ایک ہتھیار پکڑ دیا۔

آپ مرکز میں رہے، اور انقلاب میں بہت حق، نام علم کی جگہ کو رہیں، بعد میں سرحد میں

سنبھال لیا تھا، وزیر خزانہ پر مہر کی عمر تھی تھی، میں نے کچھ دنوں بعد انہیں ہٹا کر نئی پالیسی کوئی ایک کے

کنوینشن میں شہید سرحد دی کو فغانی غلبہ علی و قہر ہاں سونپ دیا گیا۔

ادھر میری میں پارلیمنٹ کے خصوصی اجلاس کے بعد صوبہ سرحد کے وزیروں میں سے ایک

کو یہی یقین دلایا گیا کہ مغربی پاکستان کا وزیر اعلیٰ اسے بنایا جائے گا۔ چنانچہ مری سے واپس پر محمد اہل کے بھوس میں سردار محمد شہید وزیر اعلیٰ سرحد نے ایک یونٹ کی تجویز پیش کی۔ جو پاکستان جوگئی۔ اور اس طرح سارے پاکستان میں اس نے سب سے پہلے یہ تجویز پاس کرانے کا سہرا حاصل کیا لیکن صرف چند دنوں بعد ہی جب انہیں معلوم ہوا کہ مغربی پاکستان کی وزارت اعلیٰ کا منصب ڈاکٹر خان صاحب کو مل رہا ہے، انہ ان کے بیٹے امام قحطی کی عین کون کنجائش نظر نہیں آتی۔ تو سردار شہید اور میاں جعفر شاہ سردار لی وزارت سے مستفی ہو کر ایک یونٹ کی حکم وحدت کرانے لگے۔

اس عہدی دور کے بیٹے یہاں سردار بہادر کو گورنر بنا کر بھیجا اور پھر یونٹ بن گیا۔ اور ڈاکٹر خان صاحب اس کے وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اور شفاق احمد لڑائی کو گورنر بنایا گیا۔ اور پھر ڈاکٹر خان صاحب نے ری پبلکن پارٹی کے نام سے ایک جماعت بنا ڈالی جس میں تمام اقتدار پرست مسلم لیگ جمع ہو گئے۔ اور بعد میں سردار شہید اور میاں جعفر شاہ نے بھی مسلم لیگ کو چھوڑ کر ری پبلکن پارٹی کو اپنا لیا۔ چنانچہ سردار شہید بھی مغربی پاکستان کی کابینہ میں وزیر اعلیٰ بن گئے اور میاں جعفر شاہ کو مرکزی وزارت میں جبر دیا گیا۔

باپا خٹان کا عدالت عالیہ میں تحریری بیان

فخرافزہ خان بہادر خٹان نے جن پر تعزیرات
 پاکستان کی دفعات ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵ اور ۱۵۳-۱ کے
 تحت مقدمہ چل رہا تھا۔ ۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کو مغربی پاکستان
 کی عدالت عالیہ میں ایک تحریری پیش کیا اس قریبی
 بیان کا متن تدریجاً یہ ہے۔

مائی لادو رجناب (۱۹۱۱ء)

یہ دولہہ کیا ہوتا ہے۔ کہ پاکستان اعلیٰ تعلیمات پر مبنی ایک اسلامی جمہوریہ ہے۔ حدیث شریف میں یہ ہے۔ کہ ایک عالم اور مجسمے مونس رہا جو سلطان کے سامنے کھڑی ادا کرنا بہترین ہمارا ہے۔ میں نے سب اہل اللہ علیہ السلام کے ایک اہل پیروکار کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر زمانہ ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ بھناپ داد کے سامنے یہ حدیث بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ میرے مقدسے کا فیصلہ کرتے وقت یہ حدیث آپ کے سامنے رہے۔ جو دوزخ میں جلاوت دیکھے کہ میں اپنے مقدسہ اپنے کام اپنی زندگی اور اپنی سسرال کے متعلق چند حقائق میں اس کی حالات کے سامنے پیش کروں

میں نے جب سائنس میں میٹرک لینے کا امتحان دیا۔ تو میرے والد

ابتدائی حالات | کی خواہش یہ تھی۔ کہ میں انھیں ہمارے بغیر اس کی تعلیم حاصل کروں۔ ہم دو بھائی ہیں۔ ہم میں سے ایک جو اب ڈاکٹر خان صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ اس زمانے میں انھیں میں تھے۔ اور وہاں ڈاکٹری کی تعلیم پڑھتے تھے۔ اس سوج بونوں میں سے صرف میں گھر میں تھا۔ میری والدہ مجھے محنت سے پڑھانے لگیں۔ چنانچہ میں نے اپنی والدہ کی خوشنودی کی خاطر باہر جانے کا خیال ترک کر دیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا۔ کہ اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔

اس زمانے میں میری قوم تھیں۔ یہی تھی۔

میں سکول نہیں تھے۔ ان کوئی سکول تھا بھی تو ان سکولوں میں تعلیم دینے کے خلاف تھے۔
ان کا خیال تھا کہ یہ سکول بنگالیوں نے قائم کیے ہیں۔ اور وہ ان تعلیم حاصل کرنا کفر ہے۔

تحریک شناخت | چنانچہ قریباً ۱۹۳۰ء کے پینے بعض رفیقوں کے تعاون سے میں نے
ایک مسلم مدرسے کے قیام کی تحریک شروع کی۔ بعد میں ہم اسی سکول
قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہیں اثنا عشر شناخت کا آغاز ہوا۔ اور اس کے ایک سال
کی حیثیت سے میں اس میں شامل ہو گیا۔ اس تحریک کے دوران میں مجھے تین سال قید و سختی
کی سزا دی گئی۔ اس مرحلے پر میں نے یہ محسوس کیا کہ اگرچہ ہماری تعلیم صورت حال میں اصلاح کے
بکھڑا ہوا ہو چکا ہے، لیکن ہمارے سماجی حالت بہتر نہیں ہیں۔

خدائی خدمت گار | کچھ عرصہ بعد میں نے خدمت گار تحریک شروع کی۔ یہ ایک عام
سماجی اور اخلاقی تحریک تھی۔ اور اس کا مقصد ان بڑی رسوم کا
تخلع تھانہ تھا۔ جو اس وقت ہماری قوم میں رائج تھیں۔ لیکن اسی تحریک کی سرچند بیٹے بھی
نہیں ہوئے پال تھی، کہ حکومت نے اسے لکھا۔ کہ کیا یہ امر میرے بیٹے بڑا تکلیف دہ تھا
حکومت نے اس تحریک کو لکھنے کے لئے یہ فیضان فی رفیقوں سے کام لیا۔ ان میں انہیں بیان
بیان کرتے، کہ اسے بھی شرم نہ ہوگا۔ ہوں۔
کئی سال گزر گئے۔

سن ۱۹۳۵ء میں میں نے اپنے آپ کو لبرل پریس میں جوبس پایا۔ یہ میں اس وقت
بنجاب کے میاں قید پور کے قون کی حیثیت رکھتی تھی یہاں اس سے ایک دو چھوٹے ساتھی
ہم سے ملے آئے۔ وہاں ہوں نے ان نظام کی خصوصیات کو بیان کیا جو انگریزی حکومت
ہماری قوم پر توڑ رہی تھی۔ ان کے تئیں ان کو نہیں بہت مدد ملتی۔ وہ اس میں اصلاح شروع

کے بعد ہم نے اپنے دوستوں کو ہدایت کو کہ دو ذیلی، روم اور شملہ جائیں، اور کلم یب اور
دوسری کلم تینوں کے لیڈروں سے رخصت کلم کریں انہیں ہم اپنا مسلمان بھائی سمجھتے تھے
اور ہمیں بڑی امید تھی کہ وہ اس خوف ناک صورت حال میں ہماری مدد کریں گے، کچھ عرصہ
میرے دوست واپس آئے اور انہوں نے بتایا کہ کلم یکا سے ہماری مدد کے لئے تیار نہیں ہے
لیونکہ ہماری جنگ انگریزوں کے خلاف ہے اور مسلمان لیڈر انگریزوں سے لڑائی چھیڑنے
کے حق میں نہیں ہیں۔

اس کے بعد ہمارے ساتھی لاگڑیسی رہتاؤں کے پاس پہنچے۔ لاگڑیسی
لاگڑیسی سے تعلق لیڈروں نے ان سے کہا کہ اگر ہم لاگڑیسی کی حمایت کریں، تو وہ بھی
 ہماری مدد کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ یہ تھے وہ حالات جن کے تحت ہم نے لاگڑیسی سے تعلق
 قائم کیا، اور اس طرح انگریزوں پر ہے، قنواوی اور شکاب کے باعث ہماری سماجی تحریک
 ایک سیاسی تحریک میں تبدیل ہو گئی، لیکن اب بھی اس میں وہ ملک کی دوسری ہم عصر
 سیاسی تحریکوں میں بے تفریق تھا، ہماری تحریک نے یہی بن جانے کے باوجود اپنی مذہبی اور روحانی
 خصوصیات اور سماجی و اقتصادی صورت کی نوعیت پر قرار رکھی۔

ہم نے وہ حالات جن کے تحت ہم لاگڑیسی میں شامل ہوئے تھے، اس لئے بیان کیے
 ہیں، کہ پنجاب کے بعض اخبارات نے جی ڈیس بدنام کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں، اور
 وہ ہیں لاگڑیسی کہہ کر ہمارے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہے ہیں، فعلی پر ہم تھے ہا کلم یکا
 اس کا اندازہ کرنے کے لئے ان حقائق پر پوری طرح سوچ بچار کی ضرورت ہے، ہم تنہا
 انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، ہمیں مدد کی ضرورت تھی، اور ان حالات میں جب کہ کلم
 یکا اور مسلمان لیڈروں نے مدد دینے سے انکار کر دیا تھا، ہم لاگڑیسی سے اتحاد کے سوا اور کیا

راستہ اختیار کرتے تھے؛

نون کے ملاقات

۱۹۳۱ء میں جب گاندھی اردن معاہدہ ہوا۔ تو مجھے اور میرے
 دوستوں نے فتنے کا رونا کر دیا گیا۔ اسی سال کے آخر میں مجلس علم
 کا اجلاس شملہ میں منعقد ہوا جس میں میں نے بھی شرکت کی۔ شملہ میں کسی کالج کے ایک طالب علم
 نے یہیں بیس موملی میں دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا۔ دعوت میں سرفیروز خان نون بھی موجود تھے۔
 محاسن وقت بہاب کی ملاقات کے ایک رکن تھے۔ سرفیروز خان نون نے مجھ سے کہا کہ ہم
 نے کانگریس میں شال ہو کر انہیں بنیادی سے میں نے نہیں بتایا کہ انگریز ہیں لیکن چاہتے
 تھے۔ اور چونکہ ہم تنہا ان کے مقابلے کے اہل نہیں تھے۔ اسی لئے ہمارے پاس اس کے سوا
 اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ سب سے پہلے ہم نے مسلم لیگ سے مدد
 کی وجہ امت کی تھی۔ ہم مسلم لیگ کے یٹروں کو اپنا مسلمان بھائی تصور کرتے تھے۔ اور یہیں امید تھی کہ
 وہ ہماری مدد کریں گے۔ لیکن جب انہوں نے یہیں مدد دینے سے انکار کر دیا۔ تو ہم نے
 کانگریس کی طرف دست تعاون برعیاں اگر سرفیروز خان نون اور مسلمان یٹرو مسلمانوں کی تباہی نہیں چاہتے تو اب بھی
 کوئی شخص نہیں ہوا جناب کے مسلمانوں کے یٹروں کو بہت سا اتحاد اور پیہنیت تھی کہ ہم ان یٹروں کی افواجی مالکیت
 اور آزادی کے خواہش مند تھے۔ اور اگر مسلمان یٹرو۔ جدوجہد آزادی میں شال ہونے کے لئے
 آمادہ ہوتے۔ تو ہم بھی ہباتا گاندھی کو چھوڑنے اور کانگریس سے مستغنی ہونے پر تیار تھے۔ میں نے
 سرفیروز خان نون سے کہا کہ انہیں اپنا سرکاری عہدہ چھوڑنا پڑے گا۔ تاکہ صاحب نے
 کہا کہ دو اس ضمن میں اپنے وقتائے خاص سے معذور شمس کے بعد مجھے جواب دیں گے۔
 مجھے اس جواب کا آئی بھی انتساب ہے۔

۱۹۳۲ء میں سندھ مسلم فلاحیات کے دوران پٹنہ میں یہی ملک صاحب سے اتفاق

حادثات ہو گئی۔ وہ اس وقت مسٹر پونس کے ہوٹل میں تھے۔ انہوں نے مجھے پوچھا کہ اب میرے تاثرات کیا ہیں۔ میں نے کہا کہ میرا جواب اب بھی وہی ہے۔ جو میں پہلے دے چکا ہوں

پاکستان کا نظریہ | میں پاکستان کے نظریہ کا کسی مخالفت نہیں تھا لیکن پاکستان کے بارے میں میرے اپنے مقننات قدرے مختلف اور نئے تھے۔ سہاؤن

کے دامن کا میرے ذہن میں برقرار تھا۔ اس کے تحت پنجاب اور بنگال کی تقسیم اسی طرح ممکن نہ تھی۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا کہ بہت سے مسلمان یٹروں کا یہ دعوے غلط پر مبنی ہے۔ کہ وہ پاکستان کے قیام کا مطالبہ مسلمان عوام کی خاطر کر رہے ہیں۔ میرے نزدیک ان میں اکثر انگریزوں کے چھوٹے۔ انہوں نے ہدف میں نہیں مسلمان عوام یا اسلام کی خدمت نہیں کی تھی۔ اور نہ ان مقاصد کے لیے کوئی قربانی ہی دی تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ لوگ پاکستان اور اسلام کے نام پر عوام کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ محض اپنے اپنے پاکستان حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور وہ اس مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ میری رائے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی اسلامی مذہبی نہیں۔ بلکہ اقتصادی تھی۔ اور میں سمجھتا تھا کہ انگریزوں نے اس لڑائی کو زیادہ پیچیدہ بنا دیا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ انگریزوں کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد جب ملک آزاد ہوگا۔ اور ایک قومی حکومت قائم ہوگی۔ تو تمام ذمہ داری ہمارے کاندھوں پر آ پڑے گی۔ اس کے بعد بہت بہتہ خنہ بدلی جائے گی۔ اور ہمارے آپس کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ لیکن اس وقت بھی عداوت بہتر نہ ہوئے۔ اور یہ محسوس کیا گیا کہ ہم ملحق نہیں ہیں تو پھر ہم ہندوؤں سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور ہم دیکھ سکتے تھے کہ انگریزوں کی خودمختاری کا اصولی تقسیم کی جاتی تھی۔ اور مسلمانوں کو یہ حق حاصل تھا کہ اگر ان کی اکثریت مرکز سے میرا فیصلہ کہے تو وہ خود مختار مملکت بن جائیں۔

شہد کافر نس | موہن پسر میں مسلمان آباد ہیں۔ ہمارے ہندوؤں سے کوئی جھگڑا نہیں
 تھا۔ کانگریس میں ہم پر کچھ بکتے تھے اُسے منہ کر لیا جاتا تھا۔ اس جانب
 سے میں کسی مخالفت کا سامنا نہیں کرنا پڑا کیونکہ وہ کانگریسی ہیں اس بات کا اعتراف کرتے
 تھے کہ ہم نے جہد آزادی میں ہر ممکن قربانی پیش کی ہے۔ اور ملک کی آزادی کے لیے ہمیشہ
 سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ شہد کافر نس میں جب ایک بنیادی مسئلہ پر شدید اختلافات
 رونما ہوئے تو میں نے سردار عبدالرب شتر سے مذاقات کی۔ اور ان سے کہا کہ مٹر گاندھی
 مسلمانوں کو ان کے ذاتی حقوق سے زیادہ دینے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ مٹر جناح کانگریس کی مخالفت
 ترک کر دیں۔ میں خود مسلمانوں کے تمام مطالبات کی تکمیل اور ان کے حقوق کی ضمانت دینے
 کے لیے تیار تھا۔ اس پر سردار صاحب مٹھنات سے شور مچانے لگے۔ اور انہیں
 قاتل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ان پر غالب نہ آ سکے۔ اور کافر نس ختم ہو گئی۔

ہندوستانی قید ریش | متعدد ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان آباد تھے۔ اور میں
 سمجھتا ہوں کہ اتنی بڑی تعداد کو آسانی کے ساتھ زیر نہیں
 کیا جاسکتا۔ میری رائے تھی کہ کوئی طاقت نہیں دبا دہنیں کر سکتی۔ لیکن اگر کسی نے
 انہیں غلام بنانے کی کوشش کی۔ اور ہمارے گلوں میں اس کی جھانک پڑ گئی۔ تو پھر ہم عہدہ
 ہو جائیں گے۔ اسی خیال کے تحت میں اس نقطہ نظر کا حامی تھا۔ کہ اگر کانگریس ہماری شرائط
 تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اور اس بات کا یقین دلائے۔ کہ ہندوستان کی آزاد حکومت
 ہی چاہیے ہوگی۔ تو مسلمانوں کو مجوزہ ہندوستانی وفاق میں شامل ہو جانا چاہیے۔ اور اس میں
 ان کا مفاد مضرب ہے۔ میرے نزدیک سوشلسٹ ہی چاہیے کہ حکومت میں مسلمانوں کے لیے
 سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ وہ بہ حیثیت قوم ہندوؤں کے مقابلے میں غریب مسلمانوں سے

تقی کہتے تھے۔ اگر کانگریس ان شرائط کو مقبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتی۔ تو ہم مسلم اکثریت کے
 مسرووں میں مزدوری فیصلے کو کے فیڈریشن سے عہدہ کی اختیار کر لیتے۔ میں اب بھی اس بات پر
 یقین رکھتا ہوں کہ اس طرح ہم فائدے میں رہتے۔ کیونکہ اس منصوبے میں پنجاب اور
 بنگال کی تقسیم کی کوئی تجویز شامل نہیں تھی۔ لیکن ہندوستان کے مسلمانوں نے میرے اس
 مشورے کو ردِ غور اختیار نہ کیا۔ اور مجھے ہندو گردان پائی۔

ہندوستان اور پاکستان کے قیام کے موقع پر ایک انٹرویو تک ایسا کھیل گیا تھا کہ
 افراد نقل و حرکت کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں چلے گئے۔ مادہ ہزاروں بے گناہوں کو
 موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اتنی بھاری تعداد میں لوگوں کے ترک وطن سے جو صورت حال پیدا
 ہوئی۔ اس سے مبدہ ہوا ہونا حکومت کے سامنے کوئی آسان بات نہیں تھی۔ بیشتر افراد کے پاس
 سرچھانے تک کو بک نہ تھی۔ اور بہت سے لکھنؤ کی بدانتظامی کی پینٹ چھوٹے لکھنؤ
 میں مصیبت اور بڑی کا دور دورہ تھا۔ لوگوں کو جتنی جوتیں میسر نہیں تھیں۔ ان کے پاس اور
 زمینوں کی دیگر مال کیے کے لئے چند افراد ہی آگے بڑھے تھے۔ ان ہی دونوں نے صاحب
 محمد حسین مظاہر کے مرکزی ہیڈ کوارٹر سرحد باب پہنچے۔ وہ سٹیشن میں میرے ساتھ چلے گئے۔ وہ
 چلے گئے۔ انہوں نے مجھ سے جملہ شرائط شروع کر دیا۔ اور کہا کہ ہم اپنے آپ کو خدائی خدمت گار کہتے
 ہیں۔ میں لاہور جا کر مہاجرین کا دل کو درد بنانا چاہیے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں مہاجرین کی
 خدمت کے لئے تیار ہوں۔ لیکن کوئی بھی مجھے خدمت کی اجازت نہیں دے گا۔ وہ تارا من
 ہو گئے۔ اس پر میں نے انہیں شورو دیا کہ وہ لاہور جائیں۔ اور یہیں مہاجرین کی خدمت
 کی اجازت دلا دیں۔ اگر وہ اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اور اس کے بعد ہم
 انکار کریں۔ تو پھر وہ غلطی کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ انہوں نے میری تجویز مان لی۔ اور

ہا جو ردانہ ہو گئے۔ لیکن ایک ماہ بعد نا کام واپس آئے۔ اور اعتراض کیا کہ میں نے جو کچھ ان سے کہا تھا، صرف بھرت درست تھا، لیکن اب بھی مسلمانوں میں ہمارے خلاف کلمہ چلا رہی تھی۔

محمد حسین صاحب نے کہا یزیدوں کو یہ اندیشہ بھی ہے، کہ ان میں قوام کی خدمت کا موقعہ دیا گیا۔ تو ہم انہیں متاثر کریں گے، اور اس طرح ان یزیدوں نے ہمارے خلاف پروپیگنڈے کی جو ہم شروع کی ہے، اس پر پانی چرمانے لگے بتایا گیا، کہ اگر یہ کمیونسٹ ہیں تو ہم کسے انوں کی شدید کئی ہے، لیکن اس کے باوجود وہاں ہمارے بے کوئی گمان نش نہیں۔

وزارت بنانے کی پیش کش | پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد سر جارج گائڈریس نے میرے چہلے گورنر بنے، وہ ایک تہہ اور ہوشیار، برطانوی انفر

تھے، اور ان کا شمار مسلم میسوں کے قریبی معاونوں اور باخود دوستوں میں کیا جاتا تھا، وہ آٹھ سال سے میرے صوبے کے گورنر تھے۔ انہوں نے چند مہینوں تک صورت حال کا مطالعہ کیا، اور اس کے بعد میرے بیٹے مہد خنی کی معرفت مجھے پیغام بھیجا، کہ میں مسلم لیگوں اور مسلمانوں کی خدمت جموں پر مشق اور غلط حکومت کے قیام پر رضا مند ہو جاؤں، میں نے ان سے کہا کہ مسلم لیگ اس پر بھی آمادہ نہیں ہوگی، ہم خدمت اور تعمیر نو کے کام پر تھیں، تھے جب کہ مسلم لیگ قوام پر حکومت کی خاطر عمول اقتدار کی خواہش مند تھی۔ سر جارج نے کوشش نہ کی ہو گئی، میں نے گورنر کو بتایا، کہ اگر ایک قومی فہم نہ ہو تو اس کے لئے کام کرے، تو ہم حکومت میں شامل ہونے بغیر اس سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ہمیں اس قسم کی خدمت کا بھی موقعہ نہیں دیا جائے۔

پختونستان

سندھ میں جب میں پاکستان پارلیمنٹ کے اجلاس میں پہلی بار شریک ہوا، تو میں نے اعلان کیا کہ چونکہ ہونا اتحاد چاہیے پاکستان ہم سب کا مشترکہ ملک ہے۔ اگر ہر اقتدار طبقہ میں ملک کی خدمت کا خواہش مند ہے تو ہم ہر مطلوبہ طریقہ پر اس کے ساتھ تعاون کریں گے۔ میں حکومت پر کسی قسم کے اعتراضات کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے پیش کش کی کہ اپنی اعتراضات ہم خود ہی برداشت کریں گے۔ ہم ملک کی پرفلو من خدمت کے سوا اور کسی چیز کے خواہش مند نہیں تھے۔ میری تقریب کے دوران خواب زادو بیاقوت علی خان نے مجھ سے پوچھا کہ پختونستان سے میرا مطلب کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ پختونستان نہیں بلکہ پختونستان ہے اور یہ صرف ایک نام ہے۔ انہوں نے پھر دریافت کیا کہ یہ نام کس قسم کا ہے؟ اس پر میں نے کہا کہ جس طرح پنجاب، بنگال، سندھ اور بلوچستان پاکستان کے عنوانوں کے نام ہیں اسی طرح بلوچستان کے نمونے کے اندر ایک نام ہے۔ میں کمزور کرنے کے لیے انگریزوں نے اپنے عہد اقتدار میں ہمارے حوالے کے جتنے بزرے کر دیئے اور ہمارے علاقے کا نام نکال دیا۔ ہم اپنے پاکستانی مسلمان بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ براہ کرم وہ اس ناانصافی کا ازالہ کریں۔ جو انگریزوں نے ہمارے ساتھ کی ہے۔ پختانوں کو متہم کریں۔ اور ہمیں پنجاب کی طرح ایک نام دیں۔ کیونکہ جو پنجاب کا نام دیا جاتا ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں پنجابی بستے ہیں۔ اسی طرح بنگال، سندھ اور بلوچستان سے ان علاقوں کا تصور ذہن میں آ جاتا ہے جہاں علی الترتیب بنگال، سندھ اور بلوچ آباد ہیں۔ ہم بھی صرف اسی طرح کا ایک نام پاکستان کے ان علاقوں کے لیے چاہتے ہیں۔ جہاں پشتون بستے ہیں۔

قائد اعظم سے ملاقات | اس کے بعد مجھے قائد اعظم نے ملاقات کی دعوت دی۔
 اور ہم کھانے کے بعد بڑی دیر تک بات چیت میں
 مصروف رہے۔ میں نے اُن سے کہا: آپ بھی ملت جاستے ہیں۔ کہ ہماری تحریک معاشرتی
 اصلاح کی تحریک ہے۔ لیکن انگریزوں کی بدمنوائیوں کے باعث یہ ایک سیاسی تحریک بن
 گئی ہے۔ اب جب کہ ملک آزاد ہو چکا ہے۔ میری رائے یہ ہے۔ کہ ہماری قوم میں اس وقت
 ایک صحیح سیاسی شعور پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ سماجی اعتبار سے پس ماندہ ہے۔
 پس ماندہ عوام میں جمہوریت نہیں پنپ سکتی۔

قائد اعظم بہت خوش ہوئے۔ اُنہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور کہا۔ کہ وہ مجھے ہر
 قسم کی مدد دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے درمیان ایک سمجھوتہ ہو چکا تھا۔

سیدیں مکمل | کچھ ہی سے دکان ہوتے وقت قائد اعظم نے مجھے بتایا کہ وہ صوبہ
 سرحد کے آئندہ دورے میں سوچا ہوا سفر کرنے سے ملاقات
 کریں گے۔ آپ نے اپنے لیے ٹوٹ کاتنے کے کچھ چھوٹے تیار کرنے کا بھی حکم دیا۔ اور اگر
 ظاہر کیا۔ کہ وہ چھوٹے بہت جلد اُن کو پہنچا دیئے جائیں گے۔ ہم دونوں قوم کی سماجی اور
 اقتصادی تعمیر و ترقی کے ایک پروگرام پر عمل درآمد کے لیے جی متفق ہو گئے تھے۔ جب میں اپنے
 صوبے میں پہنچا۔ تو یہ سب سے زیادہ چیزیں چھوٹے وقت کے کار کے سامنے پیش کیں۔ اور اُن
 سب نے میری تائید کی ہم نے اپنے مرکزی ہیڈ کوارٹر میں قائد اعظم کے استقبال وصال
 کے عزادیں ایک شاندار دعوت دینے کا فیصلہ کیا۔ اور بیٹھے پایا کہ اُن سے اُن کے
 اسی تہذیب کے شلمان شان سلوک کی باتیں۔ میرے صوبہ سرحد پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد ذاتی
 کریموں کے دستاروں اور انگریزوں کو اس حقیقت کا علم ہوا۔ اور ان میں کھلبلی مچ گئی۔

وہ جانا چاہتے تھے۔ کہ یہ سب کچھ کیسے بڑا۔ انہیں خطرہ تھا۔ کہ اگر قائد اعظم اس سمجھوتے پر قائم رہے۔ جو انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ تو پھر ان کے لئے کوئی جگہ ہوتی نہیں ہے گی۔ اس زمانے میں میرے صوبے کی تمام عہدیداریاں میوں پر انگریز قابض تھے۔ میں نے اپنی پارلیمنٹ میں مطالبہ کیا کہ پاکستان میں گورنروں اور مختلف محکموں کے سربراہوں کے اعلیٰ عہدے انگریزوں کو دئیے جائیں۔ اس بات سے مرحوم یاقوت علی خان بھی متحرک و بہت ناراض ہوئے۔ لیکن اس سے میرے صوبے میں انگریزوں کو بہت زیادہ تشویش لاحق ہوئی۔ چنانچہ ان ایسڈروں اور انگریزوں نے ایک سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی۔

اسی دوران میں سرسے ڈی۔ ایف ڈنڈاس نے صوبہ قائد اعظم کا دورہ سرحد پر مد کے گز کی حیثیت سے سرکاری کنٹینر کی جہاز سے لے لی تھی۔ جب انہیں قائد اعظم سے میرے سمجھوتے کا علم ہوا۔ تو انہوں نے خاص طور پر اپنے ایک پیغام پر کو بذریعہ خیابہ کراچی بھیجا۔ اور قائد اعظم پر زور دیا۔ کہ وہ کسی حالت میں بھی غذائی خدمت گارڈوں کی میزبانی قبول نہ کریں کیونکہ اس طرح ان غذائی خدمت گارڈوں کی سادہ برآمد کی جائے گی۔

چنانچہ جب قائد اعظم صوبہ سرحد کے دوسرے پتے گئے تو ہمیں ان سے ملاقات کا کوئی موقع نہ دیا گیا۔ مسلم لیگیوں نے آپس میں سازش کر لی۔ اور ان میں سے جو بھی قائد اعظم سے ملا۔ اس نے انہیں یہی بتایا۔ کہ ہم انتہائی خدشہ رکھتے ہیں۔ اور ہم انہیں اپنے مرکزی ہیڈ کوارٹر میں لے جا کر قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ اور یہی اس سازش میں شریک ہو گیا۔

ان لوگوں کی چال کا مہاب رہی۔ وہ قائد اعظم نے ہماری دعوت قبول نہیں کی تھی ایک خط کے ذریعہ مطلع کر دیا تھا۔ کہ قائد اعظم نے کسی فیر سرکاری تقریب میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مگر وہ حقیقت انہوں نے کسی فیر سرکاری تقریب کے لئے دعوت قبول کی۔ دوران میں شریک ہوئے۔ لیکن ہماری دعوت مسجوں کرنے سے انکار کے باوجود وہ گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں غذائی خدمت گارڈزوں سے ملاقات کی چاہتے تھے۔

اس پر ہم سب نے اکتے ہو کر آپس میں صلاح و مشورہ کیا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ تمام غذائی خدمت گارڈوں

قائد اعظم سے ایک ملاقات

کی جانب سے میں قائد اعظم سے ملاقات کروں۔ چنانچہ میں ان سے ملا اور ہم دو گھنٹے تک بات چیت کرتے رہے۔ میں نے ٹھٹھو کے دوران میں یہ محسوس کیا کہ ان کے ساتھیوں نے ان کے ذہن کو محسوس کر رکھا ہے۔ میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر میں سنان ہوں تو میری تمام قوت نکل رہی ہے۔ اور چونکہ وہ مسلمان ہیں۔ اس لیے میں ان کی تمام قوت کو پہنے لیے وقت کا سرچشمہ مقصود کرتا ہوں۔ اس پر انہوں نے مجھ سے شکریہ ادا کیا اور انہوں نے دعوت کی۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ ریسرچوں چاہتے ہیں۔ اور یہ وہ بکے دم کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا اس بات کے خوش مند ہیں کہ میں بھی مسلم لیگ کی مسرور ہے مسرور ہو جاؤں۔ مسلم لیگ لیڈروں کی اکثریت "قانون" ادا کیا ہوا ہے۔ اور انہوں نے قوم کی کبھی کوئی خدمت نہیں کی۔ یہ لوگ ہمیشہ انگریزوں کے چاہوس اور صیغہ رہے ہیں۔ قائد اعظم نے اپنی بات پر مصر کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ ان کے گرد و پیش جو لوگ ہیں۔ وہ اتنے خود غرض ہیں کہ چاہاں کہیں بھی ان کا اپنا مفاد ہوتا ہے وہ ان کا مفاد ہے۔ ان کے نام پر جان نہیں کرتے۔ مگر وہ ان کے لیڈر ہی نہیں۔ بلکہ

کو زہنزل بھی ہیں۔ قائد اعظم نے مجھ سے اس کا ثبوت طلب کیا۔

میں نے نہیں بتایا کہ ہندو یہاں کروڑوں روپے کی جائدادیں
مستردہ املاک کی ٹوٹ پھوڑ گئے تھے۔ یہ جائدادیں سکیم لیکوں نے ٹوٹ لی ہیں۔ یہ جائدادیں

پاکستان کی ملکیت ہیں لیکن اس کے بعد ہندو ایڈم پائی بھی حکومت کے حوالے کرنے
 کو تیار نہیں۔ یہی قائد اعظم کو دعوت دی کہ دو بجے کو ایک بجہ ایڈم پائیں۔ جس نے ٹوٹ
 میں سحر نہ کیا ہو۔

قائد اعظم کے مزید مصرعہ پر میں اس بات پر رضامند ہو گیا کہ تمام اورو
پارٹی کی مسترداؤ اپنے دوستوں کے سامنے پیش کروں گا۔

اس کے بعد میری پارٹی نے اپنے جاکس میں ایک قرار نامہ منظور کیا جس میں کہا گیا تھا
 کہ ہم جمہوریت پسند ہیں۔ اور ہم نے آزادی اور جمہوریت کے لیے جدوجہد کی ہے۔ ہم کسی اور پارٹی
 کی ہدایت پر اپنی پارٹی ٹوٹنے کے لیے رضامند نہیں ہو سکتے۔

کہا جاتا ہے کہ سوہاگہدے روائی کے وقت قائد اعظم نے خان بہادر سید غلام
 سرا سے بڑی اہمیت کو صورت حال سے عہدہ برائے ہونے اور ہندی قریب کو کچنے کے
 لیے مکمل اختیارات دے دیئے تھے۔

کالی جیسے سے میں کواٹ اور جنوں نہیں گیا تھا۔ اور لوگوں کی تلاش تھی کہ
سزا میں اس حد تک کہ دو روزوں پہنچا پھر جو شہر کو میں ناجو اور میرٹھی

مالا لوں کے تہراہ جنوں روانہ ہوا۔ بہادر خیل پہنچنے پر ہم نے دیکھا کہ پوسٹ نے سڑک روک رکھی
 ہے۔ مجھے اور میرے دھڑے ساتھیوں سے کہا گیا کہ ہم جی کاسے چنے آؤ آئیں۔ اس کے بعد
 ہمیں میری تحویل سے جایا گیا۔ جہاں تمام دن ٹھہرا دیا گیا۔ شام کو دوپہر لکھنے کو باٹ

وہاں پہنچے۔ مجھے اُن کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے چھوٹے ہی مجھ سے ضمانت پیش کرنے کو کہا۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کی ضمانت چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں پاکستان کے خلاف ہوں۔ جب میں نے اس کا ثبوت مانگا۔ تو وہ کہنے لگے کہ بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ضمانت پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر انہوں نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ اور مجھے تین سال قید ہاشمت کی سزا دی۔ مجھے اپنے مختار دوستوں سے ملنے یا اپنی مزدوری اشیاء لینے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ اور منگھری جیل بھی دیا گیا۔ جہاں میں نے اپنی سزا کے دن کاٹنے مجھے سزا میں وہ معافی بھی نہیں دی گئی۔ جو جیل کی طرف سے مل کر تھی ہے۔ اور جب میں پوری سزا جلت چکا۔ تو سلسلہ کے بھال ریویش کے تحت مجھے پرنسپل ہند کر دیا گیا۔ اور اس طرح جیل سے ۱۹۵۲ء سے پہلے مجھے ران نصیب نہیں ہوئی۔

مسئلہ کشمیر | کشمیر کے مسئلے میں میں نے دوبارہ اپنی خدمات پیش کیں۔ پہلے ہر قائد اعظم کی زندگی میں اور دوسری دفعہ اُن کی موت کے بعد۔ فلین دونوں مواقع پر میری پیشکش قبول نہیں ہوئی۔ برسرِ وقت کہ اگر کشمیر کا مسئلہ ہمارے ذمیت ہے کر لیا گیا۔ تو مسلمان عوام کے دلوں میں ناسے مشتق پیچے ہذات پیدا ہو جائیں گے۔ اور ہم ان کے وقار کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ عوام کو اب زاد و باقت مل خان نے ہائے دو رنگان اسل سے ہمارے قائد اعظم کی وفات کے بعد وہ کوئی سیاستمدار نہیں چاہتے۔ جو عوام کے ذہنوں پر قبضہ کرے۔ ایک اور موقع پر نواب صاحب نے قلم نگاری میں مجھ سے ملنے آئے۔ ہم نے دوسرے امور کے علاوہ مسو کشمیر پر بھی بات چیت کی۔ میں نے انہیں بعض تجاویز پیش کیں۔ جن سے وقت کے مرشد مرید غرض بھی اس بات پر حیرت کے دوران میں مجبور تھے۔ اس وقت مجھے یہ یقین دلایا گیا کہ حکومت میری تجاویز پر ہمدردانہ قرار دے گی۔ لیکن یہ میں کوئی نتیجہ نہ دے سکتا تھا۔ اگر حکومت

یہی حجادیرمان ہوتی، تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو جاتا، میرا تاثر یہ تھا کہ بڑے لوگ، حقیقت کش
کے ہاں میں شش نہیں ہیں، بلکہ انہیں اپنی کرسیوں کے بائیں میں زیادہ تشویش، تو ہے۔

۱۹۵۳ء میں جب کہ میں امریکی جیل میں تھا، سر سردار بہادر خان
ما انصافی کا اعتراف

روپنڈی جیل میں مجھ سے ملنے آئے۔ بات چیت کے دوران میں
انہوں نے اعتراف کیا کہ حکومت کے فیصلے کا وہ پورا پورا ساتھ دیتی ہے۔ اور صوبہ
سرحد میں سید عبدالقیوم خان کی حکومت نے خود تشدد سے کام لیا ہے۔ کوئی بھی باغیہت
اس صورت حال کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لے سکتی، نہ اسے جواز فراہم کر سکتی ہے۔ انہوں سر
بہادر خان نے کہا کہ ملکی حکومت یہی نظریہ اپنی کہ جانا تھا، بغیر رتی، درجے رکھنے کی
خواہش مند ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسے رہنمائی کے لئے اس کو بھی معاف یا فراموش نہیں
کرے گا۔ جو ہم پر روا رکھا گیا ہے۔ میں نے اُن سے کہا کہ خدائی نہ مت کر، ہم تشدد پرستی میں
ملکتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ برائی کرنے والوں سے کبھی انتقام لینے کی کوشش نہیں کرتے۔ میں نے
اُن کی اس بات پر صبرت ظاہر کی کہ حکومت اپنی غلطی کو اعتراف کرتے ہوئے ہی انصاف کرنے
وہ آواز نہیں ہے۔ میں نے سر سردار بہادر خان پر یقین کر دیا کہ جب تک حکومت یہ بات اور رکھتی
تقریب کے بارے میں پوری طرح یقین نہیں ہو جاتی اس وقت تک مجھے اپنی رہائی کی کوئی فکر
نہیں ہے۔ بعد میں وہ مجھ سے پھر ملنے آئے اور بتایا کہ حکومت نے مجھے رہانے کا سبب
کہا ہے۔

۱۹۵۳ء میں جیل سے رہائی کے بعد مجھے سرکٹ ہاؤس روپنڈی میں تعیناد کر دیا
رہائی

ایک سال میں سرکٹ ہاؤس کی تعیناد پر جیل کی ضروری کو ترجیح دیتا تھا، میرا خیال تھا کہ
خانا میرے بیٹے ہیں، اس لئے کہ تشدد کی وجہ سے کوئی جان بچا گیا ہے۔ انہیں پورا پورا یقین تھا کہ

جہان کی جہازت ہی گئی تھی۔ بلین اس کے بعد دوبارہ درخشا کر آیا گیا۔ اور حوام میں غوطہ پریش ہو کر
 کر آیا تھا کہ وہ افغان لکھنؤں سے ساز باز کرے تھے۔

بعد میں مجھے پنجاب میں نقل و حرکت کی اجازت دی گئی۔ در پھر لاہور میں دستور ساز اسمبلی
 کے دنوں میں شرکت ہوتی تھی۔

ان دنوں لاہور میں فن یونٹ تنظیم موعظہ بہت بنی گئی تھی اس نازک دور
 پر یہ سب بنیادی کاموں کو اس سال پرچوں جائیوں سے سنی و شکریت تھی۔

اس محاسن کے دوران میں چودھری محمد علی مشرقتی احمد لکھنؤ۔ سرور۔ بہادر خان اور ملک فیروز
 خان دن دن اس وقت پنجاب کے دھڑاتے تھے۔ انہوں نے جہازت کی اس نازک فائنل کی
 فوجوں کا قائل کرنے کی کوشش کی۔ سندھ، بلوچستان اور سرحد کے حوام سے ہاستہیت کے بعد مجھے
 یہ یقین دہانیاں کہ حوام اس مسئلہ کے پختہ ہیں۔ درمیان میں نہیں۔ اور طاقت سبیل پر اندیشہ
 کا قیام پاکستان نے اپنے مفید نہیں رہے۔ میں نے ان سب کو بتایا کہ اس نازک دور پر فائنل
 مفید ثابت نہیں ہو گا۔ میں نے انہیں یہ بھی کہا کہ اگر وہ اس معاملے میں واقعی بڑی سنجیدگی
 سے کام لے رہے ہیں۔ تو انہیں مغربی پاکستان میں دو یونٹ قائم کر دینے چاہئیں۔ ان میں سے
 ایک یونٹ قریب کراچی۔ اور دوسرا چھوٹے ٹکڑوں پر مشتمل جو چودھری محمد علی نے جو اس وقت
 وزیر امور ہیں۔ کہا کر۔ تو ان یونٹ قائم ہو گا۔ یا موجودہ صورت حال برقرار رہے گی۔ اس طرح
 ہماری طاقت متوری ہو گئی۔ اور یہی معاملات زیر بحث تھے۔ اور دوسری طاقت حکومت سے
 معاملات کے لیے گورنر جنرل نے ان کے خلاف صاحب سے ہاستہیت شروع کر دی تھی۔ مگر مقام
 حکومت اس امرت اتفاق کیا کہ حکومت نے غذائی نعمت کاموں سے سخت نا انصافی کی ہے
 اور اس لیے اس ملک کو بھی فوجیوں کے زبردستی ہو گا۔ انہوں نے یہ مشورہ دیا۔ ہم یہ

اس معاملہ پر پارلیمنٹ کے ذریعہ دونوں ریٹس کے مضمود منظور کرانے
علاقائی فیڈریشن کی ساری امیدیں ختم کر دینی پڑیں۔ اور علاقائی فیڈریشن کی قبائل یکم پیش

کردی گئی۔ سرحد پہاڑ علاقہ کی کوئی پر ایک انعکاس ہوا جس میں سرحد سادہ بان سہارا
 بعد ارب نشتر، سرحد پہاڑ علاقہ اور میں سہ شریک کی۔ موزیکس کے بعد میں نے اس شہر پر

علاقائی فیڈریشن کی نئی یکم مضمود کر کے پر تمام خبر کردی۔ کرانہ یوں نے بن چوتھ علاقوں کو
 تقسیم کر دیا تھا۔ سب علاقہ ایک مدت میں مضمود کر دیتے تھے۔ اومان کا ایک مناسب

نام مل جائے۔ متحدہ بن ومان میں انگریز، مرٹوں اور مٹھانوں کو دوہم اور خزانہ کو ہی نہیں
 خیال کرتے تھے۔ ہذا انہیں نے ورین سے کے لیے انگریزوں نے انہیں کی حقوں میں تقسیم کر دیا

تھا۔ اب ہندوستان میں تمام ریٹوں کو متحد کر دیا ہے۔ اومان امرل کوئی دیر تعز نہیں آتی
 کہ پاکستان جو ایک اصولی تجویز یہ ہونے کا دائمی ہے چنانچہ کو ایک مضمود میں متحد کرنے پر آمادہ نہ

ہو۔ تمام مطالبہ ہے۔ کہ چنان علاقوں کو متحد کر دیا جائے۔ اور ہم یہ مکمل اعتبار دیتے ہیں کہ ہم
 پختہ پانستانی اور دوسرے سب پانستانیوں کے بھائی ہیں۔ اس کے باوجود بعض خجارات

اور لیڈر ہیں۔ قرار دیتے پر منہ ہیں۔ ہم چنان مختلف علاقوں میں منشر ہیں۔ اور ہمارے مختلف
 علاقوں میں باہمی میل جول اور قتل و غارت کی نذر کی ہم ہندوستان مائریں۔ ہم اس طرح کو چاہتے

کرتے ہوئے یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ غیر متحدہ قوموں کی بنیادوں پر ایک مضمود پاکستان قائم نہیں
 ہو سکتا۔ چوتھوں سے انصاف کرنے کی سہمت ہیں ہی پاکستان کے استحکام کی ضمانت مل سکتی ہے اور

اس طرح پاکستان کی عظمت کا ثبوت درج ہو گا۔

پارلیمنٹ علاقائی فیڈریشن کی یکم میں منظور نہ کر سکی۔ کیونکہ ہمارے بھائی جلا بھول نے اس کی
 حمایت نہ کی۔ چنانچہ پارلیمنٹ کے چھائی ریڈر اس کو کسی دوسرے مضمود پر غور کرنا پڑا۔ اس وقت

تک صدر سے آئین کے متعلق اتفاق ہو چکا تھا۔ صرف مغربی پاکستان کی ممبران کی ہیئت سے ہونے والی
 تھی۔ اس وقت کے وزیر خزانہ مسعود علی بھٹو کو امریکے جانا پڑا۔ دھاپنی ہائی سے قبل
 انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ان کے دل میں آستے ہی میں آئین مکمل ہو جائے گا۔ اور سال ختم ہونے
 سے پہلے پنپے پاکستان کے تجدید یہ ہونے کا اعلان کر دیا جاتے گا۔ لیکن جب وزیر خزانہ
 دھس آئے تو پارلیمنٹ توڑ دی گئی۔ اور سارا ملک ایک خطرے کی کیفیت میں مبتلا کر دیا گیا
 جب نئی وفادت قائم ہوئی تو اکثر خان صاحب کو اس میں شامل ہونے

نئی وزارت

کی دعوت دی گئی۔ میں کابینہ میں ڈاکٹر خان صاحب کی شرکت کا حامی نہیں
 تھا۔ میں خیال یہ تھا کہ وہ کابینہ میں شامل ہو کر ملک کے پٹے کوئی کام نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اس
 کی رائے یہ تھی کہ وہ دوسروں کو ملک کی خدمت پر آمادہ کر سکیں گے۔ وہ ہاؤس کی صورت میں
 مستعفی ہو جائیں گے۔ دن رات سیر، دوبارہ پیش کی گئی۔ تو مجھے سردار بہادر خان کے مکان پر
 ایک بعد میں مدعو کیا گیا۔ میرے ساتھ ڈاکٹر خان صاحب و میر جنرل سکندر مرزا اور سردار عبدالرشید
 خان رحمان وقت سمیت میرے کے دربار میں تھے۔ اس بات پر حیرت میں حیرت یہاں سے اس کے
 کہا کہ وہ حکومت کے بل پر وہاں رنٹ سٹیج کے معاملے میں بددعا سے کام نہیں اور لوگوں کی رائے
 معلوم کر لیں کہ انہیں یہ سٹیج منظور بھی ہے یا نہیں۔ یہاں تک مجھے یاد ہے یہ نہ پایا تھا کہ وہ دن
 رنٹ سٹیج نہ قدر کرنے سے پہلے لوگوں کا مشورہ حاصل کیا جاتے گا۔ میں مرزا صاحب کے ہمراہ
 ان سے مل گیا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس سے تعاون کی ضرورت ہے۔ میں نے انہیں بتایا
 کہ اگر وہ اور دوسرے ارباب، قیادت سے منظور کریں، تو میں بھی تعاون کے لیے تیار ہوں۔

میں کوچی سے پنجاب واپس آیا کہ کیریمینی نقل و حرکت اس صوبہ میں محدود تھی میں نے
 مشیخیمیں پوسٹ کے گاؤں قرقش میں سونت اختیار کر لی۔ صوبہ سرحد کے لوگ اس گاؤں میں آ رہے تھے

ہیں کہ ترقی یافتہ ہر - میری شکریہ تھی۔ کہ اگر صدر سرمد نے سوا مغربی پاکستان سے دوسرے ممالک
 میں دیانت و ایمان انتظامات کیے تھے تو یہی وہ ممالک ہیں جس پر بہت پسند کیا گیا۔ اس کی ایک دلیل منتخب
 ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس خیریت یہ کہ میں جہاں ہوں کی طاقت کا کوئی کمزور اثر چاہتا ہوں۔ اور
 زیادہ ترقی پسند لوگ منتخب ہوں گے۔ میں نے دور دریا کہ سارے مغربی پاکستان کے بہنے والی کھلی
 قائم کی تھی۔ تو یہ وہ جس کی مناسب طور پر منتخب ہونے والی تھی اس کی ایک دلیل یہ کہ بہت پسند
 ہوگی۔ اس طرح پٹھان ملاحوں کے بہنے والی یونٹ کا منصوبہ ان پر بہت پسند ہوا کہ اس کو مسترد کر دے گا
 چنانچہ میں نے تجویز پیش کی کہ پنجاب میں یونٹ اور سرگرم رہی ہو۔

جب میں نے ان وقت کے منصوبہ سے اتفاق نہ کیا۔ اور اس میں کہیں
دیہی ترقی کی سکیم | ایوان پر سیاسی کام کی ضرورت پر زور دیا۔ تو یہ دھڑی محمد علی نے جو
 اس وقت وزیر خزانہ تھے وہی ترقی کے متعلق اپنی سکیم کی وضاحت کی اور مجھے اس کا تقسیم
 سنبھالنے کی دعوت دی۔ میں نے اس شرط پر ایسا کرنا منظور کیا کہ وہ یونٹ کا مسئلہ مناسب
 طریقہ سے طے کیا جائے گا۔ مگر سرگرم رہی سکیم میں دیہی ترقی کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے
 مجھے بتایا کہ حکومت کی مدد اور سرمایہ کے بغیر کوئی کام کام نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہم دونوں یونٹ
 کے منصوبہ کے مسئلہ میں کمر بستہ ہو گئے۔

جب میں سوچا سرمد واپس آیا۔ وہ یونٹ کا مسئلہ پہلی ذرا جوابی تھا لیکن سکندر
 مرزا اور ڈاکٹر خان صاحب دونوں اس منصوبہ کے دور سے پرانے تھے۔ سب خان قربان علی خان
 کے جہان تھے۔ اور جنرل مرزا نے مجھے وہی ترقی کے اس منصوبہ کی تفصیلات دلائی جس کے مقاصد
 بہت دور بن گئے تھے۔ انہوں نے مجھے اس کا انخلاء سنبھالنے کی دعوت
 دی۔ میں نے جواب دیا کہ بہت تک ہمارے ایمان کے مطابق وہ یونٹ کا مسئلہ نہیں ہو

ہانا، مجھے ویسی ترقی کے لیے سرکاری سکیم کا اہتمام بننا ضروری نہیں۔ اس پر جنرل مرزا نے مجھے بتایا کہ کنونینٹ سکیم اب پاکستان کے لیے بین الاقوامی وقار کا سوال بن گئی ہے۔ اس سسٹم پر پاکستان اس سکیم سے دست بردار ہو گیا تو اس کا وقار ختم ہو جائے گا۔ اور افغانستان نے وقار میں اتنا زبردستی لے لیا ہے۔ اور بتایا کہ کنونینٹ قائم ہونے پر پاکستان کی داخلی سیاست سے تعلق رہتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں افغان بہ کچھیاں کرتے ہیں۔ اسے کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی چاہیے۔ میں نے یہ دلیل پیش کی کہ اگر پاکستان میں پٹان غوثی و متقاہوں کے تو پاکستان اور مضبوط و مسرور ہو جائے گا۔ نیز اگر پاکستان کے پٹان علاقوں کے حالات وہم کے میدان قلب و تہذیبی خوشنات کے مطابق سدھارے گئے۔ تو اس سوال پر پاکستان کے خلاف ماسا فیر مکی پر پابندی ایک ثابت ہوگا۔

میں نے جنرل مرزا اور ڈاکٹر خان صاحب پر اصرار کیا کہ انہوں نے خود تو کنونینٹ کے مفہوم کی حمایت میں سرگرمی و پیٹنڈا کیا ہے لیکن میں نے زادی حاصل نہیں۔ حالانکہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے۔ ان دونوں نے اس سلسلہ میں یہی شکایت لی معذرت تسلیم کی کہ یہ واقعہ کیا ہے۔ مجھے بھی عوام سے رابطہ پیدا کرنے کا حق حاصل ہے اس طرح ان دونوں کی منظوری اور تائید حاصل کرنے کے بعد میں نے عوام کو یہی تربیت دینے کے لیے پنا دورہ شروع کیا تاکہ مناسب جمہوری حلقوں سے ملنے ہو سکیں۔

صاحب دانا اگر میں حکومت کے خلاف نفرت ہی پیدا نہا چاہتا تو ہمارے عوام پر جو مظالم کیے گئے۔ ان کے پیش نظر بغاوت کے لیے ختم ہو دو جو درحق۔ اس کی جگہ میں نے ہمیشہ ہمہ تشدد کے فلسفہ کا پیر ہا کر لیا ہے۔ اور یہ جان کر تاراج ہوں۔ کہ ہم نے ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا۔ جنہوں نے ہم سے نا انصافی کی۔ اور ہماری اس طرح کوہن کی کوہم حالات

میں کوئی پٹھان اسے نہیں بھول سکتا اور نہ ہی معاف کر سکتا ہے۔

ہم پنجابیوں کو اپنے مسلمان اور پاکستانی بھائی سمجھتے ہیں۔ افسان سے بنی سولہ دوا لکھتے ہیں۔ ہم بھائیوں۔ سندھویں اور بلوچوں کے پاس سے بھی بالکل ہی نفرت رکھتے ہیں۔ اگر ہمیں سے کسی نے کسی نوسہ سیاسی فیصلہ کی۔ اسے مغربی پاکستان کے چھوٹے عموؤں میں بہتے والوں سے نا انصافی لگتی تھی۔ تو یہ اہل پنجاب کے خلاف کبھی نفرت نہیں پھیلاتا تھا۔ میں تو ان چند افراد سے بھی نفرت نہیں کرتا۔ جو نہ بہرحسد کی مصلحتی خود مختاری کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ یہ سب بے لگہ اہل پنجاب سے نفرت کرنے والے کوئی جواز موجود نہیں۔ اور نہ ہی میں ان سے نفرت کر سکتا تھا۔ انہوں نے میں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ہم پر چون پڑتے تھے۔ اس کے سلسلہ میں اہل پنجاب پر کوئی مجبوری ذمہ داری بھی نہ نہیں ہوتی۔ اس کے متعلق تو ان سے کبھی مشورہ طلب نہیں کیا گیا۔

میں ہمیشہ ایک پاکستانی اور محب وطن رہا ہوں۔ سب سے پاکستان قائم تھا ہے۔ میں نے ہمیشہ پاکستان کی خدمت اور اس کے استحکام کی کوشش کی ہے۔ میرا دعوای ہے کہ اگر پاکستان میں رہنے والے پنجابوں کو متحد کر دیا جائے۔ تو پاکستان اور مغربوں کو ہائے پنجابستان کے نام کو بھی بالکل وہی اہمیت حاصل ہے۔ جو پنجاب۔ بنگال۔ سندھ اور بلوچستان کے ناموں کی ہے۔ یہ پاکستان کے جن علاقوں کے نام ہیں۔ جہاں بھی پاکستانی مقیم ہیں۔ میرا مان ہے۔ کہ پاکستان کی خدمت کا راز اس میں مضمر ہے۔ کہ پنجابوں کے ساتھ اس بے حدائی کو ختم کر دیا جائے جو انگریزوں نے اپنی پالیسی کی مصلحتوں کے پیش نظر کی تھی۔ اس میں کے مطابق انہوں نے پنجابوں کو ٹکڑوں میں منتشر کر دیا تھا۔

اپنی پوزیشن اور سیاسی موقف کی ریزائیت کے بعد میں سارا معاملہ پنجاب والا پر چھوڑتا

ہوں۔ میں نے 'دن یونٹ' کے نفاذ تقریریں کرتے ہوئے وہی کچھ کیا۔ جسے میں ایک اسلامی
 جمہوریت کے دھوسے دھڑک میں ایک آزاد شہر ہی کی حیثیت سے اپنا فرض اور حق تصور کرتا تھا
 کوئی چیز مجھے یہ دھنسنے کرنے سے نہیں روک سکتی۔ کہ انگریزوں نے ہفتہ نوں سے جو نا انصافی کی تھی۔
 اب اس کا زائل کیا جائے۔ اگر جناب والا اس نتیجہ پر پہنچیں کہ میں نے مملکت کے احکام کے برعکس
 اپنے عوام اور ملک کو نقصان پہنچایا ہے۔ تو میں بخوشی اور کسی سے نفرت لے کر بغیر وہ سزا جگتوں
 کا ہوتا تھا اسے انصاف کی دُعا سے میرے سینے پر تھریز کی جائے گی۔

دستخط

(عبد الغفار خان)

آفری بارگرفاری اور بانی
 بابا خان افغانی پرنسٹن پریگورسے زندہ شور سے کام
 کر رہے تھے۔ رزقہ لڑنے میں۔ مار کے اور پھر مرد میں
 رائے کی بہادری سے کرنا خوش تھا۔ ان کی سرکاریاں

۵۶ - ۹۵۶

اسے بڑی طرح ٹھک رہی تھیں۔ - - - - - لیکن اب بابا خان آئین بن
 چکا تھا۔ اور پہلی سی دھاندلی نہیں ہو سکتی تھی۔ اب آئین کی رُوسے کسی شخص و اس کا جرم بتانے
 اور ثابت کیے بغیر زیادہ دنوں قید و بند میں نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

دن گذرتے گئے۔ بابا خان کی سرگرمیاں بڑھتی گئیں۔ برصغیر میں انہیں ہاتھ ملانے کی
 تدبیریں سوچتا رہا۔ آفریون ۱۹۵۵ء میں باپا خان کو ان کے اپنے بیٹے بھائی ٹاکر خان
 صاحب وزیر۔ بڑے مغربی پاکستان کے مانتوں گرفتار کر لیا گیا۔ وہ چار سات بیٹے و بھائیوں میں
 رہے۔ ان کے خلاف امریکیاں۔ نوں فی اور گیسٹ میں مقدمات کھلنے پر تعزیرات پاکستان کی
 دفعات ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ الف ۱۲۳۔ الف ۱۲۴۔ الف ۱۲۳ کے تحت حکومت کے خلاف بغاوت
 اور پاکستانی باشندوں میں نفرت پھیلانے کے الزام میں مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے جج
 بناب شہیر احمد کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ جہاں سے آپ کو ۱۱ جنوری ۱۹۵۵ء کو قاضی
 جج نے تاہم خاست عدالت میں قید اور ۱۳ مہینہ۔ روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا۔

بہنوں نے رہا ہوتے ہی اغیار کی فائدوں سے کہا۔ میں رہا ہوں۔ نہ تو مج میں جیسے
 جیلوں اور تقریریں کرنے کی سکت ہے۔ اور نہ میں نام و کمنا وہ فائز کا قائل ہوں۔ اس لیے
 کسی کو اطلاع دینے بغیر چپے سے بھی اپنے فوٹوں پر جاؤں گا۔ تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اور
 تمام سے میں بھی پنچ جاؤں۔ بلکہ ان سب لوگوں سے کہہ دو کہ وہیں چلے جائیں۔ اور ہمارے
 لوگوں سے کہہ دیں کہ ہمستہ چھو بہ جانت تو ہیں خود ان کے پاس ہمارے ان کے ساتھ

بات چیت کروں گا

باپا خان نے اپنے بیٹے اور معتقدین کو دیکھ کر ہی میں یہ کوفی ہدایت زدی تھی۔ لیکن اس کے بعد جو وہ ۱۲ جنوری ۱۹۵۵ء کو ۱۲ بجے دن جب اہلکام آپ کی کار ٹاسپ کو جھوٹے کرنے لگی۔ تو آپ کے معتقدین کی کاریں پہلے ہی سے آپ کے استقبال کو دہاں موجود تھیں۔ اور جب آپ اہلکام سے ملے کر پشاور تک پہنچیں کی مسافت طے کر رہے تھے۔ تو سڑکوں پر تھیں بڑے چپے چپے پر ہزاروں پشتون آپ کے استقبال کے لیے چوڑوں کے بارے میں لکھ رہے تھے۔ یہ پکی سڑک و سستہ پورے۔ مہنگیوں میں سے کرنا تھا۔ کیونکہ اہلکام۔ جہاں پشاور۔ اکوڑہ۔ شمل۔ لوشہرہ۔ بنی۔ تاروہ۔ نیکنی اور پھل پورہ میں استقبال کرنے والوں نے آپ کو روکا۔ اور ہزاروں عوام آپ کو ایک خردیچنے کے اتنے مشتاق تھے۔ کہ ان کے مجبور کرنے پر ڈرائیو کو موڑنا ہی چھیننے کے انداز میں چلنا پڑی باپا خان اپنے عزیز سرانجام خان کی کیدالاک کاری میں بیٹے ہوئے تھے۔ اور ہزاروں کامیاب ہوا قائد آپ کی کار کے پیچھے تھے۔ آپ بھی چھ بیٹے دیکھ کر ہر لمحہ کہ رونا ہونے اور پورے چوبیس پٹ درپٹے۔ جہاں توقف لینے بغیر اپنے گاؤں روانہ ہوئے۔

پشاور میں آپ کی آمد کی خبر سننے ہی لوگ ہوق درہوق تین ہونے لگے۔ اور پشاور میں ہزاروں عوام آپ کے استقبال کے لیے شہر کے دو میل باہر نکل گئے۔ جب آپ کی کار پہنچی۔ تو ہی ٹی وکٹ آپ سے باقی مدد ہوس شہر میں ہوا۔ چھ گھنٹے دروازہ کے باہر بیٹھی رہ رہا گیا۔

فقہ حنبلی ماہرین۔ اہل خانہ کا مہربان چچا۔ تو یہ وہاں ان کے مقام پر عوام سے تقاضے پر باپا خان نے ایک نہایت مختصر سی تقریر کی۔

آپ نے کہا پشتون قوم جیت تک نہیں کی دشمنیاں اور قتل ترک نہیں کرے گی۔
 اس وقت تک وہ آباد نہیں ہو سکتی۔ آپ نے تقریر ہماری دیکھتے ہوئے کہا۔ اب وہ وہاں
 نہیں رہے۔ جب اس ملک پر فرنگی کی حکومت تھی۔ اب یہ ملک تہارا ہے۔ یہ ایک اسلامی
 جمہوریہ ہے۔ یہ مرنے میں نہیں کہہ۔ وہ لوگ جو ایسا ہی جیتے ہیں۔ جو آج ہر اقدار ہیں۔ ہیں
 آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ عیسوی حکومتوں میں اقتدار اسٹیل قوم ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے
 قوم بنے چاہیں کسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور یہ پابیاں عوام کو دیتے ہیں۔ ان معنوں میں
 ہماری حکومت اس وقت نہ تو چھوڑی ہے۔ اور نہ ہی اسلامی ہے۔

آخر میں آپ نے لوگوں سے کہا۔ کہ حکومت پر ذمہ داریاں کہ وہ بعد از جہد ملک میں
 آزادانہ انتخابات کرانے۔

اس دفعہ آپ جیل سے آئے تو آپ کی صحت بہت گری ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا۔ کہ
 انہیں جن کو ٹھہریوں میں رکھا گیا۔ وہ سن ۱۹۴۷ء سے بندھے ہوئے تھے۔ اور وہاں کسی فرد بشر نے قہر
 نہیں دیا تھا۔ یہ کھانا چھستان کے پاک جھٹے میں بنائی ہوئی تھی۔ اور وہاں میں مشہور تھا۔
 کہ وہاں جوتوں کا سایہ ہے۔ ہمارا خان نے بتایا کہ انہیں وہاں بالکل تنہا رکھا گیا۔ خوراک
 بے مدد ناقص تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہوئی تھی۔ اور وہاں شدید طور پر
 بیمار ہوئے۔ انہیں سر درد کی حالت میں رکھا ہوا تھا۔ بالآخر بے ہوش ہو گیا۔ اور بے خوابی کی حالت
 نے جہم کے ماسے تمام کو بچا دیا۔ جن حالت میں داویل چا تو آپ کو ہسپتال بھیجا گیا۔ اور ایک
 عہد کے علق معالجہ کے بعد۔ وہاں رت سنبھل۔ دیا ہونے کے بعد ہی جی تک آپ کی صحت
 بحال نہیں ہو سکی۔ اور بدستور زیر علاج ہیں۔

خدا فی خدمت گاہ تبریک

ک

قیسرا دور

۱۹۵۴ء

باچا خان کی رہائی اور پاکستان نیشنل پارٹی میں شمولیت | باچا خان ابھی جیل ہی میں تھے کہ ان کے مشورے سے مندرجہ

پاکستان کے تمام جمہوریت پسند رہنماؤں نے مل کر ایک نئی جماعت پاکستان نیشنل پارٹی کی بنیاد رکھی۔ جس میں سندھ، اڑیسہ، بلوچستان، آزاد پاکستان پارٹی اور خدائی خدمت گار جماعت کو مدغم کر دیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد خدائی خدمت گار جماعت کو خدمت قانون قرار دے دیا گیا تھا۔ اور وہ آزادانہ طور پر کام کرنے کے قابل نہ تھی۔ اس لیے حادہ، جس میں پیچھے منوں میں کوئی ایسی جماعت جماعت بھی موجود نہیں تھی۔ جو حقیقی طور پر جمہوریت پسند ہو۔ اور محض اقتدار کے حصول تک ہی اس کی حدود محدود نہ ہو۔ بلکہ ملک اور قوم کی منفرد خدمت اور دیانت دارانہ رہنمائی کرنا اس کے فرائض میں شامل ہو۔

پاکستان کے عوام اقتدار پرست رہنماؤں اور خود غرض جماعتوں سے تنگ آ چکے تھے وہ چاہتے تھے۔ کہ کوئی ایسی بے غرض جماعت یہاں بنائی جائے۔ چنانچہ پاکستان نیشنل پارٹی نے اس ملک کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا۔ اور اس کے سامنے ملک میں اسکا بوجھوش غیور مقدمہ کیا گیا۔

باچا خان نے بھی دیکھا ہوتا ہے ہی پاکستان نیشنل پارٹی میں اپنی شمولیت کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء کو اپنی رہائی کے روز ہی تیسرے پہر پاکستان نیشنل پارٹی کی طرف سے ایک استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے ملک میں ماہ انتخابات کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ ہر اقتدار لوگ اس وقت تک انتخابات نہیں کریں گے۔ جب تک کہ عوام انہیں مجبور نہ کریں۔ انہوں نے راجہ غنشنر علی خان کے کس خیال سے اتفاق کیا۔ کہ ہر اقتدار لوگ انتخابات کرنے میں پس دھجیت سے کام لیں۔ تو عوام کو ایک صحیح شہرہ گار کے ملک کو بھروسہ

بعد انتظامات کرانے پر مجبور کرنا چاہیئے۔ باپا خان نے ایسی جہم شروع کرنے کے سلسلہ میں راجہ مختصر
 علی خان کو اپنی خدمات پیش کیں۔ انہوں نے اس بات پر بھی انہوں کو انہار کیا۔ اگرچہ انت
 میں دوسری مرتبہ انتظامات ہو رہے ہیں۔ لیکن پاکستان میں آزادی کے بعد اب تک انتظامات
 نہیں کرائے گئے۔ انہوں نے بہا پیری صورت خراب ہے۔ اور جونہی میں صحت یاب ہوا میں
 اور واپس آکر سابق صوبہ پنجاب کے قصبہ ت اور دیہات کا دورہ کروں گا۔ اور پھر اقتدار لوگوں
 نے میرے خلاف جرہ دیگئے کی جہم شروع کر رکھی ہے۔ اس سلسلہ میں عوام پر اپنی
 پوزیشن کی وضاحت کروں گا۔

نیشنل پارٹی میں اوقاف کے بعد غذائی خدمت کار تحریک کا سلسلہ سے تیار اور شروع
 ہوتا ہے۔ غور کیا جائے تو غذائی خدمت کار تحریک کو اپنے پیٹہ دور میں جن حالات سے
 لڑتا تھا۔ تقریباً ہی قسم کی مشکلات سے اسے آج بھی دوچار ہونا پڑا۔ اور جس طرح اس وقت
 اسے آں انڈیا کانگریس میں مدد ہونے کے لیے مجبور ہونا پڑا۔ بالکل اسی طرح آج پاکستان
 نیشنل پارٹی میں غم ہونے کے لیے اسے عادت دو واقعات نے مجبور کر دیا۔

اس وقت غیر ملکی حکومت کو یہ تنظیم کو اس قدر قوی۔ اور وہ اسے خطرناک سمجھتے تھے۔ تو اس
 ملک ملکوں کو اس سے خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ اسے آزادانہ طور پر کام کرنے کی اجازت
 دینے کو تیار نہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس نے نہ ہی تحریک میں جو محض پشتون قوم کی اصول اور
 تنظیم کے لیے شروع ہوئی۔ اور آج بھی اپنے انہی اصولوں پر قائم ہے۔ آخر اسے کیا خوف
 دہنے والی چیز ہے۔ جس سے حکمران طبقہ ہمیشہ لہجہ آید آیا ہے۔ ملک میں میسرین سیاسی پارٹیاں
 ہیں۔ ان کے علاوہ سندھ۔ بنگال۔ پنجاب۔ حوض برہمہ ہر قوم کی اپنی جدا تنظیمیں ہیں۔ کام کو یہی

ہیں۔ جنہیں مزاج کی آزادی حاصل ہے۔ اور ہر قسم کی حکومتیں جبر ہیں۔ وہ اپنی زبان کو ترقی دینے کے لیے بھی کام کر رہے ہیں۔ قوم کو منظم کرنے کے لیے جو سرکارمیں ہیں۔ لیکن بد قسمت پشتون قوم سے آج اپنی قومی حکومت میں سوتیلی ماں کا سا سلوک کر رہی ہے۔ آج بھی اس ہمسازہ قوم کی بہالت دور کرنے۔ ان کی اصلاح کرنے۔ اور نہیں منظم کرنے کے لیے کوئی تحریک شرمش کی جائے۔ تو اسے مستبد مفردوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اور فرضی بے بنیاد اور بے عزت عورت کے پیش نظر اس پر پابندیاں عاید کی جاتی ہیں۔ جسے کہ پشتو زبان و ادب کی ترقی اور ترقی کے لیے کام کرتا بھی حکومت کے مقابلہ و رقہ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے

ابنیں محکموں سے ہیں کوئی لگ نہیں۔ انہوں نے پشتون قوم کو اپنے دہانے اور ہمسازہ رشتے کے لیے جو اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اس میں ان کی سب سے سہری روپس

صلیبتیں پر فرماتیں۔ وہ جانتے تھے کہ ہندوستان کی سرکشا تک اس جگہ جو بہادر اور تیغ آزما قوم نے نہایت ہم پارٹ ادا کیا ہے۔ سالہا سال تک انہوں نے ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ ان میں ہٹے بٹے اور اوسریم بادشاہ گذرے ہیں۔ اور اپنی حکومت چھین جانے کے بعد غیر پشتون حکومتوں سے عہد میں بھی ہمیشہ قومی وقت ان کے ماعتوں میں ہی رہا ہے۔ اس لیے انہیں مد شہ تھا کہ اگر کہیں اس قوم کو سر اٹھانے کا موقع ملے۔ تو ہماری غیر نہیں۔

لیکن اب عداوت بدل چکے ہیں۔ اب ملک کا اندھو چکا ہے۔ یہاں اپنی قومی حکومت قائم ہے اس کا فرض تھا۔ کہ وہ غیر ملکی حکمرانوں کی بے انصافیوں کا ازالہ کرتی اور اپنے ہمدردانہ رویے سے پشتونوں کا دل موہ لیتی۔ پاکستان کا یہ بازوئے شیرازہ اس کا سب سے بڑا محافظ ہے اس کی حوصلہ افزائی کر کے اسے اپنے قریب لاکر بغیت اور غریت دھڑا کر کے انہیں اپنانے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت تھی۔ لیکن انیس کہ ہماری اپنی حکومت میں نگرینوں کی

اسی دسواکھن پالیسی پر آج تک عمل پیرا ہے۔ اور پشتون قوم کو اس ہانڈ کی بجاہت اور
 استدس کے عین گڑھوں سے نکالنے کے بیٹے نہ صرف یہ کہ اس نے خود کوئی توجہ نہیں
 دی۔ بلکہ ان کے بچے اور شخص و ہنماؤں کو بھی ایسا کرنے سے باز رکھنے کے بیٹے ہر ممکن حد
 استعمال کیا۔

نتیجہ یہ کہ پشتون قوم جو آج تک متعصب اور منافرت سے کوسوں دور تھی۔ اب بوجہ
 برعبر ہو گئی۔ کہ موجودہ نظام حکومت میں بھی اس کی ترقی اور اصلاح ہو رہی ہے۔ لیکن انہیں
 یہاں بحیثیت مسلمان قوم کے بحیثیت پاکستانی کے سوچنے کے بجائے ہمارا برسرِ اقتدار طبقہ بحیثیت
 بنگالی، سندھی اور پنجابی کے موی رہا ہے۔ اس لیے کہیں : وہ اپنی بحیثیت پشتون کے سوچے۔
 ہماری حکومت کو مذاقِ توفیق ہے۔ تو وہ معاملہ فہمی سے کام لیتے ہوئے اب بھی
 اپنے پشتون بھائیوں کو اپنا سکتی ہے۔ لیکن کس کے لیے جس ہیز کی ضرورت ہے وہ پیار
 محبت اور مہر وادہ سلوک ہے۔ ان ہی چیزوں سے ان کے دل جیتے جاسکتے ہیں۔ اور انہیں
 احساسِ دیوا ہا مستحق ہے۔ کہ یہ ان کا اپنا ملک ہے۔ اپنی حکومت ہے۔ اور ان کی بہتری
 حکومت کا معنی فقر ہے۔ وہ نہیں بہذب، نظم اور خوش حال دیکھنا چاہتی ہے۔ اور اس
 کے لیے تمام ممکن ذرائع استعمال کرنے کو تیار ہے۔

دوم

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میرے سے صحبت نہیں رہی

باپا خان بحیثیت سیادان

باپا خان کا شمار ملک کے چند چوٹی کے سیاست دانوں میں ہوتا ہے۔ گاندھی جی ہمیشہ آپ کی رائے کو بڑی وقت دیتے تھے۔ اور کوئی کام بھی آپ کے مشورے کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ ان دنوں کانگریس کمیٹی میں ملک کے بڑے بڑے جند فخر اور صاحب الرائے لوگ موجود تھے۔ لیکن گاندھی جی کو باپا خان کی سیاسی بصیرت پر جبرور تھا۔ اور ان کی سیاسی سوجھ بوجھ کے معترف تھے۔

باپا خان خصوصی طور پر انگریزوں کی شہر آزار چالوں کو خوب سمجھتے تھے۔ اور اس کے مطابق ہمیشہ اپنی پارٹی کا ایسا عمل مرتب کرتے رہتے تھے۔ یاقت ملی خان مرحوم نے ان کے متعلق کہا تھا کہ وہ بہت گہرے آدمی ہیں۔

شخصیت | باپا خان کی شخصیت بڑی خوب کن ہے۔ کوئی شخص بھی ان سے ایک وفد ملنے کے بعد متاثر ہونے بغیر نہیں رہتا۔ وہ اونچی لمبی، سادہ کرپورٹ، شخصیت کے اکابر ہیں۔ ان کی کھلی پیشانی، درگہری سوچ میں ڈوبی ہوئی لمبی آنکھیں ان کے تدبیر پرست دماغ ہیں۔ وہ عموماً نہایت سنجیدہ رہتے ہیں۔ باتیں محل کر کرتے ہیں۔ لیکن تنازعات کو کسی موقع پر ساتھ سے نہیں جراتے دیتے۔ وہ بہت خوش ہوں تو مسکرا دیتے ہیں لیکن انہیں صلیکھا کر پہنتے ہوئے شاید آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔

آل انڈیا کانگریس کے ایک عباس میں آپ نے کہا میں بڑا ایڈوکیٹ ہوں۔ میں تو قوم کا خادم ہوں۔ اس پس منظر پر چینی نائیڈو نے دعا و مذاق آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ تو مجھے

بڑے لیڈروں سے بھی دو ہاتھ بٹے نظر آتے ہیں۔ پھر آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے
یہ نہیں ہیں۔

تسلیم

قوم پر نفوذ

بہشتان نفوذ با چاغان کا اپنی پشتون قوم پرستہ۔ اشاہیت کم ان اور لیڈر کا
دیجا ہل ہے۔ ان کی آواز پر ساری قوم ہر وقت یکساں ہونے کو تیار
رہتی ہے۔ آپ نے خدا کی خدمت کا تحریک کو ایک دن کانگریس میں مدغم کرنے کا ارادہ کیا
تو دوسرے دن تمام خدا کی خدمت کو کانگریس سے۔ اس موقع پر بعض رہنماؤں نے خدا سے غریبی
کہ ہماری عہدہ حیثیت ختم ہو جائے گی۔ لیکن آپ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اس وقت ان
میں سے بعض کو یقین نہ آیا۔ اور وہ سمجھ رہے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد جب ایک موقع ایسا آیا۔
کہ آپ نے کانگریس سے کلک کیٹی سے اخذ کرتے ہوئے کانگریس سے عہدہ ہٹا دیا۔
یہ تو اچھے روز ہی تھے۔ خدا کی خدمت کاروں کے آپ کی تائید کر دی۔ اور پھر عباس سے
چند دنوں بعد کانگریس نے جمک میں انگریزوں سے تعاون کرنے کا ریزولوشن پاس کر
لیا۔ اور آپ نے کانگریس میں شہریت کا دوبارہ ادا و دعا بر لیا۔ تو بغیر کسی اعتراض کے سب
نے سر نہ کر دیئے۔ وہ کہیں ذات ہے تو دل بہتے ہیں بے شک بات ہے۔ وہ نہیں دیکھتے
تو قوم کہتی ہے لایب ون ہے۔ پشتون ان کی پتہ مش کرتے ہیں۔ نہیں پناہ آپ کہتے ہیں۔
ان کا نام سنتے ہی سچا کہتے ہیں۔

باہان ان کا پشتون قوم پرستہ ہے۔ کہ انگریزوں نے تو آپ کو کوئی بڑا کام
بھرا کر آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے شروع کر دیئے۔ لیکن آپ نے انہیں سختی سے منع کیا۔ اور بار
بار اپنی تقریروں میں کہا کہ میں نہ پیر ہوں نہ بزرگ میں تو ایک عوامی آدمی ہوں۔
بلکہ انہوں نے بنوائی پیروں اور بے عمل بزرگوں کی سخت بدست کی اور دنیا پر کہ جس شخص کو

فلاحی کا احساس نہیں، قوم کی عزت و عظمت اور ذلت کا احساس نہیں۔ مذہب، اسلام اور مائیں
کی توحید کا احساس نہیں، اور وہ قوم کو اس سستی سے نکالنے کے لیے میلان میں نہیں آتا، مجتہد
نہیں کرتا۔ میں سے بزرگ پیر اور عالم تو کیا مسلمان میں نہیں سمجھتا۔

باپا خان کا اتنا اثر ہے کہ ان کا نام سنتے ہی لوگوں کے چہرے چمک اٹھتے ہیں۔
ان میں زندگی کی روح دوڑ جاتی ہے۔ اور ان کی آنکھوں میں امید کی کرنیں جھلک اٹھتی ہیں۔
وہ انہیں پناہ بخشتے ہیں۔ سچا اور مخلص بننا چاہتے ہیں۔ اور ان سے اگلے حکم پر
اپنا سب کچھ ماننے کو تیار ہیں۔

سوشل ورکر | باپا خان کی تحریک خدا کی خدمت کا رمبہا کہ ہم سے ظاہر ہے۔ محض
خدمت خلق کے لیے ہی بنائی گئی، اور باپا خان خود بھی عیثیت ایک
سوشل ورکر کے عہدہ خدائی خدمت دار ہیں۔ وہ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں، اپنے
کپڑے خود دھواتے ہیں، اپنے کمرے میں بھارو خود دیتے ہیں، اپنا کھانا خود پکاتے ہیں۔
اور نہ تو اپنے ہی نہیں لوگوں کے کام بھی خیریت خوشی سے انجام دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کے
بھروسوں میں بے عزت و کبر و غرور کے ساتھ زمین پر بیٹھ جاتے ہیں، ان کے گھر کو
دروازہ نہیں شلیک ہوتا ہے۔ اور حتیٰ بالوس ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
باپا خان میلوں پیدل چل کر دیہات کا دورہ کرتے ہیں۔ قیاموں کی مزاح پڑی کہتے
ہیں۔ بے کاروں کے لیے کام ڈھونڈتے ہیں۔ بے سہاروں کو سہارا دیتے ہیں۔ ناامیدوں
کی امداد میں بندھ جاتے ہیں۔

باپا خان کو خدمت خلق سے اتنی رغبت ہے کہ ہمیشہ لوگوں کو اس کی تلقین کرتے
رہتے ہیں۔ اور ہر دم یہی کہتے ہیں کہ لوگوں سے محبت سے پیش آؤ۔ ان کی خدمت کرو انہیں

اپنا بھائی بھجو۔ ہر کسی سے ایک سول کر دے۔ ایک دوسرے کی مدد کر دے۔ لڑوں کو اٹھاؤ، ڈوٹوں کو بچاؤ۔

ایمان خان کوئی بہت بڑے غیب نہیں، نہ ہی خجست کے مخصوص اصولوں پر ان کی تقریریں
خطابت

کو پرکھنے سے ان کی تعریف کی جا سکتی ہے۔ وہ کوئی پرجوش اور دلکش اور متحرک بھی نہیں

بلکہ ان کا تو رہنا ایک الگ ہی انداز ہے۔ دیر سے دیر سے، آہستہ آہستہ یوں بولتا جیسے کوئی کسی سے

بڑے تکلف باتیں کر رہا ہو۔ نرم نرم باتیں۔ مینٹی مینٹی باتیں۔ دل کو مود لینے والی باتیں۔ جیسے

دھرتی کے غلابے دیکھنے پر ہلکی ہلکی خوش گویاؤں پر مبنی ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں سربہ سرد میں بحیثیت خطیب کے ایمان خان کا جواب نہیں مل سکتا۔ اور دیکھا

جائے تو وہ ٹھیک بن جاتے ہیں۔ ایمان خان تقریباً سب سے ہون تو تھیں پریوں خاموشی چھا جاتی ہے جیسے

تمام لوگ سکھ جوتے ہوں۔ ان کے پاس ایسا باد ہے۔ کہ وہ اپنی مددگار لکھنوی میں بھی مطلب کو

انتہائی طور پر متاثر کرتے ہیں۔

ایمان خان کی تقریریں یہ تھیں، برسی مول، سادہ کر بار بار اللہ دلچسپ ہوتی ہیں۔ وہ تقریر

سے دوران میں چھوٹی چھوٹی مثالیں اور کہانیاں سے تقریر کی شکل اور بیروست کو دلدار کے اس میں

علاوہ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے فقرے نہایت سہل اسناد استقامت کرتے ہیں۔ اس

کے ہاں تاہم چرچاء ضرور ہوتا ہے۔ لیکن سخن سنانی مفر سے نہیں ہوتی۔ بلکہ قوس انداز بھاد باتیں

ہوتی ہیں۔

ایمان خان کی تقریروں پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں مضمون کی تکرار بہت ہوتی

ہے۔ ایک ہی بات دو بار بار بار بار بھینوں دہراتے رہتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ان کی غرض یہ ہے کہ وہ ایک سیاہی خطیب ہیں۔ اور ایک مزدوری ہائے عام کو

بھی ملت نہیں لگائے کہ اس کے لئے ایک سیاہی ہٹا کے دیکھ کر فروری ہے کہ وہ بار بار اس کا انداز لگاتا

ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں اور زاویوں پر روشنی ڈالنے اور مختلف المانوں سے لوگوں کو بکھارنے
 چنانچہ اس اقدار سے باپا خان نہایت کامیاب خلیفہ ہیں۔ انہیں اپنا پیغام کہنے کو سکے میں پہنچانا ہوتا
 ہے۔ اس لئے لازمی طور پر انہیں ہر جگہ ذرا سے نہانے سے زیرِ بحیرہ کی قسمی باتیں کہنا پڑتی ہیں۔ شیکہ
 ہیں وہ جسے کہ اکثر لوگوں کو ان کی تقریروں کے اقتباسات ازبر ہو چکے ہیں۔

باپا خان صحیح معنوں میں ایک عوامی رہنما ہیں۔ وہ عوام کی نفسیات کو پہانتے
 عوامی رہنما ہیں۔ ان کے رجحانات کو سمجھتے ہیں۔ ان کی کمزوریوں اور خوبیوں سے واقف

ہیں۔ وہ عوام میں گھس کر رہتے ہیں۔ انہیں محبت سے جتے ہیں۔ انسان سے اتنا قریب ہر جاتے
 ہیں کہ وہ انہیں اپنا مددگار، فلسفہ اور پیچا دوست ہمان گردان کے سامنے اپنا دل کھول کر نہ دیتے
 ہیں۔ وہ اپنے بھائی سادھت میں بھی ان سے مشورہ دیتے ہیں اور ان کی رائے طلب کرتے ہیں۔

باپا خان پشتون عوام کے محبوب رہنما ہیں۔ ان کا شبہ انہیں تمام پشتون قوم کا پورا پورا
 اقتدار حاصل ہے۔ وہ ان کا احترام کرتے ہیں۔ ان کے سامنے نہایت اقبال سے بولتے ہیں۔ یہاں
 تک کہ ان کی موجودگی میں کسی کو چلم یا سکرٹ پہننے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

عوام انہیں دل و جان سے چاہتے ہیں۔ وہ انہیں اپنا غیر خواہ اور غفلت رہنا سمجھتے ہیں۔
 انہیں نہیں بھینٹتے ہیں۔ کہ باپا خان جو کچھ میں کرتے ہیں ان کے حصے کے لئے ہی کرتے ہیں۔ اس لئے وہ
 ان کی ہر بات کو دلچسپی سے دیکھتے ہیں۔

باپا خان گذشتہ پچاس برس سے سرحد کی سیاسیات پر چمکے ہوئے ہیں۔ ان کے دور رس
 دیکھ سب انہیں پشتون عوام کا بزرگتر فیصلہ دہندہ سمجھتے ہیں۔ عوام ان پر جان چڑھتے ہیں۔
 انہیں اپنا بھائی اور شاہ سمجھتے ہیں اور محبت اور احترام سے انہیں باپا خان کہہ کر پکارتے ہیں۔

اگر میں یہ کہوں کہ باچا خان کی غفروں میں
باچا خان کی غفروں خدا کی خدمت گیارہ کا تصور
 ایک نئے خدا کی خدمت گیارہ کا تصور اقبال

کے مرد مومن سے بہت مددگار مشاہدہ ہے۔ تو رہے جانے ہو گا اس لئے کہ باچا خان اور اقبال
 دونوں کے تخلص بہتہ کے عظیم شاعر و خوش حال خان خٹک ہیں۔ جیسا کہ ان شاعروں سے واضح ہے۔

خوش حال خان خٹک

خدمتِ مٹی کر، بھلائی کر جوئے بیشہ و لعل کی دہائی کر
 مرض کو چھوڑ کر ستم جو جلاوہ بندوبست کر خدائی کر

مرد وہ ہے جو ہمیشہ آرام پھوڑ کر ہمیشہ سرگرم مل ہے۔

علامہ اقبال

فحاشی ہیں نہ لائق ہیں تدبیریں نہ تقریریں
 جو بہ ذوقِ عقیق پیدا تو کرتے جاتی ہیں زنجیریں

مل سے زندگی بنتی ہے جنت میں جہنم بھی
 یہ خالی اپنی فطرت میں نہ دھری ہے نہ کراچی

باپا ننان

مجھے پتہ خدا کی خدمت اور ان کی عزت ہے۔ یہ ایک روحانی حرکت ہے۔
 بت ۱۰ اس میں تھوڑے سپاہی ہوں لیکن نیک اور رفاہی وار ہوں اور اپنے
 نفس کے تابع نہ ہوں۔



میں نہاد و باقوں کو قائل نہیں۔ قرین باتوں سے نہیں مل سکتی ہیں میں مٹی
 آدمی ہوں اور خدائی خدمت گار میں نہیں ہوں۔ حرم اور مل دیکھنا چاہتا ہوں۔



فرق مرشد و رب ہے کہ باپا ننان۔ مرشد کے قائل ہیں اور اپنے خدائی خدمت گار کو ایک مرد
 کی تمام خصوصیات کے ساتھ مرشد۔ باپا ننان دیکھنا چاہتے ہیں۔

خدا کی خدمت گار قریب کے صفت نامہ میں پہلی شرط

یہ ہے جس میں ہر خدائی خدمت گار کو عہد کی ناپختہ ہے کہ

روحانی

میں اپنا نام خدائی خدمت گار کے لیے صداقت اور ناکارہی سے پیش

کے

کر رہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ

میں اپنی بات، افواہ اور نام نہان دعوے کے ساتھ اپنی قوم کی خدمت اور

وطن کی خدمت پر توجہ نہ دوں گا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ

میں ہمیشہ اپنی نذر دھماکی پر کار بند رہوں گا۔

چوتھی شرط ہے —

میں اپنی خدمت کے بدلے کسی چیز کی طمع والا نہیں کروں گا۔

پانچویں شرط ہے —

میری تمام کوششیں خدا کی رضا کے لیے ہوں گی نہ کسی دوسری چیز کے لیے۔

پانچاٹھانے اپنی مقررہ خدمت کے لیے متعلق اپنے نیک عزائم کے لیے یہ قریب بہت مستعد ہوئی۔ ہزاروں دلوں پر پیدا ہوئے ہیں جن میں غرض و غور کی کمی نہیں تھی۔ لیکن پانچاٹھانے عزائم کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان کے ذہن میں ایک پختہ خدائی خدمت تھی۔ تاہم تصور معصوم ہے۔ انہیں آج تک ایسے خدائی خدمت گاروں کی تلاش ہے۔ یوں معصوم توجہ سے رضا کاروں کے اس جم غفیر میں انہیں اپنے معیار آج تک ایک آدمی بھی نہیں مل سکا۔ ان کا معیار بہت اونچا ہے۔ اسی کو کوئی آدمی نہیں مل سکا۔ اس سے پہلے مستطاب ہے۔

انہوں نے پہلے یہ کو صاف سامان کی ریاضت کے بعد ایک مثالی خدائی خدمت گار بنایا۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ سب خدائی خدمت گار اسی مقام پر منظر آئیں۔ وہ قریب میں زیادہ دلوں کا جوہر دیکھ کر خوش نہیں ہوتے۔ وہ مل جانے، اشیاء کھانے اور صرف دوسری چیز کے خدائی خدمت گار سے نہیں بچتے، وہ نعت و ادب کے غرے ٹھنڈے سے نہیں بچتے، جو انہیں لکھنے کو قریب کی لاپرواہی نہیں خیال کرتے۔ — چروہ کی چاہت ہے۔ وہ مل چاہتے ہیں۔ صرف عمل — وہ ہزاروں لاکھوں کے بجائے صرف تین کے چند خدائی خدمت گار، ایسے پیدا کرنا چاہتے ہیں جو ان کی طرح مثالی خدائی خدمت گار ہوں۔

معلوم کا ساتھ دے۔

ہمیشہ سچ بولے۔

بدکاریوں سے جان بچائے۔

پاک و صاف رہے۔

باپا خاں ہمیشہ سچا خدائی خدمت گار بننے پر زور دیتے ہیں۔ وہ مالتی ہیں نہ مالت پند کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ خدائی خدمت گار بننے سے پہلے خوب اچھی سوج بوج کرواں کس حرکت میں شامل ہونا چاہیے۔ تاکہ بعد میں خدائی نہ ہو۔ وہ بار بار واضح طور پر بتاتے رہے ہیں کہ اگر سوچ لو بھگوان کو میرا کس قدر کٹھن ہے۔ انٹوں بربے۔ اس میں دھوکا ہی دھوکا ہے۔ میری دوستی بہت جھٹکی ہے۔ دشوار ہے تکلیف دہ ہے۔ میرے ساتھ آتے ہو تو تمہیں اپنے تمام دنیاوی شلوکارم کو ترک کرنا پڑے گا۔ آذنائتوں میں پڑنا پڑے گا۔ بہت بنا رہا رہنا پڑے گا۔ ابھی سے خوب درد منکر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں بعد میں پکھتا پکھتا پڑے۔ اسے کہیں کام نہ بھجویے۔ ماسٹر بڑا پڑا غار ہے۔ اس میں حادثے ہیں، خطرے ہیں، زخمی ہیں، بھونچال ہیں، درد ہیں، دھوکا ہیں۔ ہماری منزل دُور ہے بہت دور، ابھی کس منزل تک پہنچنے کے لیے ایک بروٹا ریختان سے کڑنا ہے۔ جس میں میوں تک نہ کوئی سایہ دار، رخت ہے نہ پانی کا چشمہ ہے، نہ سہلی ہے۔ اور نہ کوئی ٹیپی سہارا ملنے کا امکان ہے۔ اس سلسلہ میں باپا خاں کی ایک تقریر دیکھئے۔

”آج میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو خدائی خدمت گاری کا مفہوم سمجھا دوں
آج کے بعد تمہارے ساتھ صرف کس آدمی ہوں۔ لیکن وہ ہم کے خدائی
خدمت گار نہ ہوں۔ خدائی خدمت گار ایک ایسی فوج ہے جس میں ہر
آدمی بھرتی نہیں ہو سکتا۔ یہ کوئی ٹرینی فوج تو نہیں کہ جس میں ہر آدمی

بھرتی ہو سکتا ہے۔ انگریزوں کی فتح میں تو اچھے بڑے کی قیڑ نہیں ہوتی۔
 وہ تو ایک خدائی فوج ہے۔ اس میں تو وہ آدمی بھرتی ہوگا جو کہ ہتھک
 ہو اور ہر قسم کے سب سے تہ کش ہو۔ میرا بیان ہے کہ پٹنوں کی
 خدمات صرف اس خدائی خدمت گاہی میں ہوتے۔

سب سے پہلے ایک خدائی خدمت گاہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ تنہا
 ایک جگہ بیٹھ جائے۔ جہاں صرف وہ ہو اور نہ کوئی اور۔ اور نہ کوئی دوسرا
 ناظر ہاں کہ اپنے دل سے پوچھے کہ کیا وہ بھول جوں کے بیان کئے
 ہیں وہ نہیں سمجھتا۔ جیسا نہیں۔ — ظاہری طور پر تو آپ مجھے دھوکا
 دے سکتے ہیں البتہ آپ کو۔ — مگر خدا کے ساتھ دھوکا بازی نہیں ہو سکتی
 جس میں کہ وہ ہر سے دلوں کو محال جانتا ہے۔ — ایک بار نہیں اور بار
 نہیں بار بار اپنے دل سے پوچھے اور اگر دل مشورہ دے تو پھر خدائی ہتھک
 بنے اور اگر دل کہے کہ یہ سنت کا مہ ہے تو پھر یہاں ہی رہے۔

اس میں آپ کو باخبر کرتا ہوں کہ ہمیں میں ہاتھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر تو
 حکومت ہمارے مطالبات نہ منے اور یہاں ہم پر سے میری جگہ شروع کریں
 گے۔ تو آپ اس بات کو سمجھیں کہ ہماری پہلی جنگ سے مختلف ہو
 گی۔ یہ اس پہلے پہلے سے طریقہ پر نہ ہوگی کہ جس میں دریاں نقصانات تھے
 پہلے کی طرح وہ ہتھیاری ہتھے نہ ہوں گے کہ جن میں کوئی کم از کم تقریریں ہوتی
 تھیں اور لوگ جویش میں آجاتے تھے اور پولیس مارگٹائی شروع کر دیتی
 تھی اور بہت سے بے گناہ لوگوں کو جیل بھیجا دیا جاتا تھا۔ تو وہ لوگ تو خدائی

اس عزم نہ کرے گا۔ میرے لوگ رشتہ دہے رشتہ سے جہاں پہنچتے
تھے۔ یاد رکھئے کہ رشتہ دریا کا نہ گہر ہے۔ اور جو شخص اس عزم کے لئے
کوشا ہے۔ تو اس سے بہتر ہے کہ وہ بالکل جیل نہ جاتے اور جیل خانہ میں ان
بہیموں کی حالت کو چھوڑ دے۔ خود ہی ہے کہ میں کو میں غارت میں پڑا ہوا ہوتا
ہوں۔ میرے لئے تھا کہ انہار و غیہ منکون پاپوری چھپے خود کو ثابت نہ کرے
ہمیں انہاں میں کمزوری پیدا کرتی ہیں۔ اور ایک خدائی خدمت گار کو قبول
اور قبول کرنا نہیں ہونا چاہیے۔ خدائی خدمت گار کو لڑنا ہونا چاہیے۔ جو کچھ
کوسے ہوتا کرے بے ذاتی دوسرا اس کا تجربہ ہے۔ یہاں کہ میں نے آپ کو
یہ قسم لینی مقررہ سنو کہ میں وقت میں شام میں تین سال قید ہوا۔ اور
بچے کسی نے نہ دیا۔ اور اس کی وجہ سے میرے دل میں فوری ہوا تھا کہ اس
وقت میں نے کچھ مادہ دیا کہ آئندہ پھر میں کہیں دوسرا کام نہ کروں۔ جو ہوا
کے دل میں لگا پیدا کرے۔

ایک اور بات یہ ہے کہ جیل میں وہاں بھوک بھڑک بھڑکاتے ہیں۔ اس موقع
کوئی بھی بھوک بھڑک نہ کرے اور اگر کوئی کرے تو چروہ پٹے سے نیکو کرے
کر یا تو میں مردوں کو یا پھر میرا مشاہیر منظور کی جائے گا۔ لیکن یہ بات غلط ہے کہ
ایک شخص بھوک بھڑک کرے اور دوسرے بھی اس کی ہمدردی میں بھوک بھڑکیں
کر دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوئی اپنی مرضی سے جیل جانے کو تیار نہ
ہو تو اس دہشت نہ ہوتے۔ اور اس دہشت میں سے۔ یہی باندھ کر رکھی ہے
وہ خدائی خدمت گار بھی جو ملین جیل میں ہوتے۔ اس صحنے کے ذریعے کسی کو

ہمیشہ بنایت جند اور ارفع رہا ہے۔ وہ کردار اللہ قیل و سہائی اور دیانت، محبت اور پیار، مہربان اور
 قتل کا ایک ایسا مجسمہ بنا چاہتے تھے جس کا نام "مذابی خدمت گذار" ہو

باچا خان اور عدم تشدد

عدم تشدد قریب قریب میرا غریب بن گیا ہے میں گاندھی جی
 کی اپنا لاپستہ بھی کافی طالبین میں تفرقہ کو جو ہے غیر کامیابی
 میرے صوبہ میں حاصل ہوئی اس کے بعد تو میں دل دیا اس سے
 عدم تشدد کا حامی بن گیا ہوں انشا اللہ میرے صوبے کے لوگ
 بھی تشدد سے ہم نہیں ہیں گئے، لیکن جسے کہیں ناگہیاں
 رہوں اور میرے صوبہ میں تشدد کا عنوان بہ پاسو جائے۔ اس کا
 کو میں اپنی قسمت پر صبر کر کے بیٹھ رہوں گا، مگر اس سے میرے
 اس حلقے میں کوئی ترقی نہیں ہوگی۔ کہ عدم تشدد بھی چیز ہے
 اور میری قوم کلاس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے؟

یہ وہ نکتہ ہے جہاں باچا خان نے خود اپنے عدم تشدد کے حقیقی سہارے میں اشارہ کیا
 میں۔ اور ان میں ان کا نظریہ اتنا واضح ہے کہ اس سلسلہ میں مزید کسی قسم کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی
 اس میں شک نہیں کہ عدم تشدد فلسفہ باچا خان کے گاندھی جی سے کیا۔ اس بات
 کا انہوں نے اعتراف بھی کیا ہے لیکن آخر میں سہیو کو انہوں نے اس حد تک اپنایا کہ شاید گاندھی جی
 سے بھی دو قدم آگے نکل گئے۔ ہندوؤں کے بڑے بڑے یوتھ گاندھی جی سے بہت قریب تھے
 عدم تشدد پر اس سختی سے پابند نہ رہ سکے، جس طرح باچا خان رہے۔ اس بات کے سبب مترس ہیں

اور اہمیت جٹائی۔

انہوں نے اسے اور زیادہ وسعت دی اور نہ صرف اپنی جنگ آزادی کے لیے مدد تشدد کو
لیک پیٹھ اور ۱۰۰۰ پتیا بجا بلکہ اسے تمام دنیا کے امن و خوشی کا ذریعہ قرار دیا کرتے ہیں۔

’جنگ‘ اور ’جنگ‘ ترقی جاتی ہے۔ جنگ تشدد سے دوسری مدد تشدد سے
یعنی مبر سے۔ تشدد کی جنگ میں محض شکست و فتنہ کا امکان ہے۔ لیکن
مدد تشدد کی جنگ میں شکست و فتنہ کا امکان ہی نہیں اس میں ہمیشہ ہی فتح ہے تشدد
سے قوموں میں نفرت اور بغض و کینہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ دوسری
اور قریبی جنگ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح مسلمانوں کی تشدد کی
جنگ کا نتیجہ موم و مومنوں پر جنگ کی صورت میں سامنے آیا۔ لیکن مدد تشدد
قوموں میں محبت پیدا کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسے مدد تشدد کی جنگ
کوئی نئی اور بڑی چیز نہیں ہے۔ جنگ وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے
ہوئے رسول اکرمؐ نے لڑی تھی۔ لیکن بڑا وہ مدد تشدد کے پہلے
سے واقف ہیں۔ اس کی یہ غلط فہمی ہے کہ ہم اس شکست جو لڑی ہے لیکن حقیقت یہ
نہیں۔ کیا آپ نے دیکھی نہیں کہ اب ہم مسلمانوں میں یہاں سے باہر آئے تو قوم
میں سہار دی اور محبت کے ہزاروں کھنڈ بکسے ہوئے تھے پر مسلمانوں میں نفرت
نے ہزاروں امیر تشدد و دہشت گرد پیدا کیے۔ آپ سے پچھ سال کے لیے بدامنی
لیکن غرض کہ ہم سب ہزاروں کھنڈ بکسے ہوئے تھے۔

باپا خان ہیں ایک سب سے بڑی غور ہے کہ ہر کچھ وہ اپنی زبان سے کہتے ہیں اس کا خود

شانی نہیں کہ بھی دیا ہے۔ مدد تشدد کی پالیسی پر جس سے سب سے پہلے غور ہونا چاہیے اس کے بعد

انہوں نے وہ دونوں کو اس کی تعلیم دی۔ ہم تشدد کو جاننے کے لیے انہیں تھنی۔ نعمت تھنی۔ کش
 کوئی پڑھی۔ کچھ ان ہی کو بھی جانتا تھا۔ وہ ان کو پڑھایا۔ کوئی پڑھانے کے بعد ان کے ہاتھ پر لکھیں
 بہت کم پڑھیں تھیں۔ ان کی آخری عمر میں ان کے بھائی پر قابو پایا۔ ہم تشدد پر مبنی دو ایک دم
 سے مدد نہیں ہو سکے۔ بلکہ ان کی عزت، کافی داخل اور عادی بہ وہی ہو گئے۔ بعد اسے اپنا شمار کیا اور
 ہی پوچھتے تو یہ سب شتون و عدم تشدد پر لیاں لے رہے تھے۔ ان کی باتیں عجیب و غریب باتیں تھیں۔ کیونکہ
 اس کی مددوں کی روایت اس کا قول اس کی عزت اور ان کے مزاج سب کے سب اس کے
 بائیں ہاتھ واقع ہو سکے ہیں۔ اس لیے ایک ما آؤں کی نسبت۔ تشدد کو اپنا کامیاب سبب شتون کے لیے
 لیا اور دشوار ہے۔ اور چونکہ یہ چاندان بھی شتون میں اس لیے تھے۔ انہیں ہی عزت کے طور پر سمجھا
 کہ ان میں بہت کم پڑھیں۔ ان کی عمر ۶۰ سال، وہ بڑے دم کے تھیں۔ ان میں جو شخص پتہ لایا تھا۔ سمجھا کہ ان میں
 اس قید و بند میں تھا۔ اس کے بیٹے اپنے آپ میں ہی تبدیلی پیدا کی تاکہ ایک ایک نئے قالب
 میں داخل ہائے کچھ شکل نہیں۔

"اپنے ہم تشدد دے نئے مختلف طریقوں سے پیش رکے اسے نوں کے ذہن میں لائے
 بہت کم پڑھتے رہے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

انسان کی تباہی کا باعث عزت ہے۔ دنیا کی بڑی ماہی کا تیر۔ بہت کم
 کی چٹان سے عزت۔ نہایت کم پڑھیں۔ مختلف فرقوں، مختلف فرقوں، مختلف فرقوں
 مختلف فرقوں میں ہیں۔ یہ ہی طریقے سے کافی دوسلوں کے درمیان ہیں
 عزت کے شے بہت کم پڑھیں۔ ان میں جو شخص پتہ لایا تھا۔ سمجھا کہ ان میں
 ہندوستان کی عورتوں کی شے بہت کم پڑھیں۔ ان میں جو شخص پتہ لایا تھا۔ سمجھا کہ ان میں
 ان کے سب سے کم پڑھیں۔ ان میں جو شخص پتہ لایا تھا۔ سمجھا کہ ان میں
 ان کے سب سے کم پڑھیں۔ ان میں جو شخص پتہ لایا تھا۔ سمجھا کہ ان میں

نہایت کی زیادتی و موجب ہے۔ قدرت کو دُور کرنے کے یہی
 میری یہ باتیں اور صوفیوں کی آدمی کے دل میں یہ خیال رہتا ہے کہ
 نہیں تو چین کی ہے یہی غیبت کرتے ہیں۔ یاد کرنے کی توجہ
 ہوتا ہے۔ اس کے دل سے کہہ قدرت نہیں ہوتی لیکن جسے دل میں یہ خیالات
 نہیں ہیں۔ اس کے دل میں یہی غیبت ہے، غیبت، غیبت سے
 دُور نہیں ہو سکتی، جاہلیت سے دُور ہوتا ہے۔ اس کے غیبت کو غیبت اور
 بدی کو غیبت سے حق کیا جا سکتا ہے۔

تھوڑا سا وقت کے وقت نہ تو ہوتا ہے نہ غیبت اور غیبت
 ہے۔ اور یہ چیزیں کوئی نہیں ہے۔ نہ تو ہوتا ہے نہ غیبت ہے۔ اور یہ چیزیں
 نہیں ہیں۔ غیبت کے وقت نہ تو ہوتا ہے نہ غیبت ہے۔ اور یہ چیزیں
 اور دوپہے کا زمانہ، دوپہے کے وقت، دوپہے کے وقت، دوپہے کے وقت
 ہوتی ہیں۔ ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت
 دوستانہ محبت پر مبنی ہوتا ہے۔ ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت

اس سلسلہ میں ان کی غیبت، دوپہے کے وقت، دوپہے کے وقت، دوپہے کے وقت

معتزات فرما ہے۔ جسے اپنی غیبت پر مبنی سکھایا ہے وہی غیبت پر مبنی ہے۔

اولیٰ ہوتے ہیں۔ ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت

ہمارے دوروں سے گزرتی ہیں اور یہ ہمارے دوروں سے گزرتی ہیں

ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت، ہر کوئی غیبت

کوئی غیبت نہیں ہے کہ ہم اس کو غیبت سے کہہ سکتے ہیں

ہمارے سروں پر پیر رکھے اور ہم نہ بڑاٹھائیں۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال
 ہے کہ ہم تشدد کے سلسلہ پر ہم اس لئے جت رہے ہیں کہ ہم کمزور ہیں۔
 غلط ہے۔ میں پہلا اور جس وقت طاقت پڑ گئے تو پہلے ہم تشدد پر اتار دیں گے
 یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہم نے جو یہ چیز اختیار کی ہے تو یہ ہمارا اصول ہے
 نہ راندنی نہ تفریق نہ۔ سب کو ایک اصولی راستہ ہے۔ یہ چننا روز نہیں
 ہے بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس میں کبھی تبدیلی نہ ہوگی۔ آج ہم کمزور ہیں۔
 اور اگر کل ہم طاقت پڑ گئے تو بھی ہم تشدد و رستہ نہیں چھوڑیں گے
 اور سب یہ بھی سمجھیں کہ ہم تشدد کمزور لوگوں کا کام نہیں ہے۔ ان اصولوں
 پر وہی قوم عمل کر سکتی ہے جو غبار و قوم ہو اس کے اور اسے جنموکھوں اور
 ایک مقصد ان کے سامنے ہو اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہندوئی مذہب کو
 کو بھیجیں اور اس کے اصول پہنچائیں۔ میں نے پہلے بھی ایک مثال پیش کی
 تھی آج پر بیان کرتا ہوں۔ ادا شتہ جبک خیم میں مہرہنی نے شکست کھائی
 تو ان سے تان بھگت سب لیا گیا کچھ عرصہ تو تان داغ لگا رہا آخر ہندوؤں کی وجہ
 سے تان داغ دینا بند کر دیا تو فرانسسوں نے اس کے عوض برصغیر کی کوئی طاقت
 لینے کو فیصلہ کیا۔ اور کاش میڈیا قبضہ کر لیا۔ اس وقت برصغیروں نے تشدد
 کے بہانے ہر مشدد و پرتل کیا اور وہاں کے محام نے فرانس سے مدد
 مانگوں کر دیا۔ مژدوروں نے کھوں، حوں اور کارخانوں میں کام کرنا چھوڑ
 دیا۔ نتیجہ یہ کہ آغا تھک ہر فرانس کو جسبورا اس طاقت سے اٹھ اٹھاتا
 ہوا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ایک طاقت ور قوم ہر مشدد کے ذریعے

برقوت کمزور قوموں کے بہت جلد کامیابی حاصل کر سکتی ہے امید ہے
 اب آپ لوگ بچ گئے ہوں گے کہ عدم تشدد کمزور لوگوں کا کام نہیں چنانچہ
 اس بات کو پہنے دل سے نکال دو۔۔۔ یہی بات کو پھر پڑیں اور
 دوریاں کس دیتے ہیں۔ تو میں آپ کو بھاتا ہوں کہ جس طرح تشدد کی فوج
 ہوتی ہے اسی طرح عدم تشدد کی بھی فوج ہے اور ہماری یہ فوج ایک نئی
 فوج ہے۔ اور اس کا اصل جرم تشدد ہے۔ اور بات جی بھولو کہ ہر فوج
 کے اپنے اپنے طریقے ہوتے ہیں۔ جس طرح تشدد کی فوج کی تربیت ہوتی ہے
 ان کو پڑھیں سکھائیں۔ جی ہیں اسی مسدود عدم تشدد کی فوج کی جی ایسٹ
 ہے اور اس کی تربیت ہوتی ہے۔ ان اتنی بات ہے کہ تشدد اور عدم تشدد
 کی فوج کی تربیت میں فرق ہے۔ تشدد کی فوج کا کام محکم ہے۔ دوسروں کو
 قتل کرنا اور نفرت پیدا کرنا ہے۔ اور عدم تشدد پنچانا ہے اور ہماری عدم تشدد
 کی فوج کا کام کسی کو نہ تکلیف پہنچانا۔ نہیں بلکہ دوسروں کو علم برداشت کرنا اور
 اپنی زبان و قلم سے خود تربیت سے لانا اور دنیا میں محبت پیدا
 کرنا ہے۔ یہی تشدد نہیں چاند ماریں کوئی جاتی ہے۔ اسی طرح ہماری فوج
 کو بھی تربیت دی جاتی ہے۔ کہ اپنی آپ میں ہر وقت اور محبت پیدا کریں۔

تشدد و نفرت ہے اور عدم تشدد و محبت ہے۔۔۔ میں آپ کو بتا دوں کہ
 کسی پر سیراد۔ زمانہ نہیں ہے۔ ہر شخص کی اپنی جہتی ہے کہ وہ اس راہ پر
 چلنے کو چاہے یا نہیں۔۔۔ یہ بات کہ اپنے خیال میں نہ لائیں کہ آپ
 میرے ساتھ نہیں کریں۔ اور نہ جو مواد ہے۔ یہ میرا کوئی ذاتی کام نہیں

نہیں، قوم کی خدمت ہے۔ مجھے یہ راستہ چنا معلوم ہوتا ہے میں اس پر
 چل رہا ہوں۔ اگر آپ کو دوسرا راستہ بہتر معلوم ہو تو اس میں آزادی ہے
 جو آپ آپ کا من چاہے کریں۔ میں نے تو بہن کو کیا بتا۔ اس نتیجے پر پہنچا
 ہوں۔ مگر عدم تشدد میں میری قوم کا بہت فائدہ ہے اور جو خاکسار مجھے
 اس میں قہر لگے ہیں تو تشدد میں اس کے برعکس مجھے بہت سے نقصانات
 دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن پھر بھی کسی کے خیال میں یہ راستہ بھی نہ ہو اور اس
 کی مغربیں لشکر و شبہات ہوں تو وہ ہمارے ساتھ بالکل شامل نہ ہو اس
 لیے کہ ان کے دلوں میں شکوک ہوتے ہیں وہ اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ
 پاتے وہ اکثر راستے ہی میں جھٹک جاتے ہیں اور میں اپنے ساتھیوں کو رستہ
 لینے کے لیے تیار نہیں ہوں صرف راستے سے واپس نہ جائیں :

باجا خان نے بار بار قوم کے سامنے اپنی عدم تشدد کی پالیسی کی پوری وضاحت کر کے
 کی کوشش کی ہے جماعت مندوں سے اسے مانع کیا ہے۔ اس کو خبر دیا گیا ہے۔ اس کے
 فوائد بتائے ہیں۔ تشدد اور عدم تشدد کا مقابلہ کیا ہے۔

عدم تشدد کی بجائے کہ تباہی ہیں ہمیں فتح ہی فتح ہے۔ کامیابی ہی کامیابی ہے جس
 میں زور آور سے زور آور طریقہ کو، طاقت ور سے طاقت ور دشمن کو ہانا غرہا ہونا چاہیے
 ہر میت اٹھانی پڑتی ہے۔ ہتھیار اٹھانے پڑتے ہیں۔

عدم تشدد کو کمزوروں اور بزدلوں کا ہتھیار نہیں کہتے بلکہ بہادروں اور دلیروں کا ہتھیار
 کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک غیر دھم دھم، ڈر و ہراسہ کرنا، ٹھیکس، اٹھا ہر گز ناکام نہیں بلکہ
 بڑے اولوالعزم اور جہاد کو مل کر لوگوں کا کام ہے۔ بزدل اور کم بہت شخص تو ذرا سی لذت بھی بدلتا

نہیں کر سکتا۔ وہ تو فوراً ہو کہہ کر بھاگ کر آتا ہے۔ گونا گوں آزمائشوں میں پرٹنے اور عادات سے روچار ہونے پر بھی محبت نہ ہارنا اور ثابت قدمی رکھنا ہی ہوں مردوں کی شان ہے اسی سے ان کی عظمت ابرار ذاتی ہے اور ان کے تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔

باپا خان مدد تشدد کے داعی ہیں۔ نوغین نے ان پر الزام لگائے، انہیں مٹھوں کہا۔ ان کے خدمات پر پکڑا کرتے رہے ہیں انہوں نے کئی چیز کی پروا نہ کی اور اپنے موصوفہ چٹان کی طرح ٹٹے رہے مضبوطی سے قائم۔ جسے وہ آج تک اپنے ان اصول پر قائم ہیں اور شاید اپنی زندگی کی آخری سانس تک قائم رہیں۔

باپا خان اور امن | باپا خان کی امن پسندی تو اس سے بڑھ کر ہے کہ وہ مدد تشدد کے فلسفے کو مستحیات سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ ہشون قوم اور اپنی خدائی خدمت گاہت کو امن و امان کی تعلیم دی اور انہیں جو پروردگار کے رکھنے کی ہدایت کی آپ نے اپنے ماں پر پے پختوں میں ہامنی کے خدمات دو تین خون بھی گئے۔ جن میں سے ایک خون کا اقتباس یہاں دی گئی جاتا ہے۔

اتنی میں اپنی قوم کی خدمت میں بہت اتنا مخلص کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو میں پہنچنے کہ اس مسئلہ پر غور کیا کرچہ آگ میں رہے کئیوں کو ملتی ہے۔ میان بید میں گئی نظر میں ان اٹھتی ہیں۔ جس دور کا خیال ہے کہ ہم تو مخدومین مدد سے لوگوں سے ہمارا کام، تو یہ خیال غلط ہے۔ اگر برائی کی بات کی طرح گئی رہی ہو آپ نے اسے ضرورت کی تجویز پر فوراً نگر نہ کیا تو ایسے مکان میں جینے سے غرض نہ رہے کہ ہمارے قوم اور ملک تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ یہ کام صرف باب آدمی کا نہیں ہے اور نہ ہی

جیسے، ایسے کہیں کہیں کس پہاچوں اور آپ کو بھانوں، جلدیستہ می
 پٹھان قوم کا فرض ہے کہ اس بات پر ضرور غور کرے اور اپنے آپ کو اور
 دیگر نامک پٹھان بھانوں کو آئندہ کرے۔ آخر کیا بات ہم اس بات سے غفلت
 کرتے ہیں تھے اور رٹا موٹی سے اپنے تاثر دیتے رہیں گے اور یہ ہمیں اور
 نصیبتیں برداشت کرتے ہیں۔ یہ کہہ رہا ہوں تو نہیں میں کہ انسان ہیں انسانیت
 ہیں۔ اگر باطن نہیں ہیں تو اچھے تو کتے ہیں۔ ان کی دنیا کی دیگر قوموں کو
 دیکھنا چاہیے کہ کس حد تک وہ اپنے اپنے ملک میں آرام کی زندگی گزار رہے ہیں
 بعض ملک اس کی ضرورتی اور پارٹ ٹائم ہیں لیکن لیگے وزیر کیا کر سکتے
 ہیں۔ یہ بہت کم ہے ان کے وقت سے سارے ملکوں کے امور میں اور ملکوں
 اور شوق سے تعاون کر رہے ہیں۔ یہ انسان دنیا میں کچھ بھی نہیں کیا ہے تو ان
 یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا کے ساتھ ان کے ساتھ تعاون نہیں کرتے تو انہیں
 بددست کیوں نہیں کہ جاتا۔ ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ نہیں بددست
 تو کیا ان کی تنخواہوں میں سے ایک پیسہ بھی کہ نہیں کہہ سکتے ہر ہر سے لوگ
 کہتے ہیں کہ وہ ہزار کے اختوں میں بڑی طاقت ہے۔ یہ بہت بڑی طاقت ہے
 اصل طاقت تو گورنر کے ہاتھ میں ہے اگر گورنر نہیں ہو تو وزیر کا بھی
 نہیں کہہ سکتے۔ تو اس موقع پر کہہ دوں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے
 چہرہ بہرہ وزارت کیوں قبول کی ہے۔ — آپ کو اور ہر ملک کو ہم
 نے وزارت سنبھالی تھی تو ان کے لئے یہ — اور حکومت برطانیہ نے وہ
 بھی کیا تھا کہ ملک و قوم کی اصلاح کرنے اور تمام حکومت چلانے

کے مسند میں گویا آپ کی دعا و کرم سے کہ اسے پہنچا جائے کہ کوئی جہاد
جستہ میں اس کے اوقات میں کی دعوت کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ یہ خبر شری
واقعات تھے میں سمجھیں تھے آپ کو خبر دیا۔ اب آپ اس وقت ضرور اہل
ہذا اقصیٰ میں سنا اپنی قوم و مملکت کے لیے یہ سچے سچے ہمدردی کر رہے

۱۹۲۳ء

انہیں بنی قوم کی جہالت اور ساری وجہ سے سرحدیں تھیں، قنارت اور وٹ اور لاشعیرہ
 وٹاس تھا، اور وہ نسل اسی برہمن سکھیا، شہ آپ نے محض مسیح کی بخش سے اور اپنے مسکین
 میں ان کا فائدہ دیا، ان کے لیے محض خدمت کرنا ہی آپ کی کیا رہی۔

آپ میں پسند کی دنیا کی تمام مشیقات حاصل بکثرت ہیں۔ اور میں جیسا کہ میں نے جب ان اذیاء کو
 لکھی تھے جیسا کہ ان طریقوں سے ان کو روکنا یا تو نہ ممکن ہے جو نے ان کو اپنے اس کی
 قیادت کے لئے آپ اپنی جماعت خدا کی خدمت اور سمیت لاکر میں نے سبقتیں لے کر ایک بڑے اس
 لئے کہ یہ چیز آپ کے لئے ہی انہوں کے خلاف قہری تاج پہ چمک رہے ہیں اور یہ ان کی مراد رہے
 والوں : وہ ان کو امن دشمن کہتے ہیں۔ اور دنیا میں قیام میں کے پیشہ مردانہ کو سب سے مذہبی
 پرہیز خیال کرتے ہیں۔

آپ ہمیشہ اپنی تہذیب سے لڑیں۔ لوگوں کو اس کی تعین کرتے جتے ہیں۔ آپ بہت ہیں دشمنوں کو مارنے
وہ اسے معاف کر دے۔ آپ کو دوسری زبان سے جہد ہو گا۔ آپ کو بڑا عید ملے گا میں پیش پیش ہوں
آپ نے ان سے بھی جہد نہ کی وہ ہمیشہ انہیں مہربان سے ملے۔

مکتبہ میں چھ برس کے بعد واپس آئے۔ پارلیمنٹ کے اجلاس میں شرکت کے لیے امریکی تھے۔ تو شرف مندی و احترام کے ساتھ واپس آئے۔ آپ نے بہت دنوں کے بعد ان کا استقبال کیا۔

کیا کہ آپ سے بے انصافی کی گئی ہے۔ اور غدری سر کیا کہ آپ کا دل میں بغض نہ رکھیں۔ اور انتقام لینے کی کوشش نہ کریں۔ اس پر باچا خان نے کہا میں اور میری ہمت اس چیز کے سخت مخالف ہیں ہم اپنے دشمنوں کو ہمیشہ معاف کرتے آئے ہیں اور آپ کو بھی ہم نے معاف کر دیا ہے ہمارا دل معاف ہے۔ اس میں کسی کے خلاف بھی بغض نہیں۔ ایک چمکے مسلمان کا دل ایسا ہی ہونا چاہیے۔

باچا خان جیل میں | باچا خان نے ہر اعتبار سے اپنے آپ کو ایک مثالی شخصیت بنانے کی کوشش کی۔ انہوں نے ایک کھلتے پتے گھر میں آٹھ کھوئی۔

نازد و غم ہیں پرودہ شہ پائی لیکن یہاں میدان میں قدم رکھتے ہی سختی کے تمام پاد سے تار پھیل دیتے۔ ہمیشہ آرام کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ان پر سب کچھ انہوں نے بغض و کدورت بٹھانے کی عرصہ محض نائنٹی طور پر نہیں کیا۔ بلکہ اسے اپنا اقدار بنا کر چھوڑا۔ خلوت و مہریت میں ان کا ایک ہی رنگ نظر آتا ہے جسے جیل میں بھی وہ نہایت مہر و استقلال سے وقت گزرتے رہے۔

دعا عمل جیل ایک ایسی جگہ ہے جہاں انسان اپنے اصلی روپ اور حقیقی فطرت میں سامنے آ جاتا ہے۔ بڑے بڑے لوگ وہاں جا کر پرکھ جاتے ہیں۔ اور اپنا واقعی کوائف برقرار نہیں رکھ سکتے۔

باچا خان جیل میں نہایت پُر امن وقت گزرنے کے قائل ہیں۔ وہ وہاں بھلاؤ ناساؤ کرنے کے سخت مخالف ہیں۔ جو لوگ جیل جا کر مشقت سے جی پرہیز کرتے ہیں جیل کے عزیز ہے تاہم انہیں طور پر کام نکھوتے ہیں۔ انہیں رشوت دے کر سہولتیں حاصل کرتے ہیں جیل کے انہیں کے خواہ مخواہ لڑتے جھڑتے ہیں۔ — باچا خان ایسے لوگوں کو بہت بُرا سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں سیاسی قیدی بڑی نعمت کا مالک ہوتا ہے۔ اسے جیل میں بٹھے وقار بڑی شرافت بڑی

مرگ سے وقت گزارنا چاہیے۔ اور کوئی ایسی کمزوری نہیں ظاہر کرنی چاہیے جس سے اس پر مدد آئے۔

وہ انٹر لیا کرتے ہیں کہ بہتر لوگ جیل جانے کو بڑا کمال کہتے ہیں۔ اور ہا ہر کام کرنے سے بھی چراتے ہیں۔ ایسے لوگ ترکیب کے نیچے۔ نر منفید نہیں ثابت ہو سکتے۔ ہمارا اصل مقصد جیل جانا نہیں ہے بلکہ کام کرنا ہے۔ انہوں نے ایسے لوگوں پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں: "جس وقت گرفتاریاں شروع ہوئیں تو ہمارا ایمان معلوم ہو جائے گا۔" ان کا خیال ہے جیسے مہرست جیل جانے سے تین لاکھ دی مل جائے گی۔ حالانکہ اس کے لئے قوم میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہا چاقان کہتے ہیں۔ میں خود جیل جانا پسند نہیں کرتا اور نہ ہی خوشی سے وہاں جانے کو تیار ہوں۔ لیکن مجھے تو مجبوراً جانا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ میں کام کرتا ہوں۔ ان کام کے لئے انٹریژ مجھے نہیں چھوڑتے اور جب میں باہر نہیں آتا۔ تو وہ مجھے گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیتے ہیں۔ دوسرے لوگ بھی اگر اس طرح گرفتار ہوں تو یقیناً ہے وہ نہ مالی غولی گرفتاری کا کوئی فائدہ نہیں۔

ہا چاقان کھری کھری باتیں کرنے لگے قائل ہیں۔ وہ کہیں اپنی کوئی کمزوری نہیں چھپاتے انہوں نے خدائی مذمت گاروں سے صاف صاف کہا کہ سسٹم کی سول انفرامی میں انہوں نے جو مہارت کی ہیں۔ ان سے ترکیب کو کافی فائدہ پہنچا ہے اور جو قدر و منزلت اس جہالت کی حکومت کی مغروں میں پہنچے تھی۔ وہ اب نہیں رہی۔ اس لئے کہ اس نے ہمارا اصل ریکارڈ یا اس نے ہماری کمزوریاں دیکھ لیں۔

انہوں نے ایسے خدائی مذمت گاروں پر گڑی تختہ چینی کی جو منس فیض کے مہرست جیل جاتے ہیں یا اس لئے جاتے ہیں کہ انہیں سسٹم میں جانے کا۔ اور اس کے نتیجے میں انہیں سسٹم

شکل ہو کر ڈسٹرکٹ بورڈوں، میونسپل کمیٹیوں اور کونسلٹ بورڈوں کی اپنی حالتیں کر سکیں گے۔
 باچا خان سلسلہ میں روتھ ایٹ کے بعد وہیں پہلی دفعہ پچھینے کے لیے پہنچ گئے
 سلسلہ میں انہیں دوبارہ تین برس کی موزوں سی۔ میری کمان ہندوستانی میں باچا خان کو کافی
 مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان دنوں جیلوں کی حالتیں نہایت ابتر تھیں۔ عوامیاتی قیدیوں سے
 تو بہت ہی برا سلوک دیا جاتا تھا۔

باچا خان کو جہاز میں بیٹریاں پہنائی گئیں۔ آپ کے شہاب کا زمانہ تھا۔ صحت مند و جوان
 تھے۔ جیس کی کن بیٹری ان کے پاؤں میں راتوں میں۔ آخری ایک بیٹری نیدرلینڈ پر چھا
 دی گئی۔ اس سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ اندھ ٹخنوں سے غم سے بھنے، خلیفہ احمد علی
 کے لئے کے ہاتھ میں لے کر پڑاؤ بنے۔ سارا کرباۃ خیر بنے۔ رفتہ رفتہ تم کے دادی ہو رہا
 گئے۔ اور واقعی وہ رفتہ رفتہ اس کے دادی ہو گئے۔

اس قید کے دوران میں قید بھائی احمد علی کی سخت مشقت کی وجہ سے آپ خلیفہ
 چٹ گئے۔ یہاں اس کے آپ کا بچپن پڑاؤ میں ہو گیا۔ چیت فتنے نے آپ کو اس شرط پر ہار کر
 ہار کر آپ دیہات کے دورے بند کر دیں۔ لیکن آپ نے اس میں شائستگی اور جیل میں آپ
 نے جیل کے سہم کی حفاظت کی۔ یعنی شہر کی جس کی وجہ سے ایک روزہ جیل نے ملازمت
 چھوڑ دی۔ حکومت نے باچا خان کو اس کا نام دار خلیفہ یا اور انہیں پنجاب کے کسی جیل
 میں منتقل کر دیا۔

انہوں نے سبھی جیل کے خلاف لی غصہ مندی نہیں کی۔ کبھی مرادات حاصل کرنے کی
 کوشش کی۔ آپ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ کو تیدی نے مجھے لڑا کر دیا کہ میرے پاس پرستار کو
 اتنے میں پیر خاندان آئے۔ اور مجھے وہ جو کہیں کے چنے چھپا کر دیا۔ اس چیز کو میں نے بھی

اور جب نازیدہ کا وقت قریب آیا تو میں نے پھر ہندوؤں سے کہا کہ آپ
 ہم باقی کر کے واروڑ صاحب کو پھر اعلان دیں کہ میری اور انکی نازیدہ
 متعلق کیا فیصلہ ہوتا۔۔۔۔۔ ہندو صاحب اس سے ڈر کر کہ جانے کو تیار نہ
 تھے۔ محقق کو یہ بات یاد رہی کرتا رہا اور نازیدہ کا وقت ختم ہو گیا۔

اس بات سے مجھے بڑا دکھ ہوا۔ میں نے سوچا کہ خود ہی کتنی بڑی چیز
 ہے۔ کہ ایک مذہم کو اپنے مذہبی احکام پالنے سے روکنے کے لیے جو باہمت
 نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ سارا دن یوں ہی گزار گیا۔ اور ان ہندوؤں سے ہندو نظریہ دار
 کے سوا میں نے اور کسی کی شکل نہ دیکھی۔ جب فرا قریب ہوئی تو ایک
 بھائی آیا اور مجھے اپنی کوٹھڑی میں بند کر کے چلا گیا اور ساری رات یوں
 ہی غم و فکر میں گزار گئی۔

بہت سے سادہ لوح اور انگریز دور سے ملنا جانتے ہیں کہ انگریزوں کے
 مذہب میں منافقت نہیں کرتے۔ ان کے۔۔۔۔۔ میں ہر قسم کی مذہبی آزادی
 ہے۔ لیکن وہ آزادی کہاں ہے۔ بے شک اس مذہب کو آزادی ضرور
 ہے جو ان کے عقائد کو نقصان نہ پہنچاتے۔

میں نے ہندوؤں سے کہا کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ ہم ان کے مذہب
 میں دخل نہیں دیتے اور ہندوستان میں مذہبی آزادی ہے۔ میں عجیب
 بات ہے کہ آپ نے کل مجھے نازیدہ کا کہنے کی اجازت تک نہ دی
 ۔۔۔۔۔ ہندوؤں سے کہا جواب دیتے۔ انہوں نے کوئی

بہان بنانے کے بہانے صاف کوئی سے قوم بیٹے ہوتے کہا حکومت
 بیٹنی سے پچھڑے گا۔ اس نے اجازت دے دی تو آئندہ ہم
 آپ کو ہرگز من نہیں کریں گے ہیں نے کہا جب دوسرے قیدی گارڈ
 پڑتے ہیں تو مجھے کون روکا جاتا ہے۔ وہ میری بات کا کوئی جواب
 نہ دے سے اور چلے گئے۔ وہ اصل وہ ڈسٹے ہیں کہ دوسرے قیدی
 مج سے متاثر نہ ہوں؟

ایک دورہ ہی جگہ فرماتے ہیں :-

”ہو تجھ میں، کل ایک اتفاقاً میرے ساتھ بات چیت کرنے والا کوئی نہیں
 تھا۔ اور خود ایک کامیابی کوئی متحمل اختلاف نہیں تھا۔ اس جیسے میں نے
 یہی مرتبہ وار وفد، سپرنٹنڈنٹ اور ڈائریکٹر سے کہا کہ اپنا کامیابی خود تیار
 کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن وہ کہتے تھے کہ جیل کا قانون اس کی
 اجازت نہیں دیتا۔۔۔ میرے بیٹے کوئی کام نہیں تھا۔ رامادون ریڈ
 پتھر تھا۔ میں چاہتا تھا کہ لٹا پکڑنے کی اجازت ملی گئی تو میں سرورسہوں
 گا۔ اور ہم غلام ہوتا رہے گا۔ میں نے جیل کے حکام سے یہ بھی کہا کہ میں
 زمینداری اور پابندی کا کام سمجھتا ہوں۔ اور ہزاری باغ جیل میں میں نے
 کافی تجربہ حاصل کیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ مجھے اس قسم کا کوئی کام دے
 دیجئے اس سے ایک تو میرا جی بہلا رہے گا۔ دوسرا یہ کہ آپ کے بیٹے
 باغ بنادوں گا۔ اور بہت سی سبزیں تو وہاں ٹھوکنے کے کاموں کا
 لیکن مجھے وہ لوگ ایک ہوا سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں اپنے منہ

سے نکلے تو قیدیوں پر مجھے دیکھتے ہی ایک ایسا قومیت جذبہ پیدا ہو جانے لگا۔

میرا کام چرخہ چوتہ تھا۔ کافی وقت میں یوں ہی گذرتا، لیکن پھر چھلانے سے مجھے یہ نفسکرات سے جان : پھڑا سکتا۔ میری صحت آہستہ آہستہ خراب ہوتی گئی۔ اللہ آفرشید بیمار پر دلکا۔۔۔ جیل خانے کا قیام یہ سب۔ کہ بر قیدی بیمار نہ جانے۔ اسے ہسپتال سے جاتے ہیں۔ دوسرے قیدی کو پارہائی تھی ہے لیکن میرے لئے نہ پارہائی تھی : ہسپتال۔۔۔ ہسپتال مجھے اس لئے نہیں لے جاتے تھے۔ کہ میرا بڑا بڑا اور قیدی کیاسی مرض کہیں دوسرے قیدیوں کو نہ لگ جائے۔ میں اپنی اور بھری ہوئی میں نہیں پہنچا رہا۔ اسی حالت میں گئی۔ میں نے لکھنا اس لئے دیکھ کر کہا، دوایں بھجوا دوں گا۔ میں نے کہا مجھے ہسپتال میں داخل کریں تو بہتر ہو گا۔ لیکن میں نے کہا کہ وہ پرنسپل کی بھادت کے بغیر یہ کام نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ صاحب چلے گئے۔ دوسری یوں ہی پڑا۔ بیمار بڑھ گیا۔ اور میری حالت خراب ہوتی گئی۔ اگلے روز شام نے قریب میں سے وزیر اپنے ایک کمان ساقی کے ساتھ آئے۔ وہ احمد آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کا نام سید قادری صاحب تھا اور وہ ایک مشین یا قہریشین تھے۔ انہوں نے میری خراب حالت دیکھ کر بڑی سیرانی خواہش کی کہ مجھ سے اتنا خراب ہو کر کیا جاتا ہے۔۔۔

میرنی طرف کے ہندو قیدی بھی دیکھے ہوں گے جن کے ساتھ یہی نسبت
 بہت اچھا سلوک ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک بیدار قوم کے
 افراد ہیں۔ ان میں تو کبھی لوگ ہیں یا پٹنن یافتہ۔ امیر ہیں یا غریب۔
 سب کے سب بیدار ہیں۔ اس لیے ان کے قیدیوں کی جیل میں بھی قدر
 ہوتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اصل کا احساس نہیں کہ اپنے قومی مفادوں سے
 کسی قسم کی ہمدردی کریں۔ اس لیے انگریز مسلمانوں سے ایسا غریب
 سلوک کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اس خدمت سے تحکک برائیں اور کوئی
 دوسرا قومی کاموں کا کام نہ لے۔

قادیسی۔ صاحب میری حالت اور جیل والوں کی لاپرواہی سے بہت متاثر
 ہوئے۔ انہوں نے میری باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور چلے گئے۔ جاتے
 جاتے نہ صرف اٹکا کہا، خدا آپ پر رحم کرے، — میں زمین پر پڑا بخار
 میں جل رہا تھا۔ خوشی و غم ایک قیدی چار پانی سے لے آیا۔ اور میری
 خوشی میں ڈال کر مجھے اس پر ٹا دیا۔ میں کہو گیا کہ یہ بھی قادیسی صاحب
 کی کوشش سے ہوا ہے۔ اب شاہ نوئے علی مجھے فکر نہ ہونی کہات کیسے
 کئے گی۔ میں نے ہار سے منبردار کو جیل کے پاس بھیجا کہ اُسے کہو مجھے ہسپتال
 نہیں لے جایا جاتا تو ایک شخص دیا جاتے۔ اس نے اکر کہا ہسپتال کی
 اہمیت نہیں جتنی رات کے لیے دو آدمی لی جائیں گے، چنانچہ رات
 اسی وقت کوٹھڑی میں میرے ساتھ دو قیدی اور منبردار کو بند کر دیا گیا ہیں
 تمام رات بے آرام رہا۔ رات کے آخری حصے میں اپنے آپ کو اندر سے

تو اپنے بچے کو پیٹ گئے۔ اس پینے سے قدرے بخار کی شدت کم ہوئی
اور میں سو گئی۔

میں چھوڑا دکھایا اور کہا ابھی میں بڑے ڈاکٹر کو خبر کرتا ہوں گی تو اور
کا دن تھا۔ اس نے وہ آگے ہی نہیں دیا۔ نے کہا لیکن یہ تو پرسوں
سے بیمار ہوں۔ رنجو جیسے چہرے سے آپ کا یہ لڑک ہے۔ تو دوسروں
کے ساتھ کیا ہوگا۔ توڑی دیر میں بڑے ڈاکٹر صاحب بھی گئے پوچھا
آپ کو کیا تکلیف ہے۔ میں نے مراد مان لیا پھر اس نے نسخہ لکھا اور
دواؤں پہنے گئے۔ کافی دیر بعد لیوٹر دیا۔ اس کے پاس دواؤں اور
بھاپ بننے کے لیے ایک پانی کا برتن تھا اس برتن میں روڑ کی ایک
ٹالی لٹی ہوئی تھی۔ اس نے وہ ٹالی میرے منہ میں رکھ دی اور کہا بھاپ
کھینچو۔ لیکن سال بھاپ تھی ہی نہیں اس لیے کہ پانی ٹنڈا ہو چکا تھا۔
میں سوچنے لگا قیدوں کا خدا ہی مافوق ہوتا ہے۔ ورنہ عقل تو یہی کہتی
ہے۔ کہ یہاں سے ایسا قیدی کو بھی زندہ نہیں جانا چاہیے۔

کچھ دن بعد جرنیل دور سے پراسے تو باپا خان نے ان سے اپنی کیفیت بیان
کی کہ انہیں اس جگہ کی آب و ہوا اس نہیں۔ جرنیل کے انہیں پنجاب یا سرحد کے کو جیل میں
بھیجنے کا وعدہ کر دیا۔ کوٹھڑی سے باہر سونے کی اجازت ملے وہ دن۔ اور ایک ہفتہ
بھی دیا۔

یہ چنان قیدی اگرچہ تعلیم یافتہ نہیں تھا لیکن ایک عصر کی ترباتی گئے بعد اسے ساتھی
کے شے سے آپ بہت خوش ہوئے کیونکہ کم از کم بات چیت کرنے کی شہرت پیدا ہو گئی تھی

پھر ایک دن انہیں پرنٹنگ ٹپ سے بتایا کہ پنجاب اور سندھ کے جیل والوں نے انہیں لینے سے انکار کر دیا ہے۔

باچا خان انٹرویو کے مرنے سے صحت یاب ہوئے تو کانفرنس میں پہنچاں میں آئیں جن کے رد وادب تکلیف نے کافی دنوں آپ کو بہت پریشان کیا۔
باچا خان اسی مضمون میں آگے چل کر ایک جگہ لکھتے ہیں۔

”قید اور جیل خانوں سے مجھے کافی نادمہ پہنچا ہے میں تو یہاں تک کہ
سکتا ہوں کہ اگر مجھے انگریزوں نے گرفتار نہ کیا تو وہ اور بدمذہب قید نہ کیا
ہوتا تو میں کبھی بھی اس قابل نہ ہوتا کہ میں مذہبی حقوق کی کچھ خدمت کرتا
اور نہ ہی ایسا علم اور عقل مجھے حاصل ہوتی اور نہ ہی اتنی معلومات اور
تجربات ہوتے۔ ہر وقت درمیان میں مجھ میں جیسا کیا ہوں
میں نے اس سے کافی فائدہ اٹھانے ہیں اور اپنی معلومات اور کمزوریوں
کی اصلاح نہ جیتے اور جب جیل سے باہر آیا ہوں تو سننے سننے سے سبق لے کر
کہ ساتھ دیا ہوں ہیں تو یہ خیال ہے کہ جیل خانہ مشہور، علم و ترقی نفس
کے لیے ایک بہت بڑا درس ہے۔ بشرطیکہ کوئی اپنا وقت نکالت نہ
کرسکے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ یہ تو یہ تجربہ ہے
کہ جیل خانے میں قیدیوں کی تعلیم اور مصیبتیں عجیب و غریب ہوتی ہیں تو انہیں
کی وجہ سے اپنی کمزوریوں کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ میرے
تو میرے بہت سے بھائی ہیں جنہوں نے اور جنہوں نے کافی تعلیمیں بھی
برداشت کی ہیں لیکن انہیں کافی کے بعد یہ سے اصلاح تو نہیں ہوتی

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جیل جانے کو بھی بڑی قرانی تصور کیا اور
 فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے وہاں ذاتی کام و آسائش کے
 لیے بھڑکوں میں سارا وقت گزارا اور اپنی کمزوریوں کی اصلاح کے لیے
 برا کوشش نہیں کی۔

پچا خان کے تعلقہ: بات بھی باپ کی ہے کہ وہ جیل کے کام سے رخصت ہونے کے بعد
 میں۔ اللہ ان کی جیل کی زندگی میں بہت کم مواقع ایسے آئے جب اس کی فزیت آئی ہو۔ ابتدا میں وہ پچا
 مرتبہ حکام جیل سے آپ کی اس بات پر جھڑپیں ہوئیں کہ آپ کی ملاقات کے لیے جو لوگ آتے آپ
 ان سے پشتوں میں باتیں کرتے اور حکام مہر تھے کہ یہ باتیں انہوں کی جائیں۔ نتیجہ کہ آپ نے ملاقاتیں
 کرنے سے ہی انکار کر دیا۔

اس کے علاوہ آپ نے بقا وقت بھی جیل میں گزارا وہاں کے حکام نے آپ کی ہمیشہ
 تعریف کی اور آپ کے ممبروں سے نفرت اور بغض خفا کی اور آواز دی۔

لوگ دفعہ ڈاکٹر خان صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ انہوں کو
 باپا خان محبتیت مسلمان | نہیں پڑتے تو انہوں نے مسکرا کر کہا۔

میرے حقے کی نازیں بھی باپا خان ہی پڑھ لیتے ہیں
 گاندھی جی نے کہا تھا۔

”باپا خان انشا پنا مسلمان ہے کہ میں نے وہاں کے
 قیام کے دوران میں کبھی انہیں نازقنا کرتے نہیں دیکھا
 بہادر یونیورسٹی کی رائے تھی۔“

میں جتنے مسلمان دوستوں سے ملوں ان میں سے کسی

کو بھی باپا خان سے زیادہ ایمان دار اور سچا مسلمان

تو کیا ان کے برابر ہی نہیں بننا ؟

مید بسط سن سکتے ہیں ۔

جب راقم نشہ بخمیل کے شاہی ملک میں داخل ہوا

تو دیکھا کہ باپا خان زمین پر چلنے پر مامور کی ناز

میں مہر و منت ہیں ۔ سر پر جیل کا قلعہ بند ہے ۔ سر مٹی

بھگت کا گڑ اور باجاء زیمب تن ہے اور اوپر ایک

لہو کی ٹوٹی ہوئی ہڈی ہے ۔ ان کا رنگ جو کسی زمانے

میں تہابی تھا پیلا پڑ گیا تھا ۔ پیر سے اسی وقتوں پر

بھڑاں اور بڑھ گئی تھیں ۔ ۱۰۰ بھدے میں چلتے تو ایک

ہاتھ کمر پر بلکیے اور جب بھدے سے اُٹھتے تو کرب

سے ان کے ماتھے پر دستہ دو شکنیں ابھرتی ہیں ۔ ۱۰

رہا کرتے :

باپا خان کی زندگی پتھر کی جیسے تو ایک چیز جو سب سے زیادہ نکلاں نغراتی ہے ۔ ۱۱

ہر روزہ کی پابندی ہے ۔ ان کے قریبی ساتھیوں کا کہنا ہے ۔ کہ اپنی اس عادت ، زندگی میں کسی

مرحلے پر بھی انہوں نے از قند نہیں کی ۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ انہوں نے قیام کیا ہے ۔ لیکن جو تھوڑے ٹوڑے دانشور کے قائل

نہیں اس بیٹے کی تک کہی سے اس کا ذکر کرنے کی ہرگز تعمس نہیں کی ۔

انہوں نے قرآن کریم پر عجیب سے تفسیر لپیٹی ہے ۔ اناورث کی کتابیں پڑھی ہیں اور مذہبی

اور اسلامی کتب کا ترجمہ کیا ہے۔ خصوصاً سیرت نبویؐ پر ان کی بڑی توجہ ہے۔ اور نبی کریمؐ
اور صحابہ کرام کے دود پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں
پانچ خان کی سادہ زندگی، سادہ خوراک، سادہ لباس، اور وہ مریض، سادہ زمین ہیں۔
ملا کر یہ سب کے سب تعلیم، سونے کے معجز ہیں۔

وہ دین اسلام کو ایک سچی اور انہری ذہب سمجھتے ہیں اور ان کے دل میں ایک بڑی اور پیغمبر
آخر الزماں آتے ہیں۔ اور قرآن حکیم کی تعلیمات کو انسان کی نجات کا واحد ذریعہ خیال کرتے ہیں۔
انہوں نے رتد ہی سے اسلامی اصولوں پر اپنی غذائی خدمت اور ترکیب کی بنیاد ڈالی
اس وقت پشتون قوم کو تجارت، شعور نہیں تھا، اور چند سرحدی دار مدار کے منہ کی تجارت پر
چمکتے ہوئے تھے۔ آپ نے پشتون کو تجارت کی طرف راغب کیا، اور ان کو دھرم و دینیوں کی
سخت مخالفت کی۔

آپ نے انگریزی تعلیم کو بھی مخالفت کی۔ اور آزاد قوم مد سے تمام کر کے ان میں اسلامی
تعلیم دینے کا ارادہ کیا۔

جب انگریزوں نے غذائی خدمت اور ترکیب کو کچلنے لگا تو آپ نے ریل، اور بعض دوستوں نے
آپ کو مشورہ دیا کہ اسے کسی دوسری جگہ میں منتقل کرنے سے ان سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔ تو آپ
سے پہلے آپ نے مسلم ملک اور دوسری شخصوں کے پاس آدمی بھیجا تاکہ ان سے بات چیت کی جائے
لیکن سب انہوں نے اعتقاد کی توجہ ہو کر کانٹوں کی دوست قبول کر کے۔ کے سادہ اخلاق کریں۔
آپ نے ترکیب تجارت میں نہایت مہارت سے متدین یا انہوں میں سب کو چھوڑ دیا۔
اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر جاتے کی۔

آپ خوفت نبیؐ نے مدد رہے۔

آپ نے جملہ کلموں میں برکت پڑھ کر رکھ لیا۔

اور اس کے علاوہ آپ ہر اسلامی کتاب میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

آپ کی ترکیب خدائی قدرت کو یاد رکھنا ضروری ہے، اس کا نشان ہے اور اس کے

تقریباً ہمیشہ اس کا قرآن تبارک و تعالیٰ ہے۔

آپ کی ترکیب خدائی قدرت کو یاد رکھنا ضروری ہے، اس کا نشان ہے اور اس کے

خدایا ان کا مقصد ان کا مقصد ہے کہ بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی وہ کبھی نہیں ہلکائے چلائے

جسب، دیکھ کر اس کو آپ کو یاد دہانی کا خیال آیا تو آپ نے فرمایا۔

یہ سب خدائی برکتی سے ہو رہا ہے، جو بے شک

اس نے مجھ پر کرم فرمایا، یہاں تک کہ اب اس کی

برکتی ہے کہ میں جس کے اندر قدرت کروں تو میں

جملہ جادوؤں، جادوؤں میں وہ خوش رہے، اس کی

میں میں بھی خوش رہے۔

آپ نے اپنی آیتوں میں اکثر قرآن مجید کی آیات قدرِ عظیم کے حوالے دیتے

ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

”خدا نے قرآن پاک میں ممانعت فرمادہ فرمایا ہے

کہ میں دنیا میں کمن لوگوں کو خوش حال رکھتا ہوں اور

یہ تمہاری خوشی ہے۔“

اور یہ وہی ہے جو ہر ظالم سے فرمایا ہے۔

”وہی ہے جس نے تمہیں بتایا ہے کہ تمہاری

میں تو پھر میں بھی انہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ اللہ اپنی رحمت
سے انہیں غورم کر دیا ہوں۔



”ہم لائق ہمارا بھی فرض ہی نہیں بلکہ ایک ہی ہے جتنہ
ہے۔ رسول پاکؐ فرماتے ہیں: ”الحاسب عیب اللہ“
جو کوئی کسب کرتا ہے نہ اسے دوست رکھتا ہے؛



”اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ اسے
لوگوں تم پر ایمان لائے ہو تو ایسی باتیں مت کرو۔
جو تمہیں کہتے ہو اس میں سے کہ نہ ان کے نزدیک یہ
بڑا عیب ہے نہ ان کو چاہیے کہ اس پر عمل نہ کیے“



”معاذ اللہ پاکؐ! ارشاد ہے کہ ہر واقعہ کے میں
ایک انسان سمجھا ایک لسان ہے۔ — انسان
یہ ہے کہ تمہیں اگر کوئی تھپڑ مارے تو تم بھی اُسے
تھپڑ مارو، تمہارے بھائی کو کوئی قتل کرے تو تم
اُسے قتل کرو۔ — لیکن صحت یہ ہے کہ اگر تم پر
کوئی زیادتی کرے تو تم اُسے معاف کر دو۔ اللہ
احسان انسان کے بہترین۔ جو شخص کوئی کوئی

کو دے تو خدا کے نزدیک اس کا بہت بڑا اجر ہے

☆

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول نے اپنے صحابہ سے پوچھا کہ کس آدمی کو چاہتے ہو۔ صحابہ نے جواب دیا اُسے کہ جسے جنگ میں لڑنے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہاں نہیں ہے۔ یہاں وہ شخص ہے کہ حق میں بھی اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

☆

ممدونہ، ابوالمکرم انا واپس تیسرا تھا اور القرآن میں لکھتے ہیں کہ آپ صبرا قرآن پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا۔ قرآن پاک نے انسان کے لئے ایک خاص تصور قائم کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد رحمت اور محبت پر رکھی گئی ہے۔ ایک حدیث شریف ہے کہ اللہ پاک کی رحمت ان لوگوں پر ہے جو مخلوق خدا پر رحم کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی ایک آیت کا ترجمہ ہے کہ خداوند کریم کی محبت اور بخشش کے ساتھ ہے جو اپنا قہر مضمحل کر دیتا ہے۔ اور خدا کی تعظیم کو اس وقت کرتا ہے۔

پیشانی پر لکھا ہے

پیشانی پر

☆

روحانیت

ہاچا خان کو روحانیت سے خاص لگؤ ہے۔ وہ بار بار اس کا اظہار کرتے ہیں کہ خدا کی خدمت اور ترکیب ایک روحانی ترکیب ہے۔ لیکن دنیوی مرید کدیا خانقاہی و درویشی کے تقاضوں نہیں اسی لیے ساتھ ہی ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم پر سمجھ کر میرے ساتھ چومو، پاؤں پڑو اور میری پوجا کرنے لگو۔ بلکہ میں تو تم سے مل اور خدمت مل چاہتا ہوں۔ وہ اپنی ترکیب کو روحانی ترکیب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی قوم کے باطن کی صفائی کرتے چاہتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پیرو۔

جھوٹ گناہ ترک کر دیں

ایک دوسرے کی برائی نہ کریں

فیض و غضب کا شکار ہو کر ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائیں

نماز و روزے کی پابندی کریں

تعلیم کے حصول کا شوق پیدا کریں۔

ہر ایک سے محبت سے پیش آئیں

بے مزد خدمت ختم نہ کریں۔

سارے دنیا کے انسانوں کو ایک نعرے دیں۔

مادہ اور بے تکلف زندگی اختیار کریں

ملاں روزی کمائیں اور لوگوں کے ہاں کی "ت بڑی نعرے دیں۔

مستی اور پیمیز نگار نہیں۔

آزاد رہ کر عین آزادانہ کرنا سیکھیں۔

خود ان کی اپنی زندگی میں ابتداء ہی سے انہوں نے ترکیب نفس کے نئے جدوجہد شروع

کی اور سس جھانڈے سے سے ایک مٹی دار فیہ تمام پر پہنچایا۔ اس زلیہ نفس نے من میں ہیں
روحانی اشعثی اور جانییت پیدا کر دی۔ اور ان کی شخصیت میں ایسا مادہ پیدا کر دیا کہ لوگ ان
کی عزت خود بخود کھینچتے ہیں۔

پاچا خان کی شخصیت کو غم بنانے میں ان کی زور نیت کو بڑا دخل ہے۔ آئی ماسیہ
نے کوئی شغل دیا نہیں دیکھا جو ایک دفعہ ان سے ملنے کے بعد ان کی شخصیت سے متاثر نہ
ہوا ہو۔

ہوتا گاڈھی سے ملنے بعد ان کی زندگی کا معاملہ کرنے کے بعد پاچا خان کو ان سے جو
میتہ اور انس پیدا ہوئی وہ اسی روحانی کشش کا باعث تھا۔ گاڈھی جی ہوں اسی کے پاچا خان کے
گرد جمع ہو گئے تھے۔ لیکن وہ دوسری روحانی شخصیتیں تھیں جس میں گاڈھی جی کے مخالفین بھی اس کی
سیاسی شخصیت کو انہیں یا نہائیں لیکن ان کی روحانی شخصیت سے انہیں نہیں کرتے اس کی طرح
پاچا خان کی روحانیت کے بھی درست و شش بھی قابل ہیں لیکن وہ۔ گاڈھی جی اور پاچا
خان دونوں کو محض روحانی رہنما ہی، نہ تھے اس لیے ان کی سیاسی زندگی کو بھی روحانیت ہی کا
ایک پہلو سمجھتے ہیں۔

پاچا خان نفس کشی پر زیادہ زور دیتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ غمبشات نفسانی ترک کر
کے ہی انسان اپنی صلاح کر سکتا ہے، انہوں نے اپنے آپ کو کسی چیز کی عادت نہیں ڈالی۔
صرف چائے کی عادت تھی وہ بھی چھوڑ دی ذاتی سے ملے کہ ایک کی نے کی عادت نہ رہے
لیکن اس کی بھی یہ عادت کہ ساعات دن میں ایک دفعہ اور بعض اوقات اس کی پابندی سے
بھی رہے نیاز ہو جاتے ہیں۔

فاروق نے قیام کے بعد ان میں گاڈھی جی سے ان کی سیاسی شکل بہت کم ہوتی بلکہ

زیادہ تر دوسالی جمعیں ہوتیں ان دنوں وہ ہیں میں کوئی بات نہ کرتے بلکہ ایک دوسرے کے
آمنے سامنے خاموشی سے بیٹھ کر صحبت میں مصروف رہتے باپا خان دان و دان بھی ان شرم
میاں جہاں گاندھی جی سے ملاؤں سنتے اور دشاہ پارتھو میں شریک ہوتے اور لیمن سنتے۔

یہ جمعیں کتنی پیاری، کتنی دلکش ہوں لی کچھ دہی دھل سے محسوس رہتے ہیں جو اس
دھڑکے گندے ہوں جس مذاق کا بھی آدمی جو اسے اپنے ہم مذاق شخص سے لڑ کتنی کیوں کتنی
خوش کتنی ماست ہوتی ہے۔ باپا خان سنہ ۱۹۰۰ عرصہ جو گاندھی جی کی صحبت میں گزرا شاید
وہ ان کی زندگی کے سب سے قیمتی دن تھے لیکن اس میں دن کا یہ عالم تھا کہ ان میٹھی اور خوش
پرور چھٹوں میں بھی وہ اپنے فرائض سے غافل نہ رہے۔ اور گاندھی جی کی عزت سے کرسیاں
اور دوسرے طبقوں کے دور سے کرتے رہے۔

آپ نے قرآن مجید کے علاوہ گیتا، اگستھو شریب اور خلیل مقدس کا مطالعہ بھی کیا۔ ان کا
قول ہے کہ آپ کے میل واپ اور ایسا دوسرے کو بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دوسرے
مذہب والوں کی مذہبی کتابیں پڑھیں۔ انہیں قریب سے دیکھیں اور بچنے کی کوشش کریں۔
آپ بہت بڑے سیاسی لیڈر ہیں۔ آپ کا سارا وقت بنگالوں میں گزارا ہے لیکن
تنبہائی آپ کو اتنی مرغوب ہے کہ جتنا وقت می ملے ہو بچ کر آپ تنہائی میں گزارتے ہیں۔
جہاں عبادت الہی اور ذکر و اذکار میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ چیز آپ کی دوسالی خاص ہے اور
اس کے بغیر آپ زندگی کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔

باپا خان اخلاقی طور پر بہت بڑا انسان ہیں وہ دنیا میں کسی سے
اخلاق | قدرت نہیں کرتے بلکہ ان کو پناہ دیتے کہ وہ نفرت نہ ہی نہیں سکتے۔
اپنے دشمنوں سے بھی محبت سے ملتے ہیں وہ خند و پیشانی سے پیش آتے ہیں ان کا کردار

بہت بن ہے۔ اتنا بلند کہ آج تک کسی کو تختہ نانی کی برأت نہیں ہوئی۔ وہ خود بن مطلق کا مجسم ہیں اور اپنے پیروؤں کو ہمیشہ اپنے اعلیٰ بلند کرنے پر زور دیتے ہیں۔ فرشتے ہیں۔

خدا کی خدمت جو ترکیب ایک نامہی، اعلیٰ اور سیاحی

ترکیب ہے۔ اس کی فرض بنی قرب انسان کی خدمت

اور ان میں محبت، علوم، تمدنی، کلاسی اور

بدون نہ چاہیہ پیدا کرنا ہے۔ ہر خدا کی خدمت کا کائنات

ہے کہ وہ قتل، بہزنی، ڈاکہ، بے حیائی، شراب نوشی

اور ہر قسم کی بد اخلاقی سے بے نیاز ہو کر، مجھوٹ

یونہی، غیبت کرنا، چنل خوردی، حسد، پارٹی بازی،

انتقام لینا اس ترکیب کے پاک اصولوں کے خلاف ہے

خدا کی خدمت کے چاہیئے کہ وہ خود مرضی، مکرور یا،

مرض و مرضی، خواہشات فانی اور ضرور و نخواست سے

بے نیاز کرے۔ کیونکہ یہ برعادیں انسان کی بدترین

دشمن ہیں۔

ان کی خواہش تھی کہ اپنے ہم پیروؤں کو خلاق حیدر کا نونہ بنادیں۔ اور وہ اس کے

لئے ہر انتہائی کوشش کرتے رہے۔ اپنی تقریر، تقریر اور نام لنگو میں ہمیشہ لوگوں کو انتہائی تہم

دینے کا کوئی موقع ہی نہ ملتا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب

ہوئے اس کے حقیقی توہم کوئی زیادہ امید افزا سا کہ نہیں دے سکتے۔ یسے اتنی بات تو

ہمارے مشاہدے میں آئی ہے کہ کم از کم ان کی موبدگی میں کسی خدا کی خدمت کا کوئی ٹکڑا

سختہ پینے، شور چانگنے یا کسی قسم کی بھی کوئی غیر اخلاقی حرکت کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی
 یہاں تک کہ مہاؤں کو کوئی چائے یا کھانے کے متعلق بھی نہیں پوچھ سکتا۔

ہاچا خان کی رواداری | ہاچا خان ایک روحانی آدمی ہونے کی وجہ سے کافی دیر انہیں
 واقف ہوئے ہیں آپ تمام مذاہب کا احترام کرتے ہیں ان کے
 رہنماؤں کو مانتے ہیں۔ اور کسی مذہب کے پیروں کی دل آزاری یا دل شکنی کرنے کو بہت براہم
 سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کے بنیادی اصول یکساں ہیں۔ بہتر فرشتہ
 میں فرق ہے کہ نہ کہ ہر مذہب میں اس ملک کی ذات ہے جہاں سے اس کی ابتدا ہوئی۔
 خدا فرماتے ہیں۔

”ایک سادہ سی مثال لیجئے۔ اسلام اور ہندو دھرم دونوں
 میں صفائی پر چڑا زور دیا گیا ہے۔ صفائی کے لئے میں
 ان دونوں میں کوئی فرق نہیں لیکن میں میں تمہارا فرق
 ہے۔ اسلام میں خشک سواک کرنے کا حکم ہے۔ اور
 ہندو دھرم میں بہر وقت اسے اسلام میں جب غسل
 واجب ہو اس وقت غسل کرنے کا حکم ہے۔ لیکن ہندو
 دھرم میں روزانہ یا دن میں کئی بار استنات کرنا لازمی
 ہے۔ ان باتوں سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ چونکہ ہندو
 دھرم نے ودیا میں جنم یا جسے جہاں پانی کی فراہم
 تھی اس میں سے روزانہ غسل کی تعلیم دی۔ اور
 اسلام ایک ایسے ریاست سے شروع ہوا۔ جہاں اکثر

پانی کا مذہب، جمال تھا، اس لئے اس نے حسبِ ضرورت
 فصل کا حکم دیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اگر کوئی
 مسلمان روزِ غسل کرے یا بزمِ سواک استعمال کرے تو اسلام
 سے خارج ہے۔ جل کے معاد میں مختلف مذہب ہیں
 جو فرق ہے اس سے نفعِ مقامی حالات کے اقتدار کا
 پتہ چلتا ہے۔ کوئی اصول فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے
 میں کسی کے مذہب میں کیوں دخل دوں۔ یہ تو ناممکن ہے
 کہ ساری دنیا کا ایک مذہب ہو جائے۔ ہر قوم پر حال ہے
 ہی مذہب سے ہدایت حاصل کرے گی اس لئے ایک
 قوم کا دوسری قوم کے مذہب میں دخل دینا بے کار ہے

یہی نہیں بلکہ ایک دفعہ گاندھی جی نے باپاننان سے ڈاکٹر خان صاحب کی انگریز
 بیوی کے متعلق پوچھا کہ آیا وہ مسلمان ہوئی تھی یا نہیں؟ انہوں نے کہا وہ باقاً بمسلمان نہیں
 ہوئی۔ اس کی مزدت ہی کیا ہے۔ اس کی پوری آزادی حاصل ہے کہ اس کا جو
 عقیدہ بھی ہو اس کی پیروی کرے میں نے کبھی اس پر، میں دخل نہیں دیا۔ آخر خداوند اور
 بیوی اپنے مذہب کے کیوں نہ پابند رہیں۔ اور شادی تہذیب کا باعث کیوں ہو۔
 باپاننان کو مذہبی تفریق اور تعصب سے سخت نفرت ہے اس سلسلہ میں ایک واقعہ
 بیان کرتے ہیں کہ وہ کانٹن کیوں کے جہس میں شریعت کے لئے دئے دیں ایک ہندو
 مہتر کے ساتھ جیل میں رہ چکا تھا۔ اسے پیراں ملی اور اس نے پانی چٹا چٹا۔ وہاں اتفاقاً
 پانی پینے کا برتن موجود نہ تھا۔ باپاننان نے اپنے دوستوں سے اس کے ہاتھوں پر پانی ڈالا

اور جب آپ سے اس طرح پالی پڑا، ہنستے تو کسی نے ان کا دوشے یا اور وہ تصویر
 "نریون" اخبار میں چھپ گئی۔ چنانچہ مخالفین نے اس چیز کو خوب اچھا لایا۔ اور آپ کے
 صورت نہایت زبردستی پر دیکھ لیا۔ انہوں نے خدا کی مذمت مجددوں سے کہا: "دیکھو یہ جہد
 پٹھانوں کا یہ ہے جو ایک ہندو کو پانی پاتا ہے۔"

باچا خان نہایت تعجب سے کہتے ہیں کہ آج تک ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آ سکی کہ
 آخر خدا کی مخلوق سے کسی کو پانی پانے میں کیا قیادت ہے، وہ اسے اپنی حق کے اندر سے
 لے لے گا اور مجرم کیوں سمجھتے ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ قرآن پاک میں صاف لکھا ہے کہ دنیا کی ہر قوم کے لئے اللہ تعالیٰ
 نے ہادی بھیجے اور وہ سب اہل کتاب تھے، ہذا کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان کو اس سے
 محروم رکھا گیا ہو۔ ہاں لوگ ہندوؤں کو اہل کتاب اس لئے نہیں مانتے کہ ان کی کتابوں کے نام
 قرآن شریف میں نہیں ملتے۔ — باچا خان کہتے ہیں قرآن شریف میں جو نام درج ہیں
 وہ محض کشمیری ہیں۔ اس میں دنیا کی تمام قوموں، ان کے پیغمبروں اور ان کی مقدس کتابوں کی
 مکمل فہرست کیونکہ مرتب کی جا سکتی تھی۔

اسی طرح ایک تقریر میں فرماتے ہیں۔

"مہول کیم کی یہ حدیث آپ نے پڑھی ہوگی "خیر الناس من
 ینفق الناس۔۔۔ دنیا میں بہت ہی قابل عزت اور بہتر انسان ہے
 جسے جو انسان کو فائدہ پہنچائے، آپ غور کریں تو اس حدیث
 شریف میں "ناس" کہا گیا ہے۔ اور "ناس" مرث سلاور کے
 لئے نہیں بلکہ اس سے مراد خدا کے پاک کی تمام مخلوق ہے

باچا خان محبت سمانی اور ادیب

ہاچا خان کو ادب و صحافت سے بڑی رغبت تھی اور قوم کی ترقی کے لیے ملک میں آزاد صحافت کی ضرورت کا نہایت شدت سے احساس تھا خصوصاً پشتو زبان میں صحافت کی کمی کو وہ بڑی طرح محسوس کرتے ہیں انہیں گاہے گاہے پشتون قوم کا متحمل طبقہ اور انگریزوں کی زبان و ادب کی ترقی سے یکسر غافل ہیں اس لیے جہاں بعض نوعمر زبانوں میں کئی روزنامے اور ہفتے وار رسالے نکل رہے ہیں وہاں پشتو ایسی قدیم زبان میں بھی ملک اس کے امکانات سد و قراستہ ہیں۔

باچا خان نے اپنی لڑکوں کی سیاسی سرورثیات کے بارے میں پشتو زبان و ادب کی ترقی کے لیے بھی حقیقی فکر و کام کیا ہے۔

انہوں نے سب سے پہلے ۱۹۲۸ء میں پناشیر: پشتر بچان پختون کا اجرا کیا جس کی سرپرستی وہ خود کرتے تھے اور احارت کے ذریعہ پشتو کے مشہور شاعر محمد اکبر خاں بھٹو کے پرستے۔

اس وقت سرحد میں پشتو کا یہ پہلا ماہنامہ تھا اور اس میں پشتو کے تمام مشہور ادیب لکھتے تھے یہ پرچہ سن ۱۹۲۸ء میں باچا خان اور ان کے ساتھیوں کی لڑکائی سے بند ہو گیا۔

مئی سن ۱۹۳۰ء میں پختون کا نیا دور شروع ہوا اب اس سے مزید بڑھتی ہوئی ترقی ہو گئی جو پشتو کے منجھے ہوئے ادیب ہیں۔ دیگر سن ۱۹۳۰ء میں تیار تھا کہ ۲۵ ہزار روپیہ کا کام کر لیا جائے اور اس پر چھ مہینے ہو گئے۔

اپریل سن ۱۹۳۲ء میں اسے پختون صاحب کی ادارت میں برسی کیا گیا سن ۱۹۳۳ء میں اس سے حکومت نے ضمانت طلب کر لی اور بعد ازاں اسے بند کر دیا۔

پہلے مسئلہ میں ٹاکر خان صاحب کی وزارت میں پھراس کا اجر و عمل میں آیا اور
قیام پاکستان کے بعد بند ہو گیا۔

سلسلے سے ایک یہ پرچہ دس روزہ رہا، سلسلے میں بہت سنا کر دیا گیا۔
اس کی اشاعت دو ہزار سے چار ہزار تک رہی۔ پہلے دوسرے اور تیسرے دور میں اس کا
دفتر آٹان زلی میں رہا۔ بعد میں سرحدیاسہ منتقل کر دیا گیا۔ اس کے ادیب کے اکثر باپا خان خود لکھا
کرتے تھے۔

چوتھان کوشتو مصنفات اور ادب میں ہمیں اہمیت حاصل ہے۔ باپا خان غازی طو کے اس
پرچہ میں بڑی دل چسپی لیتے تھے۔ اس میں زیادہ تر سیاسی مضامین ہی ہوتے تھے۔ خدائی خدمتگار
تحریک کی خبریں، باپا خان کی تقریریں، ملک کے سیاسی رہنماؤں کی بعض اہم تقریریں کے
ترجمہ وغیرہ لیکن کبھی کبھی کوئی ادبی، تاریخی اور تحقیقی مضمون یا مقالہ بھی منظر آجاتا تھا۔

اس پرچہ کو مقبول بنانے کے لئے باپا خان کو کافی کام کرنا پڑا۔ آپ نہ ملتے ہیں شروع
شروع میں جس کسی سے میں اس میں دل چسپی لینے کے متعلق کہتا۔ وہ یہی جواب دیتا کہ باپا خان
یہ آپ سن بھٹورے میں پڑ گئے ہیں رہا وقت دامن فناؤ نہ لیجئے اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ آپ نے
بتایا کہ گریڈوں نے پشتو کے دفتری زبان ہونے کا اثنا دسین پر ویلینڈ کیا کہ بیٹانے تو یہاں لے
اپنے بھی اس سے متنظر مقرر آتے تھے۔ لیکن آخر وقت رفتہ رفتہ سچے لوگ اس میں دل چسپی
لینے لگے۔ اور اس کی اشاعت کافی بڑھ گئی۔ اس پرچہ کو خدائی خدمتگار تحریک کے ترجمان
کی حیثیت حاصل تھی اور تحریک کی پھیلتے بڑھنے والے مضبوط بنانے کے لئے یہ بڑا مفید ثابت ہوا۔
باپا خان نہ ادیب ہیں نہ انہیں اس کا دعوئے ہے۔ لیکن ان کی تحریروں کو دیکھ کر
موسس ہوتا ہے کہ اگر انہیں ادب کی طرف توجہ دینے کا موقع ملتا۔ تو ایک اچھا ادیب بننے کی

صلاحت ان میں پاکی باقی تھی۔ ان کی تحریر نہایت سادہ، سستہ اور بے تکلف ہوتی ہے جس میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی شکلیں دے کر آپ اسے دل چسپ بنا دیتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :-

”قوم کی مشاں ایک درخت کی ہے جس میں کئی
 شاخیں ہوتی ہیں۔ اگر درخت کی جڑ تالا ہو تو شاخ
 بری ہوں گی ورنہ مر جاکر نہ جائیں گی۔ دنیا کی اتنی
 پانچ تو ہیں ہمیشہ اس درخت کی جڑوں کو مضبوط
 بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن ہمارا خیال بڑی
 عورت نہیں بلکہ سرشت کا اپنے آپ کو بڑھتی ہے
 اور وہی ہمارے تیز دل کا باعث ہے۔“

آپ نے خاص طور پر کوئی ادبی مضامین نہیں لکھے۔ البتہ آپ کے مختلف اوقات میں جیل کے بذخوٹ پر پنے ساتھیوں کے نام لکھے ہیں انہیں ہم ادب کا شاہکار نہیں کہہ سکتے بلکہ خاصے ادبی نوازوں کے طور پر ضرور پیش کر سکتے ہیں۔ آپ ہائیکو جیل بستی سے بزرگبر
 ۱۹۳۴ء کو ہاتھ گاڑی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔
 ”پیارے جاتا ہی سو مت رہیے۔“

آئی جے اس جیل خانہ میں تین دن ہو چکے ہیں۔ لیکن آپ کو خط لکھ
 سکا کل میرا ارادہ تھا کہ آپ کو خط لکھوں لیکن آپ نے جو مجھ پر بیان نہ
 لینے کی بندی عائد کی ہے سارا دن میں اس ہی فکرت رہا۔ کیونکہ یہ
 میرے لئے بالکل ایک نئی چیز ہے۔

آج سحری نے آپ کو خط لکھے کا فیصلہ کیا لیکن آپ کو کیا لکھوں۔
 میں اس جگہ کے حالات سے کوئی طرح باخبر نہیں ہوں۔ ایک کوٹھڑی
 میں بند ہوں، میں کسی سے بات کر سکتا ہوں نہ کوئی مجھ سے نہیں
 کسی کو دیکھ سکتا ہوں نہ ہی کوئی میرے قریب آ سکتا ہے۔ اس لیے یہ
 بہتر ہو گا کہ میں آپ کو اپنے ہی حالات لکھوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ
 بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سے آپ کہیں یہ واسطے رفاہ کر
 لیجئے گا کہ میں یہاں پر تنگ ہوں۔ میں بالکل خوش ہوں جہاں اس
 قید کو تو کئی نفس کے لیے کبیر سمجھتا ہوں۔

میں ایک کوٹھڑی میں تنہا بند ہوں جس کے سامنے ایک چھوٹا سا برآمدہ
 ہے۔ جس کا بیرونی حصہ گوبھی کی موٹی موٹی سببہ خوں سے بند ہے
 میں صبح و شام برآمدے میں ٹھہرتا ہوں تو مجھے چڑیا گویا داجاتا
 ہے اور ان ہاتھروں کی طرف میرا دھیان پٹ جاتا ہے جو ابھی
 کے پھروں میں بند ہوئے ہیں اور ادھر سے ادھر ٹپکتے دیتے ہیں۔
 میں یہاں صرف ایک وقت روٹی کھاتا ہوں اس لیے نہیں کہ دوسرے
 وقت کھانا کھانے کی جگہ مستحباب نہیں ہوتی بلکہ وہ جگہ ریت ہی
 نہیں۔۔۔ آج کل رمضان شریف کا مہینہ ہے۔ سحری کے لیے
 مجھے کھانا نہیں ملتا۔ جیل والے کہتے ہیں کہ سحری کے کھانے کے
 لیے جیل سبیلوں میں کوئی قانون نہیں ہے۔

میں زمین پر سوتا ہوں، سارا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں وقت

کافی ہے۔ لیکن پٹنہ کے لئے میرے پاس کچھ جی نہیں۔ — زیادہ
وقت مہدت میں گزارتا ہوں۔ مٹاؤں ہوں۔

آپ کو جلد الفجار

باپا خان کارکس اور خط مہدان خان ایم ایل اے کے نام ہے جو ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء
کے غنوں میں شائع ہوا ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

پیارے بھائی مہدائے خان صاحب

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط چند دن کے موصول ہوا۔ میں آپ کو جلد ہی جواب
دینا چاہتا تھا لیکن فرصت نہ مل سکی۔ آپ نے جو اعتراض کیا ہے
میں ان باتوں سے تامل نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتا ہوں۔ میرا معاملہ
پیری مریدی کا نہیں ہے اور نہ ہی یہ میرا کوئی ذاتی کام ہے کیونکہ
لگے شکوت تو ہمیشہ ذاتی معاملات میں پیدا ہوتے ہیں۔ میں اس قسم
کے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جن کے دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔
اس قسم کی پارٹی دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور اگر کچھ کامیابی
حاصل بھی کیے تو وہ چند روزہ ہوتی ہے۔

جس شد و کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور رسول کے زمانہ میں جتنی
جنگیں بھی لڑی گئیں وہ سب مافغانہ تھیں۔ ان کے بعد مسلمانوں میں
یا دوسری قوموں میں جو جنگیں ہو رہی ہیں وہ مافغانہ ہیں۔ میں اس

شد و کو پاک کہتا ہوں اور میں نے جو آپ کو لکھا تھا تو اس میں بھی

میں نے

مطلب تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے اپنے خط میں اس بات کو قیسم کیا ہے کہ ہم تشدد نامی آلادی کے بیٹے ایک بھائی ہیں۔ یعنی آپ کو یقینی ہے کہ اس کے ذریعے ہم آلادی میں مل کر سکتے ہیں لیکن یہ بات آپ کی بکھ میں نہیں آتی کہ آزاد ہونے کے بعد ہم اپنے ملک کو مدد تشدد پر لاہندہ ہوتے ہوئے دوسری قوموں سے کس وجہ سے لیں گے۔ ان کہتا ہوں کہ جن میں ہم یہ چیز ہم تشدد کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں، اسی طرح اسے اس کے ذریعے سنبھال بھی سکتے ہیں۔ چونکہ ہمارے دماغ تشدد سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے ابھی یہ بات آسان سے ہماری بکھ میں نہیں آ سکتی۔

اس کے علاوہ بھی، پانچا خان کے بہت سے ایسے خطوط ہیں، جن میں بعض اور لیٹریچر ہیں۔

پانچا خان کے مختلف نام
پانچا خان کا اصلی نام عبدالغفار خان ہے۔ لیکن ان کے عیدت مند انہیں مختلف ناموں سے پکارتے ہیں چونکہ وہ اپنی قوم میں ایک قابل فخر مہتمم سمجھے جاتے ہیں اس لیے انہیں لوگوں نے فخرانافذ کا خطاب دے رکھا ہے۔ اور ان کو آپ کے نام کے ساتھ شریعہ ہی سے غلبہ انافذ کا خطاب بھی جاتا ہے۔

دوسرا القاب آپ کا سرحدی گاندھی ہے۔ کس کی وجہ یہ ہے؟ آپ گاندھی جی کے بہت قریب رہے ہیں۔ اور آپ نے ان کے اصولوں کو بھی درجہ اولہ پناہ دیا ہے۔ خصوصاً ان

کے دم تشدد کے اصول کو تو آپ نے اپنا اوٹھنا بھڑکنا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی زندگی کو بھی سادگی اور سادگی کے اعتبار سے بہت مدغم زندگی کی زندگی کا فن بنا رکھا ہے۔ اس لئے آپ کا یہ القاب بہت مشہور ہیں۔ مخالفین آپ کو طنزاً "سرمردی گاندھی" کہتے تھے اور اپنے ساتھی محبت اور عقیدت کی وجہ سے اس نام سے یاد کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے یہ القاب اپنے لئے پسند کیا اور سرکاری مستند کے ایک اعلان کے ذریعہ اپنے پیروؤں کو متنبہ کر دیا کہ وہ ان کے نام سے ساتھ آئندہ "سرمردی گاندھی" نہ لکھ کریں یہ اعلان ملاحظہ ہو۔

مجھے لوگ "سرمردی گاندھی" کہتے ہیں۔ مگر مجھے یہ پسند نہیں۔ جب جانا گاندھی سو رہے ہیں تو ملک میں بہت سے گاندھیوں کی مزدورت نہیں میرا ہی ہی خیال ہے جیسا کہ گاندھی جی نے کہا ہے کہ اگر ملک میں بہت سے گاندھی ہوتے تو وہ آپس میں لڑ پڑیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ لوگ مجھے "سرمردی گاندھی" کہنا اور لکھنا بند کر دیں گے۔

بعض ان پر مبنی مذمتی گستاخانہ آپ کو "سرخ پوش بابا" بھی کہتے ہیں اور چونکہ آپ ہمیشہ ننگے سر رہا کرتے ہیں۔ اس لئے "سرخ پوش بابا" کے نام سے بھی آپ مشہور ہیں۔ اسی طرح آپ کا قد اذیلتا کہ "فیر مولیٰ طور پر لہا ہے"۔ اس لئے آپ بعض حلقوں میں "ٹوٹا بابا" کے نام سے بھی کہلاتے ہیں۔

لیکن جتنی شہرت آپ کو رہا جانے کے نام سے ہوئی اتنی کسی اور نام سے نہیں ہو

سکی: ہاں پشتون قوم میں سستیجہ سردار کو کہتے ہیں اور بادشاہ کے معہم میں بھی یہ ٹیڈ استعمال ہوتا ہے۔
 آپ پشتون قوم کے سردار بھی ہیں اور وہ آپ کو ہنا بے تاج بادشاہ بھی سمجھتے ہیں اس لئے
 آپ کے اس نام کو بڑی عزت ہوئی اور سردار اور بیرون سرحد میں ہونا آپ کا نام ہے
 پہچانے جاتے ہیں۔ اگرچہ آپ نے اپنی ایک تربیتیں لوگوں کو یہ نام استعمال کرنے سے بھی روک
 چاہا لیکن آپ کو شاہی سے عزت ہے لیکن لوگ باز کرتے ہیں۔ ہاں خان جڑتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہم نے خروغ خان کو ہنا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔ یعنی نام
 کے لئے تو آپ نے مجھے بادشاہ بنایا۔ لیکن عجیب بات ہے۔ کہ
 میری ایک بات بھی نہیں مانتے ہیں کچھ کہتا ہوں اور آپ کچھ کہتے
 ہیں۔ — یاد رکھتے ہو کہ یہ بددھبہ اس لئے ہے کہ اپنی قوم سے
 غری خاندانوں کو کہیں اس سے نہیں کہ آپ مجھے بادشاہ جائیں یا کسی
 دوسرے کو۔ — کسی بادشاہ بنانے سے قوم کو کچھ بھی خاندان نہیں
 پہنچتا۔ آپ اپنے ملک کے ارد گرد تھیں تو معلوم ہوا کہ ایسی قومیں
 بھی ہیں جن پر ایک شخص کی بادشاہی ہے تو اس کو نتیجہ یہ ہے کہ ہند
 آدمی تو منہ کرے ہے ہیں اور ہاتھ سادی قوم ہوں کی فکری بد حال اور
 فی قیہ یافتہ ہے۔ ہادی اس طریق کا بڑا متفہم ہے کہ ہم کسی کو
 بادشاہ نہیں بناتے اور نہ ہی آپ مجھے بادشاہ بنائیں۔ لیکن اس طرح
 تو یہ بے مال بچوں کے منہ سے ہوں گے اور آپ کا کیا بنے گا؟ ہم کو
 ایسی حکومت کے قیام کی کوشش کر رہے ہیں جس میں قوم کا ہر

باچا خان کے لطیفے

باچا خان اس قدر سنجیدہ واقع ہوئے ہیں کہ غنوت و بھارت
 میں کبھی ان سے کوئی غیر سنجیدہ حرکت سر نہ نہیں ہوتی اور
 ان کی طبیعت میں مزاح کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن کبھی کبھی طبیعت موع پر آئے۔
 تو وہ ایسی باتیں بھی کہہ جاتے ہیں جو اچھے خاصے لطیفے ہوتے ہیں۔ اپنی ایک تقریب میں
 فرماتے ہیں :-

” میں سب شہزادوں میں چھ سال کی تقریبی :

بد وطنی اور قید و بند کے بعد وطن آیا تو افسوس تو

اور خود اکثر مذاتی خدمت گاروں نے مجھ سے

آکر پوچھا۔ ماہا خان کیا یہ سچ ہے کہ آپ ٹائے

کو ذبح نہیں کرتے؟

ہاں۔ میں نے کہا

کیوں نہ۔ انہوں نے پھر پوچھا

اس لئے کہ میرا آپ قتالی نہ تھا۔

باچا خان کے ایک دست کو باتوں باتوں میں کہیں پتہ چلا کہ آپ نے حج بھی کیا ہے۔

اس نے کہا پھر آپ اپنے نام کے ساتھ الحاج کیوں نہیں لکھتے؟

انہوں نے کہا۔۔۔ نہ اسے حج بخیر فرض کیا ہے۔ جس طرح ناز و روزہ

فرض ہے پھر میں اپنے نام کے پیچھے آگے نازی اور روزہ دار کیوں

نہ لکھوں۔

ان ہی دون خواجہ نامہ الدین جن کے نام کے ساتھ باقاعدگی سے المای لکھا جاتا تھا۔ اپنے مہرے سے ہٹا دیئے گئے اور ساتھ ہی اخبارات نے انہیں المای لکھنا بھی چھوڑ دیا۔
 باہا خان اپنے دوست کو مخاطب کر کے برے
 ”دیجا آپ نے اپنے المای لاشر— ابنیچاے
 خالی خواجہ نامہ الدین۔ دگئے ہیں اور شاید کچھ دنوں
 تک خوائی بھی چھن جائے۔“

ایک دفعہ انہوں نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا :-
 ”بعض لوگ جیل اس بیٹے جاتے ہیں کہ پچھو سال دو گزاد ہیں گئے
 تاکہ قومی خدمت اور قرانی کس سند مل جائے۔ کیونکہ یہ
 سرملکیت پاس ہوگا تو کل کو ڈسٹرکٹ بورڈ، میونسپلٹی، اکیلی اور
 دوسرے بورڈوں کی جبری کے بیٹے کھڑا برسوں کا۔“

آپ بہاؤ اللہ علی کو بیٹی جیل سے ایک خط میں لکھتے ہیں :-
 ”میں ایک کوٹڑی میں تنہا بند ہوں جس کے سامنے ایک
 چھوٹا سا بند کدہ بھی ہے۔ میں با بیرون حتیٰ وہاں کی نوئی ہوئی
 سٹافوں سے بند ہے۔ میں جب صبح و شام برآمدے میں ٹہرتا
 ہوں تو مجھے چڑیا کھڑا دکھاتا ہے۔ انسان جانوروں کی طرف
 میرا دھیان پٹتا ہے جو کہ لوہے کے پنجرے میں بند

لے کر ان کے مناسب سمجھتے ہیں کہ ہر اعتراض کے جواب میں ان کا ہتھیار ان ہی پیش کر دیں
پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ باپا خان کے ہم تشدد کے حربے کے برابر پشتونوں کے دو
جو ہر تہمید پینے جو صدیوں سے ان کا حربہ قیام پینے آئے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے باپا خان فرماتے ہیں :-

”ہم تشدد کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہر کس و ناکس کے سامنے آتے ہاں نہیں۔
اور ہر ایک ہمارے سروں پر پیہر رکھے اور ہم سر نہ اٹھائیں۔ ہم تشدد
کمزور لوگوں کا کام نہیں ان اصولوں پر وہی قوم عمل کر سکتی ہے جو مضبوط
ہو۔ ان کے ارادے مضبوط ہوں اور کوئی بڑا مقتدا ان کے سامنے ہو۔
مہم تشدد کی بات کوئی فخر نہیں یہ جگہ وہی ہے۔ جو
آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے رسول اکرمؐ نے ملکہ کی زندگی میں
ٹوٹی تھی۔“

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ پاکستان کے مخالفت میں اور بعض پاکستان دشمن ممالک سے
ان کی ساز باز ہے۔ باپا خان کا جواب محکمہ ہو۔

”میں پاکستان کے مفروضہ کا بھی مخالفت نہ تھا۔ لیکن پاکستان کے ہمارے
ہیں میرے اپنے شعرات قدر سے مختلف تھے۔ مسلمانوں کے دامن
میرے ذہن میں جو شعور تھا اس کے تحت پنجاب اور بنگال کی تقسیم
کسی طرح ممکن نہ تھی۔“

”مشکل وہیں جب پاکستانی پارلیمنٹ کے پاس میں پہلے آیا
شریک مذاکراتیوں نے مان لیا کہ جو کہ ہونا تھا وہ ہو چکا ہے پاکستان ہم

سب کا مشترک ملک ہے اور ہر مقدار خیر ملک کی خدمت کا خواہش مند
 ہے تو ہم ہر محبوب مریقی پر اس کے ساتھ تعاون کریں گے۔
 تیسرا اعتراض یہ ہے کہ باچا خان پٹختان چاہتے ہیں اور پشتون ملت کو پاکستان سے
 جدا کر کے افغانستان سے ملانے سے خواہش مند ہیں۔

باچا خان کا بیان ہے:-

”نواب نادو لیاقت علی خان نے محمد سعید چاک پٹختان سکیرٹری
 ”طلب کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ پٹختان نہیں بلکہ پٹختان
 ہے۔ اور یہ صرف ایک نام ہے، انہوں نے پھر دریافت کیا کہ یہ نام
 کس قسم کا ہے؟ اس پر میں نے کہا کہ صرح پنجاب، ایشیا، سندھ
 جو پٹختان پاکستان کے صوبوں کے نام ہیں اسی صرح یہ پٹختان
 کے ترجمانی کے اندر ایک نام ہے۔ یہیں کر دہ کرنے کے لئے ٹرپڑ
 نے اپنے عہدہ دار میں بتائے صرح کے حلقے بننے کر دیتے اور
 اسے ملنے کا نام ملے دیا۔ ہم اپنے پاکستانی مسلمان جانچوں سے
 درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے وہ اس نام کو اپنی جانچوں سے
 نے ہمارے ساتھ لے کر یہ پٹختانوں کو مستند کریں اور انہیں پنجاب کی
 صرح کو نام دیں۔ کیونکہ جب بھی پنجاب، ہم یا جاتا ہے کو لوگ
 سمجھ جاتے ہیں کہ اس کے مراد وہ علاقہ ہے جہاں پنجابی رہتے ہیں۔
 اسی صرح ایشیا، سندھ اور پٹختان کے ان علاقوں کا تصور ذہن میں
 آ جاتا ہے ہم بھی صرف اسی صرح کا ایک نام پاکستان کے ان علاقوں

کے لئے پہلے ہی جہاں پشتون رہتے ہیں؟

جو تھا اقوامی ہے کہ وہ پنجابوں کی مخالفت کرتے اور صوبائی تہذیب اور فطرت سے نفرت
 جیسا کہ باپا خان کی تقریروں کے اقتباسات سے ظاہر ہے۔ ہمیشہ نفرت، تعصب
 بغض اور عداوت کے غلات اور محبت کے مٹیغ سے ہیں۔ تقسیم سے پہلے وہ ہندو مسلم اتحاد کے
 حامی اور ننگ و نسل اور مذہب کی تفریق کے سب سے بڑے مخالف تھے اور اب بھی اس
 تک نفرتی اور تکدلی سے وہ کوسوں دور ہیں۔ پھر ایسے شخص سے نہ جانے اس بات کی کیڑی
 توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے پنجابی مسلمان بھائیوں کی مخالفت کرے اور ان کے خلاف نفرت
 پھیلائے۔

وہ اصل ان کی اینٹی یونٹ تقریب کے سلسلے میں جو سرگرمیاں تھیں مکران جوتے نے اسے
 روکنے اور باپا خان کو بدنام کرنے کے لئے یہ بہانہ تراشا اور
 ان پر یہ من گھڑت الزام لگایا۔

ایک جلسے میں راقم نے بہا خان کو اپنی تقریر کے دوران میں یہ الفاظ کہتے سنا۔
 ”اگر ہمارا مکران ملحد مجتہد ہے کہ پنجابی ایک یونٹ کے حق میں ہیں۔ تو
 وہ پنجاب ہی میں ایک یونٹ پر سٹے شادی کر لے۔ اگر وہاں یونٹ کے
 حق میں اکثریت نے فیصلہ دے دیا تو ہم ایک یونٹ کو ہر چون و چرا
 تسلیم کر لیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اسے وہاں بھی ناکامی ہوگی۔ کیونکہ پنجاب
 کے عوام بھی یونٹ کے حق میں نہیں ہیں۔“

اس کے بعد اب حال ہی میں جلی سے رہا ہوتے ہی انہوں نے فرمایا۔

میری صحت خراب ہے جو بھی میں صحت یاب ہو گیا، فوراً واپس آکر
 سابق صوبہ پنجاب کے قبضہ دور دیہات کا دورہ کروں گا اور یہ سراقندار
 لوگوں نے میرے خوف پر دہلیش سے کی جو دم شروع کر رکھی ہے اس سلسلہ
 میں تمام پر اپنی ہڈیوں کی وضاحت کروں گا۔

یونٹ کی مخالفت | پانچا خان پر آخری ایام یہ ٹھکانا ہے کہ ایک یونٹ کی
 مخالفت کے بارے میں مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں
 صومالی صوبہ سمیت ہیں اور پاکستانی مسلمانوں کی یکتہ جہتی گواہ نہیں رہتے۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ نے سلسلہ میں جنم لیا۔ اس سے پہلے یہ علاقہ پنجاب
 سے ملحق تھا۔ اس میں مغربی سرحدی صوبہ کی حیثیت دہانے کے لئے یہاں کے باشندوں نے کافی
 جدوجہد کی اور بھاری قربانیاں دیں۔

قیام پاکستان کے بعد ہی یہ حد بندی اسی بنی پر چلتی رہی۔ لیکن سلسلہ کے اوائل میں
 حکومت پاکستان نے ہم مغربی پاکستان کا ایک یونٹ بنانے کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے
 کا فیصلہ کیا اور اس ایک یونٹ میں مغربی پاکستان کے تمام صوبوں سندھ، پنجاب، بلوچستان اور
 صوبہ سرحد کو ضم کر دیا گیا۔

حکومت کی طرف سے اس نئے قریبے کی ترجیح پر پیش کی گئی۔

مسلمانوں میں یکتہ جہتی پیدا ہو گی

صومالی صوبہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔

پہاڑی علاقوں کو ترقی کرنے کا موقع ملے گا۔

حکومت کو اعتراضات میں کوئی گنجائش نہ رہے گی۔

حکومت کا نظم و نسق آسان اور بہتر ہو گا۔

باچا خان کا کہنا تھا کہ یہ تو بہ کبھی کیمراب نہیں ہو سکتا۔ حکومت اور عوام دونوں کو اس سے پریشانی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ انہوں نے کہا ایک یونٹ کے قیام سے مغربی پاکستان کے مسکادوں کی روک تھام بہ کبھی نہ ہو سکتی ہے بلکہ اس کے برعکس کے لوگوں کو اپنی حق تلفی کا شدید احساس ہو گا۔ اور اس طرح منوبائی مصیبت اپنے نئے نئے حواری کو بھیجے جائے گی۔

انہوں نے باغیہ داروں کے اس خیال کی بھی مخالفت کی کہ ایک یونٹ میں پہانہ علاقے ترقی کریں گے۔ باچا خان نے اپنی تقریروں میں واضح طور پر بتایا کہ ایک یونٹ میں اخراجات کم ہونے کے بجائے بہت زیادہ بڑھ جائیں گے اور پہانہ علاقوں کی ترقیاتی کامیابیوں کی دھری رہ جائیں گی۔ یہ سب سے بڑے علاقے کا نظم و نسق قائم رکھنا دشوار ہو جائے گا۔ چنانچہ دہلی آگیا جو باچا خان کو رہے تھے ابھی ایک یونٹ بنے ایک سال میں نہیں گزرا۔ مغربی پاکستان کی انڈسٹریشن کل طور پر قفل ہو چکی ہے۔ حکومت مقصد ہی جو عسکری چپے دہی جا رہی ہے اور منوبائی قصبے ختم ہونے کے بجائے روز بروز بڑھتا جا رہا ہے بلکہ اب تو یہ زیر حکومت کے بھرتی نظام میں مزیت کر رہا ہے۔ ہر قصبہ ایک بنایت خوفناک اور آفسناک چیز ہے۔

آئی سندھ، پنجاب، سرحد کی کوئی بھی خوش مغربی نہیں آتا، ہر ایک اپنی اپنی جگہ بھٹانی کا رونا دھنا ہے ایک دوسرے کو غائب کہہ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو مشکوک اور مشتبہ مغروں سے ٹھہرا رہے ہیں۔

جہاں تک فروگناشتوں اور کمزوریوں کا تعلق ہے ہم بھی باپا قتل کو اس سے متبر ہیں

بجھتے اور نہیں خود ہی اس چیز کا اتنا شدید احساس ہے کہ ہمیشہ اس کا اظہار کرتے رہے۔

ہاچا خان آخر انسان ہیں نہشتے نہیں ہیں اور بھول چوک انسان سے بڑی جاتی ہے ہر انسان میں کچھ نہ کچھ کمزوریاں ہی ہوتی ہیں اور بحیثیت انسان کے ہاچا خان میں بھی کچھ نہ کچھ کمزوریاں ضرور ہوں گی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کی غزریوں کے مقابلے میں ان کی کمزوریوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

دوست تو دوست دشمن بھی اس بات کے ضرور تباہی ہیں کہ ہاچا خان ایک مضبوط گروہ کے انسان ہیں، با اصول ہیں، ہندو مت میں سیاسی سوچ رکھتے ہیں، قوم کے خیر خواہ ہیں، عوام میں ہر طبقہ میں ہیں۔ سامراجی دشمن ہیں، جمہور دوست ہیں ملک و قوم کی آزادی کے لئے انہوں نے ہمیشہ بہا قربانیاں دی ہیں اللہ صوبہ سرحد کے طول و عرض میں آج جو محنت و بہت یہی شہید لوگوں میں نظر آتا ہے۔ یہ زیادہ تر انہی کی مسلسل جدوجہد اللہ ملک و وطن کا نتیجہ ہے۔

اب انکی اتنی ساری نعیموں کے ساتھ ساتھ اگر ان میں شعوری بہت کمزوریاں بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر پائی گئی ہوں تو انہیں یہی تقاضا ہے بشریت پر معمول کرنا چاہیے۔ ان کی زندگی پر نفوذاتے ہوئے بحیثیت سوخ نگار ہم نے ان فرد گناہوں پر پردہ ڈالنے کی ہرگز کوشش نہیں کی۔ اس لئے نہیں کہ اس کے بغیر ہم اپنے فرائض سے پوری طرح ہمدوش نہیں ہو سکتے تھے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ ان چند ایک کمزوریوں کے باوجود ان کی شخصیتیں اتنی ساری غزریوں کا بیج ہو جاتا ہے ان کی خدمت کی دلیل سمجھتے ہیں۔

بابا خان اور ڈاکٹر خان صاحب

بابا خان اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر خان صاحب سے
سات برس چھوٹے ہیں لیکن شہرت قبولیت انھوں

بوجود درحکومت کے اقتباس سے ان سے بہت بڑے میر تقی عثمانی کی روایات اور سلاطین
تعلیم کے مطابق آپ اپنے بڑے بھائی کی بڑی عزت کرتے ہیں چنانچہ سارے جہان میں اس کا
سے انہوں نے ڈاکٹر خان صاحب کے نام ایک ملاکھا تو اس میں انہیں پیار سے "دادا"
کے القاب سے مخاطب کیا پستوں میں "دادا" بزرگ یا آپ کے معنوں میں استعمال ہوتا
ہے یہ غلط ملاحظہ ہو۔

پایسے دادا سلامت رہو

امید ہے ایم صاحبہ کی طبیعت اب اچھی ہوگی اس جگہ کی آب و ہوا اور
تقدیر تہانی کی دیہ سے میری طبیعت کچھ اچھی نہیں ہے مگر اللہ میرے وجود
سے اپنی مخلوق کی کچھ خدمت لینا چاہتا ہے تو وہ میری صحت اچھی کر
دے گا۔ میرا تو یہ قید رہے کہ خدا جو بھی کرنا ہے میرے خاندان سے کے
لیے ۔۔۔ اس لیے کہ میں دیکھتا ہوں کہ مجھ میں بہت ہی کمزوریاں ہیں
اور آہستہ آہستہ ان کی سلامتی ہو رہی ہے ابھی کے ختم ہونے تک اگر
میری بدلی پنجاب میں ہو گئی تو آپ سرمد جاتے ہوئے مجھے دیکھتے ہیں
اور اگر میری بدلی نہ ہوئی تو پھر یہاں تشریف دینے کی تکلیف نہ کریں
اس لیے کہ ایک تو اس موسم میں یہاں شدید گرمی ہو رہی ہے جو آپ کے
لیے اچھی نہ ہوگی اور دوسرا فضائی گرمی ہوئی اگر آپ مناسبتاً مجھیں تو میری
یہ چند باتیں ہوم میر صاحب کو بتادیں کہ ان کا پیغام مجھے مراد پٹیل کے

جاتے ہیں کہ جن میں اگر میں سر ڈھانچوں تو ٹانگیں ٹکی رہتی ہیں۔ اور
 اگر پیروں کو ڈھانچوں تو سر ٹنگا رہتا ہے لیکن اس پر بھی میں نے
 حکومت کو تکلیف نہیں دی، اور نہ خزانہ پر بوجھ ڈالنا چاہا بلکہ یہ ساری
 شدت کی سردی میں نے یوں ہی گزار دی اس لیے کہ میں سوچتا ہوں
 کہ خدا نے تمہیں اتنا مہیا بنایا ہے تو اس میں سرکار غریب کا کیا قصور ہے
 کہ اس پر میں بوجھ ڈالوں۔ جیل خانہ میں میرے بچے قیدی کو اس کا
 حق اور پوری چیزیں نہیں دی جاتیں اور اس سے وہ لوگ باخبر ہیں جو
 جیل ہوا آئے ہیں۔ وہ سری بات خداک کی ہے تو آپ ہوم ممبر صاحب
 کو فرمائیں کہ جس وقت تک مجھے اپنی چیزیں استعمال کرنے کی اجازت
 نہ ملے گی تو اس وقت تک میرا جسم لگاتار کمزور ہوتا گیا یہاں تک کہ
 میرا وزن ۱۰ پونڈ کم ہو گیا لیکن جس وقت مجھے اپنی چیزیں مل گئیں
 انہی کی اجازت ملی تو اس وقت میرا وزن گرتا بند ہو گیا۔ انسان کے
 لیے خوراک بھی لازمی ہے لیکن اس کے لیے اچھی سوسائٹی اور صاف
 آب و ہوا بھی ضروری ہے۔ صرف خوراک پر ہی صحت اچھی نہیں رہ
 سکتی۔ - السلام فقط

آپ کا عبدالغفار

۱۲ مارچ ۱۹۳۵ء

دست برقی سنٹرل جیل احمد آباد

با چائناں کی سب سے بڑی کمزوری ڈاکٹر خان صاحب ہیں وہ بڑے بھائی
 کا باپ کی طرح احترام کرتے ہیں ان کی کسی غلط سے غلط بات کو بھی جھٹلانے کی جرات
 نہیں کر سکتے اپنی اس کمزوری کے باعث با چائناں کو کوئی دفعہ اپنی مرضی اور اصول کے
 خلاف بھی ڈاکٹر صاحب کی ہاں میں ہاں ملنی پڑی اور بادل نماستہ ان کی تاکید کرنی پڑی۔
 عموماً سرحد میں دو دفعہ کانگریس وزارت بنی اور دونوں دفعہ با چائناں اس کے حق میں نہیں
 تھے لیکن انہیں ڈاکٹر صاحب کی خواہش کا احترام کرنا پڑا اور دوسری دفعہ ۱۹۴۸ء میں تو
 وہ وزارت بنانے کے قطعی مخالف تھے جس کا اظہار انہوں نے بار بار اپنا تقریروں میں
 کیا۔

”لوگ سرحد کی وزارت کے بارے میں میری دامن پوچھتے ہیں میں
 کہتا ہوں اگرچہ ڈاکٹر خان صاحب میرے بھائی ہیں لیکن میرے دوستوں
 کو ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم دونوں پر بات میں ہم خیال ہیں۔ وہ
 وزیر اعلیٰ بن سکتے ہیں میں نہیں بن سکتا مجھے پارلیمینٹری طریقہ کی سیاست
 پر یقین نہیں میری سیاست تو یہ ہے کہ لوگوں کی خدمت کی
 جائے اور دوسروں کو اس کام کے لیے میدان میں آنے کی دعوت
 دی جائے ایسے ہی قومی خدام کا نام میں نے خدائی خدمت گار
 دکھائے لیکن مجھ میں اتنی رواداری ہے کہ جو لوگ اسمبلی میں جانا
 اور عہدے قبول کرنا چاہتے ہیں انہیں اس وقت تک برداشت
 کروں جب تک وہ کسی نہ کسی صورت میں عوام کی خدمت کر سکتے

کانگریس کی پہلی وزارت ٹوٹی تو آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اس کے بعد آپ نے اس بات کا بھی صاف اظہار کیا کہ اس وزارت میں میں نے اتنا اور پھوٹ کے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ وزارت نے لوگوں کو اپنی بنادیا ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ وہ اپنی توبانیوں کا بدلہ لے اور کوئی فائدہ اٹھائے کوئی ڈپو کے لیے میرے پاس آتا ہے کوئی کچھ اور چاہتا ہے اصل مقصد کو سب سمجھیں گے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جن لوگوں کو کچھ ملا وہ ہمارے کام کے نہیں رہے بلکہ ہمدرد اور فاقی مفاد سے چپٹ کر ہمارے تحریک سے کٹ گئے اور انگریزوں سے دنا دہنی بتانے لگے تاکہ جو چیز انہیں حاصل ہوتی ہے اس سے محروم نہ کر دیئے جائیں انہوں نے اپنی ایک تقریر میں وزارت سے بیزاروں کا اظہار کرتے ہوئے صاف طور پر کہا کہ

وہ لوگ وزارتوں کے شوقین ہیں وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ وزارتیں کب لوگے ہیں ان سے کہتا ہوں کہ مجھ نے وزارتیں ترک کر دیں اور ان کا جنازہ نکال دیا مجھ دوبارہ وزارتیں قبول نہیں کریں گے اور ایسی وزارتوں کا فائدہ بھی کیا ہے جس میں نام کو تو ہم وزیر ہیں لیکن ایک ملازم کی تنخواہ میں کمی بیشی کا بھی اختیار نہ ہو اور ملک کے لیے مفید قوانین بھی نہ بنا سکتے ہوں بلکہ ایسی نام نہاد وزارتوں سے ملک کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے :

ایک اور موقع پر کہتے ہیں -

جب سرحد میں کانگریس وزارت تھی تو ایک خدائی خدمت گار آتا اور کہتا کہ میرا وظیفہ دے لگا۔ سر اگر کہتا میں تو سرک کا مہمند

بھی نہ بنا۔ لیکن اگر تم خود ٹاپ کے جمدار بنے تو پھر کون بنا
 وزیر خاں صاحب نے اپنے رشتہ داروں کو عہدے دے دیے
 ہیں میں ہر ایک خدائی خدمت گار سے کہتا تھا کہ ایک غریب آدمی
 کی ضرورت تھی اور اسی غریب کو جمدار بنادیا گیا باب ایک کی
 ضرورت تھی تو آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں آخر وہ بھی تو غریب
 خدائی خدمت گار تھا آپ نے میرا نام میں دم کیا ہوا ہے۔ اگر
 ہم نے پھر کچھ حاصل کیا تو پھر وہی پرایا دکھ ہو گا نہ مجھے جمداری ملے
 اور وظیفہ ملے تو اس کمائی اور اس حصول سے کیا فائدہ ..

باچا خان کے ان واضح بیانات کے بعد تو اس بات میں کسی شک و شبہ کی
 گنجائش نہیں رہتی کہ وہ ذاتی طور پر کبھی بھی وزارت سازی کے حق میں نہیں تھے
 بلکہ ہر دفعہ ڈاکٹر خاں صاحب کی سینہ زوری سے وزارتیں جیتی رہیں اور وہ بڑے
 بحال کے عوام کی وجہ سے اس کی مخالفت نہ کر سکے۔ پھر جہاں تک ڈاکٹر خاں صاحب
 کے وزیر اعلیٰ بننے کا تعلق ہے اس سے تو شاید انہیں کبھی اتفاق نہیں تھا اس لیے
 کہ وہ ایسی بصیرت رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ مخالفین کو اقتراض کرنے اور
 نکتہ چینی کرنے کا موقع ملے گا اور آخر یہی ہوا۔

چنانچہ پہلی دفعہ جب ستمبر ۱۹۳۷ء میں خاں مزاور علی القیوم خان کے خلاف عدم
 اعتماد کی تحریک پاس کی گئی اور ان کی وزارت ٹوٹ گئی تو نئی کابینہ کی وزارت کی
 تشکیل کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد میاں آئے اور پارلیمنٹری بورڈ کی میٹنگ میں
 غلام محمد خان دند غور کی پارٹی ڈاکٹر خاں صاحب کے مقابلہ میں ٹیمین جان خان کو

وزیر اعلیٰ بنانے کے حق میں تھی اور مخالفت پارٹی راستے شاہی میں دو دو ٹوں سے جیت بھی گئی لیکن ڈاکٹر خانصاحب کے پیادہ پر باپا خان کو مخالفت کرنی پڑی اور ان کے اصرار پر ڈاکٹر خانصاحب ہی کو وزیر اعلیٰ بنایا گیا۔

ڈاکٹر خانصاحب کی سب سے بڑی کمزوری ان کی انگریز پروری تھی جس کے ذریعے ڈاکٹر خانصاحب کی سو بہ سرد کے انگریز گورنر سر مبارک گلگت سے گامی چھیننے لگی اور یہ چیز نہ صرف انگریز دشمن خان برادران کی بدنامی کا باعث بنی بلکہ یہ حقیقت ہے کہ اس پالاک انگریز کا آؤ کار بن کر بہت سے ایسے کام آؤ کار فائدہ طور پر کرتے رہے جو شاید انگریز خود بھی کرنے کی جرات نہ کر سکتا۔ جن میں سے فلاحیہ میں منظم کسانوں کی تحریک کو پھیلنے کا واقعہ بھی نہیں جھایا جاسکتا چنانچہ انہوں نے اس تحریک میں اپنے آپ کے جید متد خان کو بھی گرفتار کر کے دو سال کے لیے جیل بھیج دیا۔

ادب ڈاکٹر خانصاحب نے باپا خان کی مرضی کے خلاف نہ صرف ایک یونٹ کی حمایت کی بلکہ مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ بن کر برسرِ اقتدار لوگوں کے ہاتھوں میں پھیلنے لگے اور انہوں نے ان کے ہاتھوں اپنے حوزہ بجائی کو گرفتار کر کے کال کو خطرے میں پہنچا دیا وہ جمہوری اصولوں کی پروا نہ کرتے ہوئے تمام طریقہ پر ایک غیر متعلقہ علاقے سے باغیاب اسی کے ممبر بنے گئے اور جو بدنام مسلم لیگی ان کی تحریک کو پھیلنے اور ان کا نام و نشان مٹانے میں ہمیشہ پیش پیش رہے ان سے مل کر ہی پبلک پریس بانی اور اپنے بھائی باپا خان کی کھلم کھلا مخالفت پر اتر آئے۔

مخالفین کو دیکھ کر ڈاکٹر خانصاحب نے باپا خان کے مشورے سے حکومت میں داخل کیا ہے اور دونوں بھائیوں نے ملی جھگت سے یہ پروگرام بنایا ہے کہ

ایک حکومت کا مخالف رہنے اور دوسرا طاقت کے زور سے کام کرنے اس چیز کو مخالفین نے اتنے زور شور سے چیلایا کہ اچھے پڑھے لکھے امد مسلمہ فہم لوگ بھی اس پر یکتہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے اور ان دونوں بھائیوں کے اس دورِ استے پر جدوجہد کرنے کو نہایت گہری سازش سے تہیہ کرنے لگے۔ لیکن جب ڈاکٹر خان صاحب نے باچا خان پر اپنے حکومتی اختیارات کا ہر پورہ دار کی تو سب کی آنکھیں کھلی گئیں اور وہ ڈاکٹر خان صاحب کی طبیعت کے اس تغیر پر حیران رہ گئے۔

ڈاکٹر خان صاحب کی یہ اصول شکنی کوئی نئی چیز نہیں تقسیم ملک سے پہلے ان کی وزارت کے دوران میں ہارڈن تنگ پشاور آئے تو گورنر سرحد کے ایما پر انہوں نے اس کے استقبال میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا حالانکہ وہ مولوی کے ہانگرمی وزیر تھے۔ اس سال ڈیپارٹمنٹ میں کئی سٹے ہارڈن تنگ سے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا جوا تھا۔

ڈاکٹر صاحب بہت سادہ لوح واقع ہوئے ہیں وہ شخص بھی ہیں اپنی مناسبت کے زمانے میں غریب لوگوں کی مرفیوں میں ڈھونڈ کر لاتے رہتے ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان کی پیٹھ پیچھے ہاتھی بھی گزرتے رہے ہیں جن کی نہیں غبرٹک نہیں ہوئی۔ ان کے ایک چاٹا کارکن غلام محمد کا کہنا ہے کہ ایک ملگرم کا واقعہ بھی سنایا تھا جو انہوں نے اپنی وزارت کے عہد میں کیا لیکن یہاں اس کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔

باچا خان اور ڈاکٹر خان صاحب دونوں حتمی بھائی ہیں لیکن بھائی ہونے اور ایک ہی سرک میں شاذ بشاذ کام کرنے کے باوجود ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ ایک دوسرے کی ضد تو نہیں لیکن ان کے مزاج میں کافی تفاوت ہے۔

گاندھی نے کہا تھا ڈاکٹر خان صاحب کو ریاست نے چنوا لیا نہیں
 پسچ پوچھئے تو انہوں نے ٹھیک ہی کہا تھا وہ سب کچھ سہی نہیں کم از کم سیاسی آؤٹی نہیں اور
 اصل بات تو یہ ہے کہ ریاست میں وہ آئے نہیں رہے گئے ہیں ۔

وہ ڈاکٹری کے لیے دوست گئے اور وہاں سے فوج میں بھرتی ہو کر پہلی جنگ عظیم
 میں انگریزوں کے دست راست بن کر کار ہائے نمایاں کرتے رہے جنگ کے بعد بھی انہوں
 نے ملازمت ترک نہیں کی۔ جب ایک عرصہ بعد وہ فوجی ملازمت سے مستعفی ہوئے تو
 قلعہ خوالی بازار پشاور میں سب کرنے لگے۔ ان دنوں صوبے میں سیاسی سرگرمیاں دروج
 پر تھیں۔ اچانک یہ دہندگی صوبہ میں کاٹ رہے تھے لیکن ڈاکٹر خان صاحب دنیا دہانہ تھا
 سے بے خبر اپنی روکانداری میں مگن تھے ۔

۱۹۲۹ء میں افغانستان کے لوگوں کی امداد کے لیے خلافت کمیٹی نے ہلال احمر کے
 نام سے ایک طبی وفد بھیجا یا تاہم لی قیادت کے لیے ہمیشہ ڈاکٹر صاحب نے ریاست صاحب
 کو منتخب کیا اس طرح پہلی وفد یہی معلقوں میں ان کا نام گزرتے میں آیا لیکن عملی طور پر
 اب بھی ریاست سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا اس وفد کو افغانستان جانے کی اجازت
 نہ مل سکی اور یہ قلعہ میں ختم ہو گیا اور ڈاکٹر صاحب پھر اپنے دھندے میں لگ گئے ۔

ملک میں کئی ہنگامے آئے اور گزر گئے کہ ڈاکٹر خان صاحب پر مبنی شہرہ ہوا یہاں
 ملک کے اپریل ۱۹۳۱ء کے سیاسی بھونچال میں بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے ۔

۱۹۳۱ء کی تحریک میں اچانک کے ساتھ چانک ڈاکٹر خان صاحب کی گرفتاری بھی
 عمل میں آئی ان دنوں وہ پہلی دفعہ جیل گئے وہ عملی طور پر اب بھی ریاست سے کوسوں دور
 تھے ۔ بعد میں انہیں اچانک کا بھائی جو نے کی وجہ سے جیل جانا پڑا ۔ انگریزوں نے

انہیں غماؤں و غمناکوں میں گھسیٹا اور ڈاکٹر صاحب جو نہایت اطمینان سے اب تک اپنے
کاروبار میں مصروف تھے اس طرح اب مجبوراً انہیں سیاست سے غمازدار میں قدم رکھنا پڑا اور
آفریدہ ٹکاڑی جیول کریاست ہی کے ہو کر رہ گئے ۔

ترکی کی مشہور ادیبہ اور سیاست دانہ حضرت خالدہ

باجا تمان شاہی کی نظر میں | اور یہ غلام ہندوستان کے دورے پر آئیں

تو باجا تمان سے بھی ملاقات کی اپنی اس ملاقات کے تاثرات کو انہوں نے اپنی کتاب

میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے : باجا تمان کو یوں خراج تحسین ادا کیا ہے ۔

پنجاب میں وہ ایک قائد اور جہاد پرور ہیں ایک آزاد روح کا

دھڑکتا دل ہے وہ ایک سپر اور حقیقی سلطان ہے باجا تمان کی تحریک خدا کی

فہمیت کا رستہ اصولوں میں اسلامی فکر آشکار ہے ان میں پہلی قسم

اللہ کے نام پر ہے اور خدا کے احکامات کی متابعت کرنے کی بنیاد پر تعلیم

ان میں ملتی ہے جسے تک نہیں انہوں نے پیکار بند کرنے سے ہی باز رہا

اور شخصیت عظیم بنی ۔

ہاتھ لگا دیا ہے باجا تمان سے متعلق نئی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔

۔ تمان عبد الغفار تمان اپنے سلطان ہیں میں نے وارد ہا میں قیام کے

دوران میں انہیں کبھی ایک ناز بھی بخشا کرتے نہیں دیکھا وہ نہایت

فرائض میں درجہ ہو سدا انسان ہیں خدا کی نواست گاروں کو آپ سے

اتہائی عقیدت ہے اور وہ آپ کو غر افسان کہہ کر خوش ہوتے ہیں

پڈت جہرول نہ دیکھتے ہیں۔

خان عبدالغفار خان کی شخصیت میں سرب سرحد نے ایک فطری شان افسانہ
 پیدا کیا ہے ایسا انسان جس پر تمام ہندوستان فخر کرتا ہے اس نے سرحد کو
 کوپڑی سے نکالا اور اپنی بے مثال قربانیوں سے نہ صرف سرحد بلکہ تمام
 ہندوستان کا سر تھکا دیا اس نے خدائی خدمت گاروں کی فوج تیار کی ہے
 ایک نمایاں کام کیا ہے۔ دم تشدد ایک زبردست ہتھیار ہے اسے
 صرف بہادر اور دلیر انسان ہی استعمال کر سکتے ہیں سرحد کے غیور باشندوں
 نے خان عبدالغفار خان کی رہنمائی میں اس ہتھیار کو پوری بہادری سے
 اپنایا ہے ۛ

لتمہ ہندوستان کے مشہور فیلڈ مسلمان۔ خاندان سید محمد فرماتے ہیں
 پٹھانوں نے آزادی کے لیے گویاں لھائیں مگر چیمپ نہیں دکھائی یہ
 جذبہ سرحد کے پٹھانوں میں خان عبدالغفار خان کی کوششوں سے پیدا
 ہوا ہے سرحد کے پٹھانوں کی قربانیوں کی وجہ سے تمام ملک کے ہندو
 اور مسلمان نہیں سارے ملک کا محافکہ بچتے ہیں اور سرحد کے پٹھانوں
 کو یہ اعزاز ان کے رہنما خان عبدالغفار خان کی وجہ سے حاصل ہوا
 ہے۔ مسلمانوں اور خاص طور پر پٹھانوں کو اس بات پر فخر ہے کہ انہوں
 نے ہندوستان میں نیشنلزم کو پھیلایا اور اس کے سب سے پہلے بانی
 بھی یہی ہیں اس چیز کو سب سے پہلے شیر شاہ سوری نے پیش کیا تھا

انہوں نے قسطنطنیہ کے خیالی کو اس قدر پھیلایا کہ اندر یزید مرغوس کو
 بھی اس دیات کا اقرار کرنا پڑا۔ یہ شیر شاہ و چچان تھا اور مجھے یقین
 ہے کہ وہ میرے شیر شاہ خان عبدالغفار خان کی خیاں کی تکمیل کریں گے۔

ملک خدا بخش روم جو مسعودی کے بہت بڑے سیاست دان تھے اور جو ایک عرصہ
 ملک سرحد مملوک کے سپیکر بھی رہے انہوں نے باپا خان کی شخصیت کے متعلق اپنی سند جو ذیل
 پتی تھی اسے ہم اظہار فرمایا تھا۔

میرزا فتح خان خان عبدالغفار خان اپنے زعم سے کہ کاکر میں داخل
 ہونے اور ان کی قربانیوں اور بے لوث خدمات کا یہ اثر ہو رہا ہے
 ان کے سب سے بڑے دشمنوں کی شخصیت ان کے دشمنوں پر سب
 کچھ کرنے کو تیار ہیں۔

آپ بھلا کات کرتے، تھوڑا تے اور ہاتھیں کرتے رقت سکھاتے ہیں عجب
 انداز سے چلتے ہیں قدم تیز ہوتا ہے مگر چھوٹا، اپنے سر میں خود
 جھاڑ دیتے ہیں آپ کی زندگی نہایت سادہ و سہل ہے کہ بڑے
 آدمیوں کی بڑائی کسی قیمتی لباس کی محتاج نہیں ہوتی۔

بہادر دیوبند کی اپنی کتاب دو خدائی خدمت گار میں باپا خان کے متعلق لکھتے ہیں
 کہ میرے نزدیک خان عبدالغفار خان میں سب سے بڑی چیز ان کی روحانیت
 یا سچا اسلامی جذبہ ہے جو ان کے حضور میں تسلیم ختم کر دینا چاہیے

بیت سے مسکراتے اجاب کی دوستی کا فخر حاصل رہے جو فلاں کی طرح مضبوط
اور مستقل مزاج ہیں اور جو ہندو مسلم تعلیم کے لیے پناہ سب کچھ قربان کر دینے
کو تیار ہیں لیکن آج تک ایک شخص بھی میں نے ایسا نہیں دیکھا جو قسروں
پاکیزہ اور سخت نوابانہ زندگی کے لحاظ سے انتہائی تازگی و تازگی کے
لحاظ سے اور خدا پر کامل ایمان رکھنے کے لحاظ سے خان بہادر خان
سے زیادہ ایمان کے برابر بھی ہو۔

اس میں شک نہیں کہ باپا خان نے خدائی خدمت گارہ
تحریک کے بانی بی بی پشتون قوم کے واحد مقبول رہنما
بھی ہیں اور آپ نے جہاں جتنا کام اپنے یا جو خدمات اور قربانیاں آپ کی ہیں ان کی
مثال نہیں ملتی لیکن اس کام میں آپ کے ساتھیوں کا بھی کافی حصہ ہے اور میں سمجھتا ہوں
کہ ان کے ذکر کے بغیر یہ کتاب کسی طرح بھی مکمل نہیں کہلائی جاسکتی۔

پشتو کے مشہور قومی شاعر خادم صاحب مرحوم باپا خان کے دست
راست اور خدائی خدمت گار ہجرت کے بانیوں میں سے تھے

وہ ایک انقلابی شاہد اور آتش بیان مقرر تھے انہوں نے اپنے ملک و تازی دوروں اور
دولت انگیز نظموں سے سارے صوبے میں آگ دلا دی اور تحریک کو پھیلانے اور بڑھانے
میں سب سے زیادہ کام کیا جہاں تک پاکستان کے انتہائی سخت دور میں سب سے بڑا
فنان نے اکثر سامعین مارے و ہشت کے کن رشت ہر گئے تو وہ تنہا سارے صوبے
میں دوڑے کرتے رہے۔ آپ نے ساہا سال تک قید و بند کے مصائب برداشت
کئے چنانچہ قید کے دوران ہی میں آپ کا فیضان و ماضی جاتا رہا اور آخر اسی حالت میں

وفات پائی۔

قاضی عطاء اللہ | خدائی خدمت گار تحریک کے دوسرے اولیاء الحزم رہنا قاضی عطاء اللہ مرحوم تھے وہ نہ صرف تحریک کے بانیوں میں سے تھے بلکہ اس کے لیے خدائی خدمت گار کا نام بھی انہوں نے تجویز کیا، وہ باپا خان کے پرستے رفیق تھے اور آخر وقت تک انہوں نے باپا خان کا ساتھ نبھایا اور صاحب الرائے انسان تھے اور اکثر اوقات باپا خان سے امتحانات بھی کرتے تھے اور ان کے قریبی مشورہ کو باپا خان بخوشی قبول کریتے تھے۔

قاضی صاحب مرحوم نے ۱۹۱۰ء میں جی کڑھ ریونیورسٹی سے وکالت کی ڈگری حاصل کی اور مرغان میں پریکٹس کرنے لگے۔ ان کے علاوہ ان میں پہلی دفعہ دولت بلی کے ہنگامہ میں باپا خان کے ساتھ لی کرملی یاریات میں حصہ لینا شروع کیا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ باپا خان کے منسلک رہے۔ انہیں اصلاحی، تعلیمی، یوتھ لیگ، خدائی خدمت گار، جماعت اور کانگریس میں انہوں نے باپا خان کے دوش بدوش حصہ لیا اور ان کے ساتھ ہی وقتاً فوقتاً قید و بند کے مصائب بھیلتے رہے۔

۱۹۲۶ء کے عام انتخابات میں قاضی صاحب - جی اے بی کے ممبر منتخب ہوئے اور جب ۱۹۳۷ء میں سرحد میں کانگریس کی پہلی وزارت بنی تو قاضی صاحب وزیر صحت کے تھے اس وقت اگرچہ وزیر اعلیٰ کانگریس صاحب تھے لیکن حکومت کا نام نظم و نسق قاضی صاحب ہی پر چلتا رہا۔

۱۹۴۷ء کی سول نافرمانی میں آپ پھر گرفتار ہو کر جیل چلے گئے اور تین سال کی نظر بندی کے بعد جب دوبارہ کانگریس وزارت بنی تو آپ رہا ہوتے ہی پھر وزارت

کی کسی پر نظر آئے ۔

قیام پاکستان کے بعد کانگریس وزارت تروری گئی۔ اور آپ باپا خان اور ان کے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیے گئے۔ جیل میں آپ کی صحت روز بروز گئی، آخر وقت میں آپ کو میوہسپتال اور وہیں بغیر من علاج منتقل کیا گیا جہاں انہوں نے ۱۹۵۲ فروری میں وفات پائی ۔

تقاضی صاحب مرحوم ایک اچھے ادیب اور مورخ بھی تھے آپ نے پشتو زبان میں پشتونوں کی تاریخ، و نسیم جلدوں میں لکھی جو آپ کی زندگی میں ہی لکھی تھیں اس کے علاوہ آپ کے خدایہ دنیا فوجا پختون، سالہ میں چھپتے رہے اور آپ کا سب سے بڑا کام زہر یہ ہے کہ اپنے وزارت میں آپ نے صوبہ سرحد کے سرکاری مدارس میں پشتو کو لازمی مضمون قرار دے دیا۔ ۱۹۵۰ فروری ۱۹۵۰ء کو مرغان میں نیشنل پارٹی کے زیر اہتمام آپ کا یوم شہادت منایا گیا ۔

سید جان خان مرحوم باپا خان کے پڑنے ساتھیوں میں سے تھے انہوں نے خدائی خدمت گار تحریک میں نمایاں حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلے۔ ۱۹۵۰ء میں پہلی کانگریس وزارت کی تشکیل ہونے لگی تو ڈاکٹر خان صاحب کے مقابلہ میں سید جان کی اکثریت سید جان خان کو وزیر اعلیٰ بنانے کے حق میں تھی لیکن بعض نامعلوم مصالح کی بنا پر ڈاکٹر خان صاحب کو وزیر اعلیٰ بنادیا گیا یہیں سے سید جان خان کا اختلاف شروع ہوا اور وہ کانگریس کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے، قیام پاکستان کے بعد آپ نے پیرا ملکی شریف گروپ کے ساتھ مسلم لیگ سے عیدہ ہو کر عوامی لیگ کی بنیاد ڈالی، ۱۹۵۶ء میں اینٹی

یوٹ فرسٹ بنا تو آپ پھر باپا خان سے اُسے اور صحت کی غرابی کے باوجود ساسے
صوبے میں دورے کرتے رہتے چنانچہ آپ کی صحت زیادہ بگڑ گئی اور نومبر ۵۶ء کو ریڈی
ریڈنگ ہسپتال میں انتقال کیا۔

آپ نہایت قابلِ فہم انسان اور پشتہ کے بے فکر مقرر تھے، باپا خان کے بعد حویلی
مستقرین میں کوئی بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

۱۹۳۴ء میں موضع تہکال میں پیدا ہوئے کانیا کے
ارباب عبدالغفور خان

نہانے سے ہی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا
ستمبر ۱۹۲۹ء میں آپ نے تھان زئی کے تاریخی جلسے میں شرکت کی جس میں افغان
جرگہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ ۱۹۳۱ء میں کالج کے لڑکوں نے جھگڑ میں ایک ڈرامہ لکھا جس
پر امیر نواز بھیا گرفتار ہوا، کالج کے طلباء نے احتجاجی جلسہ کیا جس کی وجہ سے انہوں نے طلباء کو کالج
سے نکال دیا گیا ان طلباء میں ارباب صاحب کا نام رنڈریت تھا یہیں سے انہوں نے
باقاعدہ سیاست میں حصہ لینا شروع کیا، ۱۹۳۱ء میں آپ پہلے پبل گرفتار ہو کر ۱۱
سال قید ہوئے یہ سزا محبت کے آپ باہر آئے لیکن اُسے ہی دفعہ ۴۴ سرحدی میں پھر
تین سال کے لیے جیل بھیج دیئے گئے جیل کمانڈرس وزارت میں پارلیمنٹری مکیٹر
مقرر ہوئے، ۱۹۳۹ء میں کمانڈرس وزارت متعفی ہوئی، ۱۹۴۰ء میں ارباب صاحب نجات
کے انعام میں دو سال قید ہوئے ۱۹۴۲ء میں رہا ہو کر آئے تو بعض اختلافات کی بنا پر کمانڈرس
سے قطع تعلقی کر کے افغان جرگہ میں کام کرنے لگے بعد میں پیر صاحب ڈاکٹر شریف
کی وجہ سے مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے قیام پاکستان کے بعد قیوم خان سے اختلاف
پڑھا اور آپ نے پیر صاحب کی مصیبت میں عوامی ٹیگ بنائی اور یکے بعد دیگرے تین دفعہ

گرفتار ہو کر جیل جانا پڑا ۱۹۵۶ء میں اینٹی یونٹ فرنٹ پر آپ پھر باپا خان سے مل کر کام کرنے لگے اور اب تک مستعدی سے کام کر رہے ہیں۔

اباب صاحب شخص، دیانتدار اور باہمت سیاسی کارکن ہیں آپ بہت اچھے معزز اور سنجے ہوتے سیاست دان ہیں آپ میں کام کرنے کی بڑی صلاحیت ہے پشاور سے چلا ہانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

عالم خان

۱۹۵۵ء میں بمقام پشاور ہیا ہوسٹے میٹرک میں پڑھ رہے تھے کہ عدم تعاون کی تحریک میں تسلیم چھوڑ کر سیاسیات میں حصہ لینے لگے رولٹ ایکٹ اور ہجرت کی تحریکوں میں دھنا کار کے طور پر کام کیا۔ ۱۹۵۷ء میں پرنس آف ویز کے بائیکاٹ میں حصہ لینے کے جرم میں گرفتار ہو کر چھ ماہ سزا پائی اور ماہر کے آسمے تو عدالت کیٹی کے سیکرٹری مقرر ہوئے ۱۹۶۹ء میں آپ کانگریس میں شامل ہوئے ۱۹۳۰ء کے ہنگامہ میں پشاور شہر سے جن دہاؤں کو سب سے پہلے گرفتار کیا گیا ان میں آپ بھی شامل تھے آپ کو ایک سال کی سزا ہوئی۔

آپ ایک عرصہ تک پشاور میونسپلٹی کے ایڈمنسٹریٹر کے فرائض بھی انجام دیتے رہے قیام پاکستان سے قبل ہی نعمت کی فراہمی کے باعث آپ کو مجبوراً سیاسی زندگی سے دست کش ہونا پڑا۔

حکیم عبدالجلیل

سرمد کانگریس کمیٹی کی باگ ڈور باپا خان کے ہاتھ میں چلی گئی اور انہوں نے اس کا مرکزی دفتر تان زئی میں منتقل کر دیا تو پشاور شہر کے تقریباً تمام سیاسی کارکن کانگریس سے الگ ہو گئے بین علی گل خان اور حکیم عبدالجلیل صاحب نے پوری مستقل مزاجی اور وفاداری سے باپا خان

کا ساتھ دیا۔ حکیم صاحب پرانے سیاسی کارکن ہیں انہوں نے ہمیشہ قوم کی بے لوث خدمت کی اور ہر قسم کی قربانی میں پیش پیش رہے۔ پشاور میں کانگریس کے بانیوں میں سے ہیں۔ روٹ بل کے زمانہ میں مکی سیاسیات میں معتد لینے لگے اور قیام پاکستان تک پوری سرگرمی سے کام کرتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ سیاسیات سے کنار کش ہو کر گزشتہ نشینی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

آپ برجپان کے مشہور رہنما اور باپا خان کے قدیم
عبد الصمد خان اچکزئی | ساتھی ہی تمام عمر سیاسی ہنگاموں میں گزاردی و ساہبا
 سال تک قید و بند کے مصائب بھیلے، با اصول اور قوم پرست انسان ہیں۔

پ ۱۹۳۰ء میں خدائی خدمت گار تحریک میں شامل ہوئے
عاشق شاہ | اور آج تک پوری ثابت قدمی سے باپا خان کا ساتھ دے
 رہے ہیں کم از کم دس برس پیل کاٹ چکے ہیں باپا خان کے خدائی اور مخلص ساتھی
 ہیں۔

۱۹۳۱ء میں خدائی خدمت گار تحریک سے وابستہ ہوئے باپا خان
امیر محمد خان | کے با اعتماد جرنیل ہیں نہایت صحت مند و جوان تھے لیکن مسلسل
 قید و بند کی صعوبتوں نے آپ کی صحت برباد کر دی، مستقل مزاج، حوصلہ مند اور با حمت
 انسان ہیں۔

پشتہ کے بہت بڑے ادیب، شاعر اور باپا خان کے دیرینہ
عبدالحامد خلیق | ساتھی ہیں آپ ایک عرصہ تک خدائی خدمت گار تحریک کے
 مشہور آگے و پنجون کے ایڈیٹر رہے اور آج تک پوری وفاداری سے اپنے ملک

پر قائم ہیں۔

عبدالولی خان | باپا خان کے بڑے بیٹے اور خدائی خدمت گار تحریک کے اہم کارکن ہیں ۱۹۳۱ء میں آپ پہلی دفعہ گرفتار ہوئے اس کے بعد

متحدہ بارہیل جانا پڑا۔ آپ وسیع الشرب اچھے پڑھے اور فہمیدہ جواں ہیں۔ سیاسی سوجھ بوجھ میں آپ کو خدائی خدمت گار رہنماؤں میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

ماسٹر عبدالکریم | آپ باپا خان کے آزاد قومی مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں۔ خدائی خدمت گار تحریک میں آپ ابتدائی سے کام کر رہے ہیں

مگر کا بیشتر حصہ قید و بند میں گزارا، مخلص اور اہم کارکن ہیں پشتو کے اچھے ادیب بھی ہیں۔

سیمن بخش کوثر | پشاور کے رہنے والے ہیں خدائی خدمت گار تحریک اور باپا خان کے خدائیوں میں سے ہیں متحدہ بارہیل قید و بند کے مراحل

سے گزر چکے ہیں اور تاج کل میں ایک قابل اعتراض تقریر کے سلسلہ میں جوبس ہیں۔ اردو پشتو کے بلند پایہ ادیب اور شاعر ہیں۔ آپ نے پشتون زبان پر ایک ضخیم کتاب لکھی

ہے جو ابھی طبع نہیں ہو سکی۔

عبدالغنی خان | باپا خان سے بھیلے بیٹے اور خدائی خدمت گار کارکن ہیں درود فرجیل جیچکے پڑاواں تعلیم پائی ہے انگریزی اور پشتو کے

بہترین شاعر اور ادیب ہونے کے علاوہ نہایت اچھے دستور بھی ہیں۔

سیحیئے جان | باپا خان کے داماد ہیں اور پشاور کے مشہور سز و خاندان کے تعلق رکھتے ہیں آپ ایک عرصہ کے خدائی خدمت گار تحریک سے وابستہ ہیں

کاگرس وزارت میں وزیر تعمیر رہ چکے ہیں منجیدہ اور خاموش کارکن ہیں۔

پشتو اور اردو کے بہت اچھے شاعر ادیب اور صحافی ہیں
ولی محمد طوقان سنہ ۱۹۳۷ء میں خدائی خدمت گار تحریک سے وابستہ ہوئے

اور آج تک نہایت ثابت قدمی سے اپانان کا ساتھ نبھا رہے ہیں، اٹھک کارکن
 اور مخلص انسان ہیں بارہا قید و بند کے مصائب بھی اٹھائے ان دنوں نیشنل پارٹی
 کے سرگرم رکن اور ہفتہ وار پشتو اخبار "دوہیر" کی ادارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں
 پرلنسہ سیاسی کارکن ہیں خدائی خدمت گار تحریک کے سرگرم
میر محمد قی شاہ اور اچھے مقرر ہیں پشتو زبان کے بلند پایہ شعرا میں آپ کا شمار
 ہوتا ہے اس کے علاوہ آپ پشتو کے افسانہ نگار اور صحافی بھی

ہیں، پشتو ہفت روزہ "نہیر" کے مدیر ہیں۔

پشتو زبان کے چوٹی کے ادیب شاعر اور صحافی ہیں خدائی خدمت گار
اجمل خشک تحریک کے ساتھ ایک عرصے سے وابستہ ہیں پٹانستان کے ازام

میں ایک عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں اٹھک کارکن اور ازمید فوجوان ہیں
 اپانان کے عہد میں خدائی خدمت گار تحریک کے سرگرم
سرا انجام خان رکن ہیں ان دنوں نیشنل پارٹی سے وابستہ ہیں، بلند حوصلہ،

مڈل اور مخلص نوجوان ہیں۔

عبدالقیوم سواتی، حاجی غیر خان، ہاشم شیو دام، چودھری جے کشن، اجمل

سرور، بلال بابا، شمع ہزارہ میں داؤد خان سالار، پیر خان (بقہ) میاں عبدالقیوم، عمر

غاروق، جگت رام، اسٹر غلام نیدر، ایمٹ اکابر، حکیم عبدالسلام، دھری پور، محمد حسین دھری پور

مولانا قمر علی دہلوی، خدائی خدمت گار اور کانگریس جماعتوں کے سرگرم کارکن تھے۔
 ہزاروں میں کسان فرنٹ پر ملک امیر عالم اعوان، محمد حسین عطا، گلاب خان (پنڈا کھارن)،
 مولانا غلام ربانی دودھی، مولانا عبدالرزاق، امیری پورہ، اعظم عبدلہ، مدد سرائے، صالح، اکرم
 کر رہے تھے لیکن کانگریس اور خدائی خدمت گار تحریکوں کو ان کی عوامی حمایت حاصل رہی۔
 مجلس احرار میں مولوی غلام فرخ، رفیع، فضلہ، باریون جمعیت العلماء میں مولانا
 عبدالودود، رفیع، سید محمود شاہ، رفیع، مولانا محمد اسحاق (ایسٹ آباد)، کام کرتے رہے جن
 لوگوں نے بھی جماعتی طور پر کانگریس اور خدائی خدمت گار تحریکوں کی ہمیشہ ہمنوائی کی۔
 کانگریس سے پہلے ہزاروں خدائت ترکیب کا بہت بڑا مرکز تھا۔ مولانا محمد اسحاق انہری
 اس جماعت کے قائد تھے دیوبند کے فاضل اور عوام کے محبوب رہنا تھے ان کے ساتھی
 غلام رسول، آت سید، مولانا محمد عرفان، انیسویں، بابا جنس، مرج تھے ان دنوں مثیل ترکیب
 عربی پرمختی اور ہندو مسلم اتحاد کے نعرے ہر طرف گونجتے تھے۔
 خلافت کے بعد انجمن اصلاح رسوم کے نام سے ایک اصلاحی انجمن خدائت گار کے
 طور پر وجود میں آئی اس انجمن کے بنائے والے مولوی غلام احمد صاحب (شکلی باہا کوٹ)
 تھے مفتی محمد ایسا کس، مولوی محمود صاحب، قاضی محمد عبدالقادر، مہدی زمان خان (کلاہٹ)،
 ان کے پیرو تھے۔
 مولانا عبدالرحمن صاحب کو ہزاروں میں قائد کی حیثیت حاصل تھی تقریباً تمام
 سیاسی رہنما آپ ہی کے تربیت یافتہ تھے آپ بہت بڑے عالم تھے آقا و خیال اور وسیع
 المشرب انسان تھے۔
 کواٹ میں مولانا احمد گل پیر سید گمال پیر حسن شاہ، میاں فضل شاہ، چچا غلام احمد گل

دار محمد یارب چچا غلام قادر، پیر شہنشاہ، مولوی عبدالبار، استاد نور احمد، حاجی عبدالغفور
 مرحوم، مولانا عبداللطیف پراچہ، میاں رحمت، شہ پراچہ، حافظ انہی بخش پراچہ، مستری غلام
 حیدر مرحوم، انگڑ کوٹاٹی، میاں معروف شاہ، وغیرہ خدائی خدمت گار اور کانگرس کے پہلے
 دور میں ان باغیوں کے نہایت سرگرم کارکن تھے۔

دوسرے دور میں خیر محمد بلالی، کاکا نوشہل خان، غلام محمد پراچہ، سالار اسلم خان
 صاحب گل محمد افضل خان، ملک شیر زمان، ٹھیکہ دار علی بادشاہ مرحوم، گلاب خان قاضی
 محمد حسین، مرحوم مولانا حبیب گل غلام حیدر خان، عبدالمنان میراکی، پیر نوران شاہ،
 گل محمد خان، وکیل عین الدین، وکیل محمد طیب، محمد اکرم خان، میرولی، چچا غلام حسین،
 پنڈت انوپ چند وکیل سردار گوپال، تھاکر سوبھن دال گھاٹی، بہتہ دیوی چند، اور محمد اسلم
 ستیادام، تارا سنگھ آزاد، سندھ سنگھ پنڈت، تروٹ، ماتھو وغیرہ خدائی خدمت گار اور کانگرس
 قریبوں کی روح و روان تھے۔

بنوں میں ملک اکبر علی خان، حاجی اسلم خان، سالار یعقوب خان، وشوانتر داسٹر
 کپل داس، سردار داس سنگھ وغیرہ خدائی خدمت گار قابل ذکر ہیں۔

بزرگ، اکوٹاٹ اور بنوں کے ان حضرات میں سے بعض وٹ بعد میں کانگرس
 سے الگ ہو کر دوسری جماعتوں میں شامل ہو گئے لیکن اکثر آخر تک ان کے ساتھ رہے اور
 اب تک ساتھ ہیں ان تمام حضرات نے ملک کی جنگ آزادی میں ایسی پیش بیا قربانیاں
 دی ہیں جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہیں۔

پشاور میں آئمہ لعل بادشاہ، آئمہ بخش یوسفی، رحیم بخش غزنوی، پیر بخش خان، سردار
 عبدالرب نشتر، آئمہ تاسم شاہ، حاجی بان محمد مرحوم، سلیم خان، عمر خان، ملک امیر عالم

اعوان، تانیر لائی، شاہی اکرم خان، بہادر علی، وغیرہ ابتدا میں خلافت کیٹی اور
کانگریس کے مشہور رہنما تھے انہوں نے بھاری قربانیاں بھی دیں، اُن تک کام بھی کیا
لیکن بعد میں انہیں بعض وجوہات کی بنا پر کانگریس سے علیحدہ ہو کر مسلم لیگ سے اپنا
رشتہ جوڑنا پڑا۔

مولانا عبد الرحیم پوپلہ جی مرحوم، کاما صبور حسین، ماسٹر شیر علی، چری ماسم گنڈھی
نوش فیروز چند، روشن لال، ماسم سرن، نگین، عبدالغفور آتش، کاشم ماسم افق، اجیت ماسم
سہن لال، عبدالرشید جان، عبدالرحمن ریا، رشید بخش برقی، عبدالعزیز خوش بخش، نظام پانی
سیٹھی انتہا پسند گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور نوجوان بھارت سبھا کے جاباز سپاہی
تھے۔ یہ گروہ کانگریس کے ہرادل دستہ کی حیثیت رکھتا تھا، اکثرہ بیشتر کانگریس کے
پندگرم پر ہی یہ چلتے رہے اور ہر موقع پر بڑھ چڑھ کر قربانیاں دیں، انہیں باپا خان
کی عدم تشدد کی پالیسی سے اتفاق نہیں تھا، حبیب نور، ماسم کش اور غازی عبدالرشید
نوجوان بھارت سبھا ہی کے ممبر تھے جو مختلف اوقات میں نظام اور جابرانہ گیرانہ افسروں
پر قاتلانہ حملے کی پاداش میں سولی پر چڑھا دیئے گئے۔

میاں احمد شاہ، نہدائی خدمت گار، جماعت کے بانیوں اور باپا خان کے ابتدائی
ساتھ ہیں یہ تھے جو بعد میں خاکسار جماعت سے وابستہ ہو گئے اور اب خاموش تدلی
گزار رہے ہیں۔

ڈاکٹر منانصاحب باپا خان کے بھائی اور دست راست ایک عرصہ تک نہدائی
خدمت گار تحریک کے ستون خیال کئے جاتے تھے ان دونوں اس جماعت سے الگ ہو
کر پیپلز بلکن پارٹی کے قائد اور مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ ہیں۔

عبد اللہ خان ڈاکٹر خاندان صاحب کے فرزند اور خدائی خدمت گار کے سرگرم کارکن
 رہ چکے ہیں انہوں نے سوشل سائنس میں بی اے کیا ان کی چار سہ وہیل کی ۳۸ دن
 کی بھوک ہڑتال اور رشتاق تیل کی ۷۷ دن کی بھوک ہڑتال ہمارے جنگ آزادی کی تاریخ
 میں ایک یادگار کارنامہ ہے آپ بھی ان دنوں ری پبلکن پارٹی سے وابستہ ہیں۔
 غلام محمد خان بوند خوار خدائی خدمت گار اور کانگریس کے مشہور سرحدی رہنما ہیں
 جنہوں نے ان جماعتوں میں بیشش بہا قریاں دیں اب محامی ٹیگ کے ساتھ ہیں۔
 احمد بیار اور عباس خان آپ کے ابتدائی ساتھیوں میں سے ہیں اور اس اعتبار
 سے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

پیر صاحب انکی شریف پانچان کے مخالف ہے ہم ہیں لیکن ان دنوں آپ کے
 ہمنوا ہیں اور اینٹی یونٹ فرنٹ میں آپ کے دوش بدوش کام کر رہے ہیں۔
 نگو دیو پشاور کی دامن قانون ہیں جو کانگریس کی انتخاب کارکن تھیں یہ بہا۔ قانون
 اقتباس سے اپنے بیٹے ریشن لال کے ساتھ قومی تحریکوں میں نوب بڑھ چڑھ کر حصہ
 لیتی رہی وہ کانگریس اور نوجوان بھارت بھائی بہت بڑی کارکن تھیں انہیں بھارتیہ
 بھاک سے وابستہ ہو گئیں قیام پاکستان کے بعد بھارت چلی گئیں ان دنوں وہی میں مقیم
 ہیں ۱۹۶۱ء میں کانگریس ورکنگ کمیٹی نے بمبئی کے اپنے ایک خصوصی اجلاس میں نگو دیو
 کے شورش سے ہی سرحد کانگریس کمیٹی کی باگ ڈور باچا خان کے حوالے کی تھی
 غلام محمد گاما خدائی خدمت گار اور کانگریس کا بھارتیہ سپاہی اور باچا خان کا خدائی خانا
 تقریباً دس برس قید و بند میں گزارا اب ری پبلکن پارٹی سے وابستہ ہے۔

سرفراز خان، عجب گل اور محمد اکبر خان سب سے پہلے تین خدائی خدمت گار ہیں

جہد الحکیم خان اور محمود شاہ دو فدائی خدمت گار اتمان زئی تارنگ میں شہید ہوئے
 لالہ بیڑا خان سردار دام شکر امیر نواز بلیا، اسلم خان شہر مرحوم، بجائی جان سالار مرتضیٰ
 خان، رب نواز خان، امیر سالار امین جان، مقرب خان، حبیب اللہ خان، سارخان، چیلہ دام
 شوق، میاں محمد شاہ، محمد یونس، حکیم، سلم بخری، محمد صدیق، پارسدہ، محمد عاشق، اجمن، دام
 کج محمد، زودس خان، مانیری، میرخان، میری، راحت خان، سنا کوٹ، جہد عزیز خان، مزایت علیا
 میاں، شاہ شاکر، گورگرمی، بہادر نواز خان، حکیم خیر محمد، عرب خان، دو کوٹ، مومن خان، پشاور، غلام
 جیلانی خان، پشاور، کرامت شاہ، فولاد، شیرانگ، پارسدہ، وغیرہ کانگریس اور فدائی خدمتگار
 جماعتوں کے ناقابل فراموش کارکن چکے ہیں، دوران میں اکثر توجہ تک اسی تندہی سے
 کام کر رہے ہیں، انہوں نے ملک کی سیاسی جدوجہد میں قابل قدر قربانیاں دی ہیں اور فدائی
 خدمت گار تحریک کو بڑھانے پھیلانے اور کامیاب بنانے میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔

خستہ

میں سیاسیات سرحد تکھنے کے لیے پرتولی رہا تھا بلکہ اس کا کافی حصہ کو بھی چکا تھا کہ جون ۱۹۵۶ء میں خان عبدالغفار خان گرفتار ہو گئے پھر بیل سے ان کی بیماری کی بڑی بری ہوئی خبریں آنے لگیں اور مرہٹوں کے خلاف سندھوں کا ہمارا دیا گیا اور قرآن ہی بتاتے تھے کہ نکران انہیں باہر دیکھنا نہیں چاہتے اور کسی لیے سفر پر بھجوا رہے ہیں۔ میں نے ان کی پرانہ سالی سمیت کی خزان قید بند کی صعوبت اور اپنے عزیز بھائی اور عمر بھر کے ساتھی کے ہاتھوں گرفتار ہونے کے دکھ کا قصہ کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس شخص باپا خان شاید ذیل سے زندہ وسالامت لوٹ کر آئیں مجھے قاضی عطاء اللہ سوم کا انجام یاد آگیا دل نرم اور دکھ سے بھر گیا۔ وہیں نے سیاسیات سرحد سے پہلے باپا خان کے سوانح حیات مرتب کرنے کا فیصلہ کر دیا مگر میرے پردہ گم کے مطابق یہ چیز سیاسیات سرحد کے بھائی چاہیے تھی۔

باپا خان کی تعداد کے محتاج نہیں ملک کی جنگ آزادی میں انہوں نے اتنا اہم پارٹ ادا کیا ہے کہ پاک و ہند کا بچہ بچہ نہیں جانتا ہے ان کی قربانیوں اور خدمات سے واقف ہے اور ان کے علوم و دیانتداری کا قائل ہے لیکن ان کی زندگی کے کئی گوشے ابھی تک لوگوں کے سامنے نہیں آئے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس انٹرنی

میں کسی کو اس طرف توجہ دینے کا موقع ہی نہ ملا دوسرا دلچسپ ایسے حالات سے گزر رہے تھے کہ ان کی زندگی بھر کا بہت بڑا خطرہ نکل لینے کے مترادف تھا قیصر ابو لوگ بوائے سے قریب تھے یا ان کے متعلق کھنے کی مصاحبت رکھتے تھے وہ خود بھی باپا خان کی طرح مصباح تھے اس لیے انہیں اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ وہ اپنی اس دیرینہ خواہش اور وقت کی اہم ضرورت کو یاد کر سکتے۔

مجھے جو باقی ہر عداور اہل سرحد متعلق کھینے کا جنوں ہے اس کے پیش نظر میرے پروگرام میں سیاحت سرحد کے علاوہ سرحد کی سرحد اہم سیاحتی خصوصیتوں کے حالات زندگی پر ایک ایک کتابیں پیش کرنا بھی شامل تھا اسی نکتہ نظر سے میں ابتداء ہی سے باپا خان کی زندگی اور ان کی خدائی خدمت گار تحریک کا بہت بڑا مطالعہ کرنا چاہا بلکہ اس سے متعلق اہم دستاویزات بھی جمع کرنا چاہا جو میرے لیے اس کتاب کے سلسلے میں کافی کارآمد اور مددگار ہوں گے۔
 ہر نہیں میں اس کا اظہار کر چکا ہوں کہ باپا خان کی زندگی کے کئی پہلو ہیں جو اتنی وسعت پر ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے اور زیر نظر کتاب کسی طرح بھی ان تمام چیزوں کا احاطہ نہیں کر سکتی تاہم میری یہ کوشش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ان کی زندگی اور تحریک کے تمام گوشوں پر غور و بہت روشنی ڈالی جائے تاکہ قارئین کو باپا خان کی شخصیت اور ان کے مشن کو سمجھنے اور پرکھنے میں آسانی ہو۔

چونکہ میں معنوں میں باپا خان کی زندگی پر یہ پہلی کتاب ہے اس لیے یقیناً اسے کافی اہمیت حاصل ہے مجھے اس اہمیت کا احساس تھا اور میں نے واقعات و حالات کا جائزہ لینے میں حتی الوسع خاصی احتیاط سے کام لیا ہے اور واقعات کو اپنے اصل اور حقیقی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش ہے اس کے باوجود

اگر اس میں کوئی تاریخی یا واقعاتی غلطی رہ گئی ہو تو اسے میری معلومات کا قصور سمجھا جائے اور ازراہ کرم مطلع کیا جائے تاکہ دوسرے ریڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

اس کتاب کو موضوع کے اعتبار سے صرف باپاخان کے حالات تک ہی محدود رہنا چاہیے تھا لیکن عجب کہ مطالعہ سے معلوم ہو گا اس میں سابق صوبہ سرحد کی تقریباً تمام سیاسی تاریخ آگئی ہے لیکن بعض حضرات اس پر اعتراض کریں اور اسے غیر متعلق چیز خیال کریں اس لیے یہاں اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

درحقیقت باپاخان کی زندگی کو سرحد کی سیاسی تاریخ سے الگ کر کے کسی صورت نہیں دیکھا جاسکتا۔ کیونکہ یہاں کی تمام سیاسیات آپ کی زندگی کے گھومتی ہیں اس لیے باپاخان کی تحریک ان کے مشن، ان کی جدوجہد اور ان کی سیاسی زندگی کو سمجھنے کے لیے ان تفصیلات کو سامنے لانا لازمی تھا۔

باپاخان کی زندگی جدوجہد کا مرقع ہے، ان کی کارگزاری، بے پناہ قومی خدمات اور انمول قربانیوں کا جو انعام انہیں دیا گیا اسے ہر حسب وطن شخص ایک بہت بڑا قومی حادثہ تصور کرے گا۔

ہمارے ہاں لیڈروں کی کمی نہیں لیکن گزشتہ ایک صدی کی سیاسی تاریخ پر نظر کیجئے تو باپاخان ایسے مخلص بے ریا اور بے داغ رہنما گنتی کے دکھائی دیں گے۔

باپاخان کے متعلق ملک کے بعض حلقوں میں کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی

ہیں جو لوگ دیانتداری سے انہیں سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لیے شاید یہ کتاب کافی مفید ثابت ہوگی لیکن جو لوگ انہیں سمجھتے ہوئے بھی سمجھنا نہیں چاہتے انہیں تامل کرنا کسی کے بس کا کام نہیں نہ ہی اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ باچا خان کے مخالفین کو جبراً ان کی غفلت کا قائل کیا جائے۔

باچا خان کے متعلق ملک کا جو طبعہ مخالفین کے غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈے کا شکار ہو چکا ہے اسے حقائق سے روشناس کرنا ہم ضرور اپنا فرض سمجھتے ہیں اور درحقیقت اسی احساس نے یہ کتاب لکھنے پر مجبور کیا۔

باچا خان کی شخصیت کو قتنا پر اسرار بنا دیا گیا ہے وہ حاصل وہ کچھ ایسی پر اسرار شخصیت نہیں، لیکن نے بعض لوگوں کو انہیں سمجھنے میں دقت ہو رہی ہو لیکن شروع ہی سے ان کی پالیسی اتنی صاف اور واضح رہی ہے کہ اس میں کوئی بیچ و نرم نہیں رہا وہ اپنی کمزوریوں اپنی فروگزاشتوں اور اپنی اسکیموں کو ہمیشہ صاف اور سیدھے طور پر پیش کرتے رہے ہیں انہوں نے کبھی اپنی کوئی بات چھپانے یا اسے حسینہ و از میں رکھنے کی کوشش نہیں کی وہ جو کچھ کہتے ہیں برملا کہتے ہیں ٹمٹمے کی چوٹ کہتے ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت بھی انہیں اظہار حق سے روک نہیں سکتی۔

باچا خان کی عمر اس وقت ۶۸ برس کے قریب ہے، وہ کافی نحیف اور کمزور ہو چکے ہیں اس کے علاوہ ساہا سال کی اتھک جدوجہد، قید و بند کے مصائب اور فکر و تردد نے ان کی صحت اس حد تک بگاڑ دی ہے کہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ معلوم ہوتے ہیں۔

مسلمان مُردہ پرست قوم ہے آج جو کم نظر لوگ باپا خان ایسے عظیم رہنما
 کی تقدیر و قیمت سے ناواقف ہیں مجھے اُمید ہے کل انہیں اُن کی اہمیت اور عظمت
 کا ضرور احساس ہو گا لیکن اگر خدا نخواستہ اُس وقت وہ ہم میں نہ ہوئے تو اُن کا
 یہ احساس خفق و دہشت پرستی کے سوا اور کوئی غائدہ نہیں پہنچائے گا۔
 پیچ پوچھے تو یہ ہماری بے بسی ہے جو باپا خان ایسے رہنما کی ہمارے ہاں
 اتنی قدر نہیں ہوتی جتنی ہونی چاہیے تھی۔ باپا خان ایسے محب وطن روزِ روز
 پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ بقول اقبالؒ

ہزاروں سال زرخس اپنی بے نودی پر روتی ہے
 بڑی مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ وری پیدا

سید فارغ بخاری

پشاور

یکم مارچ ۱۹۵۶ء

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترازوی

(دفتر کتابت نادر کی لاہور)

ذخیره کتب:- محمد احمد ترازوی